طوفان کے بعد

علیم الحق حقی



وہ ایک خوش گوار اور ابر آلود صبح تھی لیکن اس میں آنے والے موسم گرما کی تمازت بھی تھی۔ کاؤلنگ چڑھائی چڑھ رہا تھا۔ اس کی قمیص بغلوں پر سے پسینے کی وجہ سے چپک گئی تھی۔ کاؤلنگ اب ہانپ رہا تھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ سڑک سنسان تھی۔ اس بات کا کوئی امکان نہیں تھا کہ کسی نے اس کا تعاقب کیا ہو۔

ذرا دیر بعد اسے ایک کار کی آواز سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ سبز پلائی ماؤتھ تھی۔ اس میں دو آدمی بیٹھے تھے۔ آگے شوفر تھا اور پچھلی سیٹ پر ایک مسافر' وہ یقینی طور پر کسی مغربی ملک کے باشندے تھے۔

کاؤلنگ اپنی جگہ ٹھہر گیا لیکن اس کا رخ کار کی طرف نہیں تھا۔ چند لمحے بعد اس کے عقب میں کار رکی۔ دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز سنائی دی' پھر کسی نے لائٹر کی مدد سے سگریٹ سلگائی۔

"خوب صورت صبح ہے۔ خوب صورت منظر ہے۔" کاؤلنگ نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔ "دنیا کا خوب صورت ترین منظر کہا جاسکتا ہے اسے۔"

"میں ذاتی طور پر خلیج سان فرانسکو کے نظارے کو اس پر فوقیت دوں گا۔" مغربی شخص نے کہا۔ لہجے سے وہ امریکی معلوم ہو رہا تھا۔

"وہ میں نے دیکھا ہی نہیں۔"

چند لمحے عجیب سی خاموشی رہی۔ رسمی گفتگو ختم ہو چکی تھی۔ اب دونوں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ گفتگو کہاں سے شروع کریں۔ دونوں ہی نروس تھے۔ بالآخر کاؤ نے کہا۔ "تمہیں اکیلے آنا چاہیے تھا۔"

"یہ ممکن نہیں تھا۔ ویسے مائیکل محض ڈرائیور ہے۔ اسے میرے معاملات سے کوئی دلچسپی نہ لینے کی تنخواہ ملتی ہے۔"

"اس کے باوجود........"

"بات سنو۔" امریکی نے سخت لہجے میں اس کی بات کاٹ دی۔ "یہاں آنے اور تم سے اس طرح ملنے میں، میں نے اپنے کئی اصولوں کا خون کیا ہے۔" اس نے ایک لمحے توقف کیا۔ پھر بولا۔ "یہ بتاؤ تم کون ہو؟"

"میرا نام کاؤلنگ ہے۔"

"اوہ........ فرام نیو چائنا نیوز ایجنسی۔ ہے نا؟"

"جی ہاں، میں یہاں کے بیورو میں کام کرتا ہوں۔"

"اس سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"دوست ہوں........ اور ایسا دوست کہ اس کے لیے اتنا بڑا خطرہ مول لے رہا ہوں۔" کاؤلنگ نے کہا۔ "آؤ........ کچھ دیر چہل قدمی کریں۔"

امریکی نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ دونوں اس طرف چل دیے جدھر سے کاؤلنگ آیا تھا۔ شوفر بھی کار سے اتر آیا اور مناسب فاصلہ رکھ کر ان کے پیچھے چلنے لگا۔ اس لمحے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ وہ شوفر ہی نہیں، باڈی گارڈ بھی ہے۔

"تو تم نے چین سے وہ خط اسمگل کیا اور یہاں بمبئی میں پوسٹ کیا۔ خط میرے نام تھا۔ کیوں؟" امریکی نے پوچھا۔

"اس لیے کہ وہ تمہیں جانتا........ تم پر اعتبار کرتا ہے۔ وہ تمہارے حوالے سے تعلق قائم کرنا چاہتا ہے۔"

"لیکن یہ ضابطوں کے خلاف ہوگا۔ ویسے اسے کیسے پتا چلا کہ میں آج کل یہاں ہوں؟"

"وہ پارٹی کی سینٹرل کمیٹی کا رکن بھی ہے۔ انٹیلی جینس کی رپورٹیں اس کی نظر سے گزرتی ہیں اور میرا خیال ہے، تمہاری یہاں موجودگی ہماری سیکرٹ سروس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوسکتی۔"

"اس خط کا تجزیہ کیا گیا۔ ہماری فائل میں اس کی تحریر کا نمونہ موجود ہے۔ خط اسی کی تحریر میں ہے۔ تاہم تم جانتے ہو کہ ہمارے لیے ایسے معاملات پر یقین کرنا کس قدر دشوار ہوتا ہے۔ پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ معاملہ جعلی تو نہیں اور اصلی ہے تو خط زبردستی تو نہیں لکھوایا گیا۔"

"خط اس نے میرے سامنے لکھا تھا۔" کاؤلنگ نے سادگی سے کہا۔

امریکی نے سر کو تفہیمی جنبش دیتے ہوئے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ "پھر ہمیں محرکات پر غور کرنا ہوتا ہے........ اس شخص کے بھی اور........ اور شاید دوسروں کے بھی۔ سب سے بڑا سوال ہے........ کیوں؟ جس شخص نے تمہارے ذریعے ہمیں پیغام بھیجا ہے، وہ اپنی فیلڈ میں تمہارے ملک کا نمبر ایک آدمی ہے۔ وہ پارٹی کی سینٹرل کمیٹی کا رکن بھی ہے اور وہ اپنا ملک چھوڑ کر ہمارے ہاں آنا چاہتا ہے۔ کیوں مسٹر کاؤ، کیوں؟"

"وہ ایک زمانے میں تمہارے ملک میں رہ چکا ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے۔" کاؤلنگ نے کہا۔

"وہاں سے میکارتھی نے اسے نکال باہر کیا تھا۔"

"وہ نہیں سمجھتا کہ اب امریکہ میں اس کے ساتھ ایسا ہوگا اور اسے یاد ہے کہ اس وقت تم نے اس کے ساتھ ہمدردی کی تھی۔ تم نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی........ سمجھایا تھا کہ جلد ہی حالات بہتر ہو جائیں گے۔ اسے آج تک یہ بات یاد ہے اور وہ تمہیں اس پر سراہتا ہے۔"

"اس مشورے میں میری خود غرضی کا دخل تھا۔ میں چاہتا تھا، وہ چینیوں کے بجائے امریکیوں کے لیے میزائل بنائے۔"

"بہرحال وہ عجیب مشکل میں ہے۔ اس نے امریکہ میں وقت گزارا۔ لٰہذا اب وہ چینیوں کے لیے پوری طرح قابل اعتبار کبھی نہیں ہوسکتا پھر اب پارٹی میں بھی رجحانات تبدیل ہو رہے ہیں۔ کسی بھی وقت وہ سینٹرل کمیٹی میں اپنی نشست سے محروم ہو سکتا ہے۔"

"اتنے قابل آدمی کا یہ حشر!" امریکی نے کہا۔ "بہرحال، وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟"

"سیاسی پناہ۔ وہاں اس کی نگرانی کی جاتی ہے۔ لہٰذا اس کا فیصلہ وہ کرے گا کہ وہ کب وہاں سے نکلے گا۔ اس میں ایک سال بھی لگ سکتا ہے اور کئی سال بھی' یہ اس پر منحصر ہے کہ موقع کب ملتا ہے۔ اسے بس یہ یقین دہانی درکار ہے کہ وقت آنے پر اسے امریکہ میں سیاسی پناہ مل سکے گی۔"

"ہم اس سے کیسے رابطہ کر سکتے ہیں؟"

"صرف میرے ذریعے ممکن ہے۔ میں مہینے میں ایک بار پیکنگ جاتا ہوں۔"

امریکی چلتے چلتے رک گیا اور اس نے کاؤلنگ کو بڑے غور سے دیکھا۔ "مسٹر کاؤ مجھے یہ کہنا اچھا نہیں لگتا لیکن میں جس پیشے سے وابستہ ہوں' اس میں ہر چیز کو شک کی نظر سے دیکھنا ضروری ہوتا ہے۔ چینی میزائل پروگرام کا چیف چان سوشین امریکہ میں سیاسی پناہ کی التجا کرے گا تو مجھے شک تو ہوگا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ میں یقین کرنے کو تیار ہوں مگر چان کو ثبوت دینا ہوگا۔"

"کیسا ثبوت؟"

"کوئی چیز...... خط سے بڑھ کر' کوئی اہم اور خفیہ نوعیت کی معلومات......"

"یعنی تم اسے جاسوسی پر اکسا رہے ہو؟" کاؤ نے کڑے لہجے میں کہا۔

"سیاسی پناہ اور کس بنیاد پر دی جاتی ہے۔" امریکی نے بے پروائی سے کہا۔ "سیاسی پناہ حاصل کرے گا تو اسے ہمیں مکمل معلومات فراہم کرنا ہوں گی...... تو اس کا ایک حصہ اب فراہم کرنے میں کیا قباحت ہے؟"

"وہ رضامند نہیں ہوگا۔ پارٹی سے نہ سہی' اس کی وفاداری بہرحال چین کے ساتھ ہے۔"

"اور تمہارا اپنا کیا نظریہ ہے اس سلسلے میں مسٹر کاؤ؟"

"یہی ہے' میں بھی چین کا وفادار ہوں۔ پارٹی سے مجھے اختلاف ہے۔"

"تم چین سے نکلنے میں جو اسے مدد دے رہے ہو' یہ چین سے غداری نہیں؟"

"ہے' لیکن وہ میرا دوست ہے...... اور پھر چین پر پارٹی قابض ہے۔"

"تم وہ خط لائے' تم نے خطرہ مول لیا۔ یہاں مجھ ملے' خطرہ مول لیا۔ اب تم اگلی

بار پیکنگ سے آؤ تو اس سے کچھ دستاویزات لے کر آنا۔ اس سے کہنا' غیر ضروری خطرہ مول نہ لے۔ میں وصولی کا کوئی بندوبست کرلوں گا۔ اب تم مجھ سے نہیں مل سکو گے۔"

کاؤ نے بے یقینی سے کہا۔ "یہ ممکن نہیں......"

"مجھے ثبوت چاہئے۔" امریکی نے کہا۔ "اور اس کی کوئی اور صورت نہیں۔ تم اس سے بات کر دیکھو۔ میری تجویز اس تک پہنچا تو دو۔"

کاؤلنگ بغیر کچھ کہے پلٹا اور واپس چل دیا۔ کار کے قریب پہنچ کر وہ رکا اور امریکی سے مخاطب ہوا۔ "میں تمہارا پیغام اس تک پہنچا دوں گا اور جواب بھی لے آؤں گا لیکن میں جوابی پیغام صرف تمہیں دوں گا۔ کسی اور کے ذریعے رابطہ مجھے قبول نہیں۔" یہ کہہ کر کاؤ پلٹا اور واپس چل دیا۔

"اے سنو۔" امریکی نے اسے پکارا۔ اس نے جیب سے چھوٹی سی نوٹ بک نکالی' اس پر کچھ لکھا اور وہ صفحہ پھاڑ کر چینی کی طرف بڑھا دیا۔ "مجھے اس نمبر پر فون کرلینا۔ یہ محفوظ نمبر ہے...... ہر خطرے سے پاک' یہ ڈائریکٹری میں بھی نہیں ملے گا۔ اس نمبر کو یاد کرو اور کاغذ پھاڑ کر پھینک دو' اور ہاں...... میرا اصل نام نہ لینا۔ کہنا' ٹائی فون سے بات کرنی ہے۔ ٹائی فون میرا کوڈ نیم ہے۔"

☆============☆============☆

منصوبے کی پیدائش پکنک والے دن ہوئی تھی۔ اس میں شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں تھی لیکن اس کا سبب وہ دو واقعات تھے جنہوں نے واقعات کی پوری ریل گاڑی کو متحرک کر دیا تھا۔ منگل ۲۵ جولائی کو جے پال کو دو واقعات پیش آئے۔ دی اسٹار کے جنرل منیجر کی طرف سے بلاوا آیا' جس نے اس کی زندگی کو تلپٹ کرکے رکھ دیا اور دوسرا واقعہ یہ کہ اس کا بلا سے سامنا ہوگیا۔

یہ اس کی زندگی کا ایک بڑا پچھتاوا تھا کہ زندگی میں ایک مرحلے پر اسے اپنی ناکام ازدواجی زندگی سے...... ناتا توڑ کر بلا سے شادی کرلینی چاہئے تھی۔ تب شاید وہ ایک مختلف آدمی ہوتا مگر وہ یہ حوصلہ نہیں کرسکا تھا۔ اس بات کا کوئی امکان نہیں تھا کہ اب آئندہ کبھی ان دونوں کا سامنا ہوگا لیکن قسمت کے سامنے کس کی چلتی ہے۔ برسوں بعد

اس نے ریکسٹر ہوٹل کی لابی میں خود کو پملا کے روبرو پایا.........

مگر آغاز تو اس سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔ وہ معمول کے مطابق سات بج کر چالیس منٹ پر دی اسٹار کے دفتر پہنچا تھا۔ دی اسٹار بہت پرانا اخبار تھا مگر اب دم توڑ رہا تھا اور اسے بند ہونے سے بچانے کی سرتوڑ کوششیں کی جا رہی تھیں۔ اسٹاف کی چھانٹی کی جا رہی تھی۔

جے پال نیوز روم سے گزر کر سب ایڈیٹر کے آفس میں پہنچا۔ وہاں نوجوان چیف ایڈیٹر ونود ڈمی صفحہ سامنے رکھے بیٹھا تھا۔ اس نے منہ بنا کر کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا۔ پچھلے ماہ ونود نے عمر کا لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے دیر سے دفتر آنے پر جے کی زبردست کھنچائی کی تھی۔ جے نے ”اپنی عزت اپنے ہاتھ“ کے تحت اپنے معمولات درست کر لیے تھے اور اب ٹھیک سات بج کر چالیس منٹ پر دفتر آتا تھا۔ یعنی صرف دس منٹ لیٹ۔ ونود میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ دس منٹ کی تاخیر پر اس پر برستا۔ تاہم وہ یہ ضرور ظاہر کر دیتا تھا کہ یہ خود سری اسے پسند نہیں آئی ہے۔

”یہ اغوا کی خبر رکھ لیں جے پال جی، کوئی اور بڑی خبر نہیں آئی تو یہ شہ سرخی لگے گی۔“ ونود نے کمپوز کی ہوئی خبر جے کی طرف بڑھائی۔

جے نے جیکٹ اتار کر کرسی پر لٹکائی، قمیص کی آستینیں چڑھائیں اور کام میں مصروف ہو گیا۔ وہ ہفتے میں چھ دن ساڑھے نو گھنٹے یومیہ کام کیا کرتا تھا۔ وہ کاپی ری رائٹ کرتا، کاٹتا، سرخی تیار کرتا، کاپی کو کمپوزیشن کے لیے تیار کرتا۔ اس جیسے تجربہ کار آدمی کے لیے وہ تھکا دینے والا کام تھا لیکن وہ بہرحال مستعدی سے کام کرتا۔ کبھی کبھی وہ سوچتا کہ اگر اس مشینی دور میں اس کام کے لیے کوئی مشین بنا دی جائے تو یقیناً اس سے زیادہ مستعدی سے یہ سب کچھ کر سکے گی۔ دن بھر اس مصروفیت کے دوران وہ شام کا انتظار کرتا۔ شام ہوتے ہی دفتر سے چھٹی کر کے وہ کوئل کلب کا رخ کرتا۔

لیکن یہ دن مختلف تھا۔ اسے دفتر آئے پانچ منٹ ہوئے ہوں گے کہ جنرل منیجر کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ جنرل منیجر کا نام دھن پت رائے تھا لیکن سب اسے ”مسٹر سو“ کہتے تھے، اس لیے کہ وہ ہر بات پر انگریزی میں So? کہنے کا عادی تھا۔

مسٹر سو نے جے کو اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اپنی سیکریٹری کو چائے لانے کی ہدایت کی۔ چائے پینے کے دوران وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے پھر اچانک مسٹر سو نے پوچھا۔ ”جے، تم یہاں کتنے عرصے سے ہو؟“

”ستمبر میں چھ سال ہو جائیں گے۔“ جے نے جواب دیا۔

”یعنی مجھ سے سینئر ہو تم، اور ایک زمانہ تھا کہ صحافی کی حیثیت سے تمہاری شہرت بین الاقوامی تھی۔ So? دی اسٹار تمہارا مستقبل تو نہیں۔“

”بس میرے پاس یہی کچھ ہے۔“

”تم فیڈریٹڈ پریس سے منسلک تھے۔ اس عرصے میں تو تم پوری دنیا گھوم لیے تھے۔“

”جی ہاں......... اور خاص طور پر مشرق بعید۔“

”بدقسمتی سے ہمارے ہاں تمہیں شایان شان کام نہیں مل سکا۔ تمہیں افسوس تو ہوتا ہوگا؟“

”کبھی کبھی ہوتا ہے۔“ جے نے اعتراف کیا۔ ”لیکن میں جانتا ہوں کہ گیا وقت آتا نہیں لوٹ کر۔“

”کوئی اور ملازمت نظر میں ہے تمہاری؟“ مسٹر سو نے پوچھا۔

”میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں نے ادھر ادھر نظر نہیں دوڑائی۔“ جے نے صاف گوئی سے کہا۔ ”لیکن مجھے اپنے لیے کوئی جگہ نظر نہیں آئی۔ ہر جگہ، ہر ادارے کی رگوں میں نیا خون داخل کیا جا رہا ہے۔ آپ تو جانتے ہی ہیں.........“ جے نے سوچا، مسٹر سو کو یقیناً معلوم ہوگا کہ میں فیڈریٹڈ پریس سے کیوں نکالا گیا تھا۔

”میرے سامنے بھی ایک مسئلہ ہے جے۔“ مسٹر سو نے اپنے چشمے کو ناک پر ٹھیک سے جماتے ہوئے کہا۔ ”تم جانتے ہو کہ ہم اخراجات کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اسی لیے چھانٹی کرنی پڑ رہی ہے۔ ایک اسامی اور خالی کرنی ہے جے۔“

”کون سی اسامی؟“ جے نے پوچھا۔ پھر بات اچانک اس کی سمجھ میں آ گئی۔ ”آپ کا اشارہ کہیں میری طرف.........؟

"تم بڑی محنت اور جاں فشانی سے کام کرتے رہے ہو۔ مجھے افسوس ہے جے۔"

"کیا........ کیا آپ مجھے نوکری سے نکال رہے ہیں؟"

"نہیں، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مجبوری میں ایسا کیا جارہا ہے۔ تم خود رضا کارانہ طور پر استعفادو گے۔ تمہیں کون نکال سکتا ہے۔"

"اور اگر میں اچھا رضا کار ثابت نہ ہوں تو؟"

"تو مجبوری ہے، اس صورت میں تمہیں وہ مراعات بھی نہیں ملیں گے جو........"

"کیسی مراعات؟"

"دو ماہ کی اضافی تنخواہ، واجبات تو ہیں ہی تمہارے۔ یہ سب ملا کر ساٹھ ہزار کے قریب بنتا ہے۔ معاہدے کے مطابق ہم تمہیں صرف ایک ماہ کے نوٹس پر نکال سکتے ہیں لیکن میں تمہیں یہ سہولت دے رہا ہوں کہ تین ماہ کے اندر اندر جب مناسب سمجھو، رضاکارانہ طور پر استعفا دے دو۔" مسٹر سوا اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ ملاقات ختم ہوئی۔ "گڈ لک جے۔"

جے پال اٹھا اور کمرے سے نکل آیا۔

☆===========☆===========☆

بس میں معمول سے زیادہ رش تھا۔ جے نے کنڈیکٹر کو ٹکٹ کے پیسے دیے اور اپنے خیالوں میں کھو گیا۔

پچھلے برسوں میں تنہائی اور پژمردگی کا احساس کم نہیں ہوا تھا، بڑھا ہی تھا۔ پے درپے صدمات نے اسے توڑ ڈالا تھا۔ اس عرصے میں کیا کچھ نہیں ہوا۔ پُشپا سے علیحدگی، اس کے بیٹے وجے کی موت اور پھر کام کا نہ کم ہونے والا بوجھ........ ان سب نے مل کر اسے یوں توڑا کہ اسے تقریباً موت کی آغوش میں اتار دیا اور اب یہ افتاد........!

اس کی زندگی کی ابتدا ہی مصائب سے ہوئی تھی۔ باپ بچپن میں ہی مرگیا۔ ماں نے جس شخص سے شادی کی، وہ لگے بندھے معمولات کا آدمی تھا اور زندگی ضابطوں کے تحت گزارتا تھا۔ وہ ہر روز ٹھرے کی تین بوتلیں پیتا اور باقاعدگی سے اس کی ماں کی مرمت کرتا۔ جیسے تیسے اس کی تعلیم چلتی رہی۔ سترہ سال کی عمر میں وہ گھر سے بھاگ کھڑا

ہوا۔ اتفاق سے پہلی ملازمت ہی اسے اخبار کے دفتر میں ملی........ چپڑاسی کی ملازمت، مگر وہاں اس کے چھپے ہوئے جوہر سامنے آگئے۔ اس لیے کہ امتیاز صاحب جیسا جوہر شناس اسے میسر آگیا تھا۔ امتیاز صاحب اخبار کے ایڈیٹر تھے۔ بہت اچھے رپورٹر رہے تھے۔ ان کی تربیت نے اسے تراش خراش کے ذریعے آب دار ہیرا بنا دیا۔

پھر اسے پشپا ملی۔ دونوں میں محبت ہوئی اور پھر شادی ہوگئی۔ پشپا بڑے گھر کی بیٹی تھی۔ اس کا باپ سول سروس میں تھا........ بڑا افسر تھا۔ جے کا وہ اپنا عرصہ عروج تھا۔ ایک سال بعد اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ وجے۔ مگر جے کے کیریئر نے اس کی ازدواجی زندگی میں دراڑیں ڈال دیں۔ یہ وہ عرصہ تھا جب وہ فیڈریٹڈ پریس سے منسلک تھا اور بین الاقوامی صحافی کی حیثیت سے اس کی ساکھ بن رہی تھی لیکن اسے دنیا بھر میں........ شہر شہر مارے مارے پھرنا پڑتا تھا۔ پشپا کو یہ گوارا نہیں تھا۔ وہ بھرپور سوشل زندگی گزار کر آئی تھی۔ دونوں کے درمیان دوریاں بڑھتی گئیں۔ بالآخر پشپا وجے کو لے کر اپنے باپ کے گھر دہلی چلی گئی۔

یہ وہ عرصہ تھا جب وہ بملا سے ملا........ وہ بھی صحافی تھی۔ اس کا تعلق کلکتہ سے تھا۔ وہ آزاد خیال گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ دونوں کے درمیان تعلقات قائم ہوئے اور دو سال تک چلتے رہے۔ بملا چٹرجی کو امید تھی کہ ایک دن جے اپنی بے ثمر ازدواجی زندگی سے پیچھا چھڑا کے اس سے شادی کرلے گا مگر جے میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ پہلی محبت کی ارتی پھونک کر اس کی راکھ اڑاتا۔

۷۱ء کی پاک بھارت جنگ اور بنگلہ دیش کے قیام میں آنے کے عرصے میں اس کی رپورٹنگ نے اس کی بین الاقوامی ساکھ بنا دی لیکن قومی سطح پر وہ بدنام ہوگیا۔ کچھ لوگ اسے سرخا کہتے۔ کچھ کے نزدیک وہ پاکستانی ایجنٹ تھا۔ حالانکہ اس عرصے میں اس نے جو تجزیہ کیا، آنے والے برسوں میں سو فی صد درست ثابت ہوا۔ اس کا کہنا تھا کہ بھارت نے پاکستان کے اندر توڑ پھوڑ میں فعال کردار ادا کرکے اچھا نہیں کیا بلکہ اپنے اندر ٹوٹ پھوٹ کی راہ ہموار کرلی ہے۔ اس نے لکھا کہ بھارت میں علیحدگی کی ان گنت تحریکیں پہلے ہی موجود ہیں۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی سے انہیں تقویت پہنچے گی۔ دوسرا تجزیہ اس

نے یہ کیا کہ بھارت کا یہ خیال کہ بنگلہ دیش اس کے زیر سایہ خوش رہے گا' غلط ہے۔ آزادی کا نشہ اترے گا تو بنگالیوں میں بھارت سے شدید نفرت کا احساس ابھرے گا' وہ خود کو پھر پاکستان سے قریب تر محسوس کریں گے۔ بھارت کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا.........
پٹ سن بھی نہیں!

بھارت میں اس کے تجزیوں کو جانبدارانہ رپورٹنگ قرار دیا گیا لیکن بین الاقوامی پریس میں اسے بہت سراہا گیا اور وہاں اس کی ساکھ بن گئی۔ بھارت اور مشرقی پاکستان میں موجود سی آئی اے اور کے جی بی کے ایجنٹ یکساں طور پر اسے ناپسند کرنے لگے۔ محکمہ خارجہ کی طرف سے اسے وارننگ دی گئی کہ وہ جانبدارانہ رپورٹنگ ترک کردے۔ اس کا سادہ سا جواب تھا......... جو بوؤ گے' وہ کاٹو گے اور کیا بو رہے ہو' یہ بتانا میرا فرض ہے۔

یہ وہ عرصہ تھا جب وہ اٹھارہ گھنٹے یومیہ کام کر رہا تھا۔ شراب اور مسکن دواؤں سے اس کا کام چل رہا تھا۔ اس کے اعصاب جواب دے رہے تھے پھر افغانستان میں روسی مداخلت نے اسے مصروف رکھا۔ فرصت اسے میسر ہی نہیں تھی پھر دہلی سے اسے وہ ٹیلی گرام ملا جس نے اسے توڑ کر رکھ دیا.........

وہ بس سے اترا اور کوئل کلب کی طرف چل دیا۔ وہ صحافیوں کا پسندیدہ کلب تھا اور زیادہ مہنگا نہیں تھا۔ شام کے وقت وہاں غیر ملکی صحافیوں کا ہجوم رہتا تھا۔ وہاں مشروبات نہ صرف سستے تھے بلکہ ادھار کھاتہ بھی چلتا تھا۔ جے کے لیے پہلی تاریخ ہمیشہ ناخوشگوار ہوتی تھی۔ اس روز کلب کا منیجر اس کے دستخط کی ہوئی ادھار کی پرچیوں کا انبار اس کے سامنے لا رکھتا تھا۔ بہرکیف کلب کا صحافیانہ ماحول اسے بہت پسند تھا۔ کچھ یوں بھی کہ اپنے فلیٹ کی تنہائی سے اسے خوف آتا تھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ وقت کلب میں گزارنا چاہتا تھا۔

کوئل کلب بنیادی طور پر صحافیوں کے لیے قائم کیا گیا تھا لیکن اس کی ممبرشپ کو صرف صحافیوں تک محدود رکھنا بھی ناممکن تھا۔ لہٰذا کاروباری افراد اور سرکاری ملازمین بھی خاصی تعداد میں کلب کے ممبر تھے۔

جے بار میں پہنچا تو اسے سعادت بھی وہیں کھڑا نظر آیا۔ "کیا حال ہے جے؟"

سعادت نے چہک کر پوچھا۔ "کوئی تازہ خبر؟"

"کوئی گرما گرم خبر نہیں ہے۔" جے نے جواب دیا۔

"یہ تو تم ہمیشہ ہی کہتے ہو۔ اسکاچ منگواؤں تمہارے لئے۔ اے بے حس و حرکت........." سعادت نے کاؤنٹر پر ہاتھ مارتے ہوئے آواز دی۔

"بے حس و حرکت" کلب کے تیس سال پرانے بارمین کی عرفیت تھی۔ وہ اس قدر ست تھا کہ واقعتاً بے حس و حرکت معلوم ہوتا تھا۔ دوسرا بارمین نہ ہوتا تو کلب کا نظام عمل معطل ہوگیا ہوتا۔ اسی لیے کلب کے ممبر اسے بے حس و حرکت کے نام سے پکارتے تھے۔

"اے بے حس و حرکت' جے صاحب کے لیے اسکاچ سوڈا لاؤ......... اور میرے لیے مینگو اسکواش" سعادت نے آواز لگائی۔ وہ کشمیری مسلمان تھا اور شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا تھا لیکن دوسروں کو پلانے میں اسے کوئی عار بھی نہیں تھا۔ وہ پنجاب میں سرمایہ کاری کے ایک اسکینڈل میں ملوث رہا تھا جہاں بہت سے لوگوں کی رقمیں ڈوب گئی تھیں مگر وہ جوڑ توڑ والا آدمی تھا۔ کہا جاتا تھا کہ پنجاب کے وزیراعلیٰ سے اس کے ذاتی تعلقات تھے جس کی وجہ سے وہ بچ نکلا تھا۔ اب بمبئی میں اس کا فرنیچر کا کاروبار تھا جو خاصا کامیاب تھا۔ اس کے پاس ایک کشمیری نقاش بھی تھا' جو اخروٹ کے فرنیچر پر نقاشی کا بڑا نفیس کام کرتا تھا۔ سعادت حسین میں بڑے تضادات تھے۔ ایک طرف وہ بڑبولا تھا تو دوسری طرف منکسرالمزاج' ایک طرف وہ خوش مزاج تھا تو دوسری طرف ذرا سی بات پر پریشان ہو جانے والا۔

ایک لحاظ سے کہا جاسکتا تھا کہ جے اور سعادت دوست ہیں۔ اس لیے کہ کلب میں جے واحد شخص تھا جس کا سعادت سے کبھی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ ورنہ کسی کا سعادت سے ذرا سا اختلاف ہوتا اور ذرا دیر بعد سعادت اس سے جھگڑتا نظر آتا مگر جے نے اس سے کبھی اختلاف ہی نہیں کیا تھا۔

کوئی پندرہ منٹ بعد بے حس و حرکت ان کے لیے مشروبات لے آیا۔ سعادت نے ادھار کی پرچی پر دستخط کردیئے۔ پھر اس نے جے کی کہنی کے نیچے دبے "دی اسٹار" کا

تازہ شمارہ کھولا۔ "اور یہ اغوا کی خبر؟" وہ بولا۔ "اس کی پس پردہ حقیقت کیا ہے؟"

"اغوا؟" جے نے غائب دماغی سے دہرایا۔

"ہاں...... وہی کشمیر والا قصہ۔" سعادت نے کہا۔ "میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر کشمیر کا وزیر اعلیٰ شیخ اس میں ملوث ہے تو یہ ڈراما ہے۔"

جے کو کچھ بھی یاد نہیں تھا۔ وہ خبریں لگا کر بھول جانے کا عادی ہوگیا تھا۔ اس نے ذہن پر زور دیا تو اُسے یاد آیا۔ کشمیری حریت پسندوں نے ایک ہندو سرمایہ دار کو اغوا کرلیا تھا۔ انہوں نے نہ صرف بھاری تاوان طلب کیا تھا بلکہ لبریشن فرنٹ کے چند حریت پسندوں کی رہائی کا مطالبہ بھی کیا تھا جو جیلوں میں تھے۔

"تم شیخ کی بات کر رہے......" جے نے کہنا چاہا۔

"خبر میں اس کا تذکرہ نہیں لیکن کشمیر میں بہت کچھ اس کے اشارے پر ہوتا ہے اور کشمیر لبریشن فرنٹ پر تھوپ دیا جاتا ہے۔ میں شیخ سے خوب واقف ہوں۔ وہ جانتا ہے کہ اس کے اقتدار کے دن تھوڑے ہیں۔ کشمیر میں صورت حال قابو سے باہر ہونے لگے گی تو گورنر راج نافذ کر دیا جائے گا لہٰذا وہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کمالینا چاہتا ہے۔ اس نے بھارت کو خوش کرنے کے لیے کشمیریوں پر بڑا ظلم ڈھایا ہے۔ میرا تو وہ قریبی دوست رہا ہے۔"

"سب چلتا ہے" جے نے بے پروائی سے کہا۔

سعادت حسین اپنی کہتا رہا لیکن جے کا دھیان کہیں اور تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ سعادت کو اپنی مستقبل قریب کی بے روزگاری کے بارے میں کچھ نہ بتائے۔ اس نے دفتر میں بھی یہ بات کسی کو نہیں بتائی تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ خبر زیادہ دیر چھپی رہنے والی نہیں۔ خبر...... اور وہ بھی اخبار کے دفتر کی! اور اب اسے دوسری ملازمت کی تلاش شروع کر دینی چاہیے۔ ساٹھ ہزار روپے کی رقم ایسی نہیں ہوتی کہ زیادہ دن چلے۔ اس نے سوچا' مورننگ پوسٹ کے ایڈیٹر سے بات......

وہ بری طرح چونکا۔ سعادت اس سے کچھ پوچھ رہا تھا۔ "سوری...... میں سمجھا نہیں۔" وہ معذرت خواہانہ لہجے میں بڑبڑایا۔

"میں کہہ رہا ہوں' یہ کام ہم لوگ بھی کر سکتے ہیں۔" سعادت بولا۔

"کون سا کام؟"

"ارے یہی' اغوا برائے تاوان۔ کسی بھی لبریشن فرنٹ کے نام پر کوئی موٹی سی مرغی پکڑلو۔ اس کے بدلے ایک کروڑ روپے اس کی فیملی سے لے لو۔ حکومت سے جہاز طلب کرو اور الجزائر یا لیبیا بھاگ چلو۔ ہو گئے وارے نیارے۔"

"تم نے کتنا آسان کام بنا دیا اسے۔" جے نے چڑ کر کہا۔

"یہ ہے ہی آسان۔ اور سیاسی ٹچ اسے جائز بھی بنا دیتا ہے۔ جے بابو' تھوڑی سی سیاست بیچ میں ڈال دو تو ہر حکومت مذاکرات پر مجبور ہو جاتی ہے اور مذاکرات کی نوبت آگئی تو سمجھ لو کہ آدمی جنگ جیت لی تم نے۔"

"تمہیں اغوا میں اتنی دلچسپی کیوں ہے؟"

"یہ میرا خواب ہے...... میری تفریح ہے۔ میں اغوا کی ایک صاف ستھری اور بے داغ واردات کرنا چاہتا ہوں۔ خواب دیکھنا تو ہر شخص کا بنیادی حق ہے۔ ارے...... تمہارا جام خالی ہوگیا۔ اے بے حس و حرکت......"

"اس بار میری طرف سے ہوگا۔" جے نے کہا اور پھر جلدی سے موضوع بدلا۔ "تمہاری موٹر بوٹ کیسی چل رہی ہے؟"

"صدائے کشمیر؟ فرسٹ کلاس۔ میں اور ناجی ویک اینڈ پر صدائے کشمیر لے کر نکل جاتے ہیں۔ دن کسی جزیرے پر گزارتے ہیں۔ تم بھی چلو نا کسی دن۔"

"میرا یہ مطلب نہیں......"

"اس اتوار کو کوئی مصروفیت تو نہیں؟"

"نہیں۔ لیکن......"

"بس پھر اتوار کو ہمارے ساتھ چلو۔ ہم تمہیں دس بجے تمہارے فلیٹ سے لے لیں گے۔ او کے؟"

"ٹھیک ہے حسین۔ شکریہ۔" جے نے سوچا' ایک دن کی تنہائی سے تو نجات ملی۔

ذرا دیر بعد جے کلب سے نکل آیا۔

گھر تک پچیس منٹ کا راستہ تھا جو وہ پیدل ہی طے کرتا تھا۔ کچھ دور جاکر اسے احساس ہوا کہ اسے حاجت محسوس ہو رہی ہے۔ اس نے سڑک پار کی اور ریکسٹر ہوٹل کی لابی میں داخل ہوگیا۔ وہ ٹوائلٹ سے واپس آیا تو اسے بلا نظر آگئی۔

وہ ماربل کے ایک ستون سے ٹکی کھڑی داخلی دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر جے کو جو پہلا احساس ہوا' وہ حیرت کا نہیں بلکہ بلا میں تبدیلی کا تھا اور وہ تبدیلی جسمانی نہیں' اندر کی کوئی تبدیلی تھی۔ وہ اب بھی ویسی ہی دبلی پتلی اور خوبصورت تھی۔ لمبے سیاہ بال' تیکھے نقوش گہری سیاہ آنکھیں۔ تبدیلی اس کے چہرے کے تاثر میں تھی۔ شوخی کی جگہ سنجیدگی اور بے زاری نے لے لی تھی۔

وہ ساکت کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس سے ملے یا نہیں۔ ایک ٹوٹا ہوا اذیت ناک تعلق دوبارہ جوڑنا!

اس پر فیصلے کا بوجھ نہیں پڑا۔ اسی لمحے بلا نے سر گھما کر اس کی طرف دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ بلا کے چہرے پر زلزلے کا تاثر ابھرا۔ وہ اس کی طرف بڑھی۔

"جے.........تم؟"

"بلا......... میں بھی حیران ہوں......... تمہاری طرح۔"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"آج کل یہیں ہوں میں......... ریکسٹر میں نہیں' بمبئی میں۔"

بلا اب مسکرا رہی تھی۔ "ہم بھی آج کل یہیں ہیں۔"

"اچھی لگ رہی ہو۔"

"شکریہ۔" وہ اس کے الفاظ دہرانا چاہ رہی تھی لیکن جھوٹ بولنا اس کے لیے کبھی آسان نہیں رہا تھا۔ وہ دیکھ چکی تھی کہ وقت اسے روندتا ہوا گزرا ہے۔ "چھ ماہ پہلے میرے شوہر کا تبادلہ یہاں ہوا تھا۔" وہ بولی۔ "جے......... تمہیں معلوم ہے نا' میں نے اس سے شادی کرلی تھی؟"

"تم نے خط لکھ کر مجھے بتایا تھا۔" جے نے کہا۔ اسے یاد تھا' اس نے اس خط کا جواب نہیں دیا تھا۔ ہاں......... اس روز اس نے خوب پی تھی۔ پھر اسے ایسا لگا تھا جیسے

وہ اس سے نفرت کرنے لگا ہو۔ اس کے بعد وہ جب بھی نشے میں ہوتا یا اسے خود پر ترس آتا تو بلا سے نفرت محسوس ہوتی۔

"میری یہاں اس سے ملاقات طے ہے۔" بلا نے اسے معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہ بیس منٹ لیٹ ہو چکا ہے۔" اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ "اس نے مجھے بلیو مون میں ڈنر کرانے کا وعدہ کیا تھا۔ اب یہ نہیں معلوم کہ اس کی دفتر سے جان چھوٹتی ہے یا نہیں۔"

"وہ اب بھی وہی کام کر رہا ہے؟ سرخ چین کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا......... مشرق کو امریکی جمہوریت پڑھانے کا؟" جے نے تلخی سے پوچھا۔

بلا کی آنکھوں میں خطرناک چمک سی لہرائی مگر فوراً ہی بجھ گئی۔ "ہاں......... وہ اب بھی امریکی حکومت کے لیے کام کرتا ہے۔" وہ بولی۔

"سوری' میں اب بھی ویسا ہی جل ککڑا ہوں۔ چلو تمہیں کچھ پلا دوں۔"

وہ کچھ عجیب سی ہوگئی۔ جیسے پچھلی قربتیں یاد آگئی ہوں۔ بالآخر اس نے کہا۔ "کیوں نہیں' مجھے ہوٹلوں میں اکیلے بیٹھنا' انتظار کرنا کبھی اچھا نہیں لگا۔"

وہ دونوں بار میں چلے گئے۔ کاؤنٹر پر بیٹھنے کے بعد جے نے بلا کے مشورے سے آرڈر دیا اور خود کو یاد دلایا کہ یہ کوئل کلب نہیں' ریکسٹر ہوٹل ہے۔ یہاں تو ایک جام میں بھی کھال اتر جائے گی۔

"شادی کے بعد پہلے دو سال ہم واشنگٹن میں رہے۔" بلا بتا رہی تھی۔ "مجھے اس عرصے سے نفرت ہے' پھر دو سال تل ابیب میں گزرے پھر بنکاک میں رہے ہم۔ وہ عرصہ کچھ بہتر تھا اور اب یہاں چھ ماہ ہوگئے۔ یہ بہرحال میرا وطن ہے۔"

"یہاں کیسی گزر رہی ہے؟"

"بہت خراب' یہاں وہ مصروف بہت ہے۔"

"رہتی کہاں ہو؟"

"پونا والی سائیڈ ایک اپارٹمنٹ کمپلیکس ہے جو امریکہ کے اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کے قبضے میں ہے......... کواری ہلز۔ وہاں رہتی ہوں۔ دوسرے اسٹاف کی بیویوں کے ساتھ

وقت گزارنا پڑتا ہے۔ مجبوری ہے۔ بس وہ جگہ محفوظ کہلاتی ہے.......... ہمارے شوہروں کے لیے۔"

"یعنی وہاں پہرہ رہتا ہے؟"

"زبردست۔ بس یہ سمجھ لو کہ وہ ایک کھلی جیل ہے۔ ڈیوڈ کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔"

"لیکن تم قیدی تو نہیں ہو۔ شاپنگ کے لیے نکلتی ہوگی' بچوں کو اسکول چھوڑنے جاتی ہوگی۔" وہ ہچکچایا۔ "بچے ہیں تمہارے؟"

"نہیں۔ ڈیوڈ کو بچوں سے کوئی دلچسپی نہیں' وہ کہتا ہے کہ اتنی مصروفیت میں وہ بچوں کے لیے وقت نہیں نکال سکتا' اور یہ سچ ہے۔"

"ان دنوں تمہارے مسٹر کیلی کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔" جے بڑبڑایا۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں۔ معلوم ہونا بھی نہیں چاہیے۔" وہ پھر سنجیدہ نظر آنے لگی۔ "مجھے اپنے بارے میں بتاؤ جے۔ کیا تم فیڈریٹڈ پریس کی طرف سے یہاں آئے ہو؟"

"نہیں' میں ان دنوں مقامی اخبار "دی اسٹار" کے لیے کام کر رہا ہوں۔"

"وہ تو.........." وہ کہتے کہتے رک گئی۔

جے مسکرایا۔ "کہہ دو نا۔ ہاں.......... وہ ایک معمولی اخبار ہے' جو کسی بھی وقت بند ہو سکتا ہے اور میں بھی وہاں بس دو ایک ماہ کا مہمان ہوں۔"

"اور اس کے بعد؟"

"ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا۔" جے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے نکالا جارہا ہے اور سب ایڈیٹر کی جاب ایسی بھی نہیں کہ میں اس کی خاطر جنگ لڑوں۔"

"یہ تو خوف ناک بات ہے جے۔ تم تو بڑے صحافی ہو۔" بملا کے لہجے میں خلوص تھا۔ "تمہیں تو کہیں اور ہونا چاہیے تھا۔"

"بملا.......... اب میری عمر چالیس سال ہے۔ اس عمر تک آدمی کوئی مقام حاصل نہ کر سکے تو پھر کبھی نہیں کرتا۔"

"لیکن تمہاری فیڈریٹڈ پریس والی جاب تو بہت اچھی تھی۔ وہ کیوں چھوڑ دی تم

نے؟"

"تو تمہیں کچھ بھی نہیں معلوم؟"

"نہیں جے۔ مجھے تو شاک لگا ہے۔"

"میں ان کے ساتھ تھا تو بہت بڑا صحافی تھا۔ ساری دنیا گھومی میں نے.......... لیکن کام کا بوجھ بہت زیادہ تھا۔ مجھے شوق تھا.......... لگن تھی.......... کام سے نہیں گھبراتا تھا لیکن ہر گزرتا برس مجھ پر دباؤ میں اضافہ کر جاتا تھا پھر مجھے پشپا کا ٹیلی گرام ملا۔ اس نے عدالت سے علیحدگی حاصل کر لی تھی اور بیٹے کو پالنے کا اختیار بھی۔ میں تنہا تھا مگر اس علیحدگی نے تنہائی کا احساس بڑھا دیا۔ پھر پشپا کا دوسرا ٹیلی گرام ملا۔ میرا بیٹا مر گیا تھا۔ اسے کسی کار نے کچل دیا تھا۔ ڈرائیور نے رکنے کی زحمت بھی نہیں کی۔ یہ واقعہ اس کے اسکول کے سامنے پیش آیا تھا۔ وہ ٹیلی گرام تین دن میں مجھ تک پہنچا تھا۔ میں اپنے بیٹے کے کریا کرم تک میں شریک نہیں ہو سکا۔"

"ہے بھگوان۔" بملا کے لہجے میں اذیت تھی۔ اس نے آنکھیں موند لیں۔ "آئی ایم سوری جے۔"

"میرا بیٹا نو سال کا تھا اور وہ خبیث کبھی پکڑا نہیں گیا جو اس کی موت کا ذمے دار تھا۔ اس کا پتا چل جاتا تو میں خود جا کر اسے اپنے ہاتھ سے.........." جے کہتے کہتے رک گیا۔ اپنے لہجے کی وحشت خود اس کی برداشت سے باہر تھی۔ "بس اس واقعے نے مجھے تباہ کر دیا۔ میرے ہوش و حواس شاید میرا ساتھ چھوڑ گئے۔ میں نے شراب سے ناتا جوڑ لیا۔ اس شام میں نے اسکاچ کی پوری بوتل چڑھائی اور سائیگاؤں سے نکل.......... کھڑا ہوا۔ گوام پہنچا۔ وہاں سے ہوائی چلا گیا۔ یہاں تک مجھے یاد ہے۔ اس کے بعد میری یادداشت ساتھ نہیں دیتی۔ تمام عرصے میں نشے میں دھت تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ ان دو ہفتوں میں میں نے کم از کم دس ہوائی سفر کیے۔ سنگاپور' جکارتہ اور جانے کہاں کہاں.......... اور میں نے فیڈریٹڈ پریس والوں کے کھاتے میں سفر کیے تھے۔ ہر بار فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لیا تھا۔ بہترین ہوٹلوں میں قیام کیا تھا اور مہنگی ترین شرابیں پی تھیں۔ میرے پاس فیڈریٹڈ پریس کے دلوائے ہوئے کریڈٹ کارڈ تھے۔ میں نے خوب عیاشی کی

تھی۔ فیڈریٹڈ پریس کے چھ آدمی میرے پیچھے لگے تھے لیکن میں ان کے ہاتھ نہیں آرہا تھا۔ وہ تو ہانگ کانگ پہنچ کر میں بیمار ہوگیا۔ ایسا کہ مرتے مرتے بچا..........“ وہ بے رحمی سے ہنسا۔ ”میں سڑک پر بے ہوش ہوگیا تھا۔ دو دن بعد مجھے سینٹرل اسپتال میں ہوش آیا۔ اس وقت تک میری شناخت نہیں ہوئی تھی۔ میں نے ہل ٹن ہوٹل سے اپنا سامان منگوایا جہاں بہترین سوئٹ میں میرا قیام تھا‘ تب کہیں بات کھلی۔ مجھے نمونیا بھی ہوگیا تھا۔ چار ماہ میں ہاسپٹل میں پڑا رہا۔“

”اور فیڈریٹڈ والوں نے تمہیں برخواست کردیا؟“

”یہی نہیں‘ انہوں نے مجھے بلیک لسٹ بھی کردیا۔ انہیں سب سے زیادہ دکھ اس بات کا تھا کہ میں نے ان کا مال خوب لٹایا‘ خوب عیش کیے۔ وہ مجھے دوسروں کے لیے مثال بنا دینا چاہتے تھے۔ میں نے دو ہفتوں میں ان کی دولت میں بارہ ہزار ڈالر کی کمی پیدا کردی تھی۔ اب بتاؤ‘ ایسے صحافی کو کوئی موقع دے سکتا تھا..........؟“

اسی وقت ہوٹل کا ایک ملازم میسیج بورڈ اٹھائے بار میں آیا۔ بلا بورڈ پر اپنا نام دیکھ کر چونکی.......... مسز کیلی! ”میں سمجھ گئی۔“ وہ بڑبڑائی۔ ”اسے پھر دیر ہوگئی ہے۔“ اس نے ملازم کو اشارے سے بلایا۔ ”میں مسز کیلی ہوں۔ کیا میرا فون ہے؟“

”جی ہاں میڈم۔“

”میں ابھی آتی ہوں۔“ بلا نے جے سے کہا۔ پھر وہ لابی کی طرف چلی گئی۔ جے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ بالکل نہیں بدلی تھی۔ جے کو اس کے ساتھ گزرے ہوئے لمحے یاد آئے اور ساتھ ہی اس کے وجود میں دبی ہوئی خواہشیں سر اٹھانے لگیں۔

اس نے بارمین کو اشارہ کرکے اپنے لیے ایک اور جام منگوایا۔ اس نے پشپا سے دوری کے دوران بلا کے ساتھ بہت اچھا وقت گزرا تھا پھر بلا اس کی طرف سے مایوس ہونے لگی۔ اس لیے کہ وہ پشپا سے پیچھا چھڑانے میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہا تھا۔ یوں بلا میں احساس عدم تحفظ بڑھتا گیا.......... پھر ڈیوڈ کیلی درمیان میں آکودا۔ اس نے بلا میں دلچسپی لینا شروع کی۔ اب جے سوچتا تو اسے بلا بے قصور لگتی۔ وہ تو ڈیوڈ کیلی کو ہی الزام دے سکتا تھا۔ وہ غیر شادی شدہ تھا‘ خوبرو اور پرکشش تھا اور سب سے بڑی بات یہ

کہ وہ امریکی تھا۔ بلا لابی سے واپس آگئی۔ وہ بے حد ناخوش نظر آرہی تھی۔ بلکہ سچ پوچھو تو وہ بپھری ہوئی شیرنی لگ رہی تھی۔ اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔ وہ خاموشی سے اپنے اسٹول پر آبیٹھی۔ ”کوئی بری خبر؟“ جے نے نرم لہجے میں پوچھا۔

”بری ہی ہے۔ ڈیوڈ نے معذرت کرلی کہ نہیں آسکتا۔“ وہ بولی۔

”آئی ایم سوری لیکن اس کی کوئی معقول وجہ ہوگی۔“ جے نے خواہ مخواہ اپنے رقیب کی صفائی پیش کی۔

”مجھے کیا معلوم!“ بلا نے تند لہجے میں کہا۔ ”مجھے تو ایک لفظی جواب ملتا ہے ہمیشہ.......... کام.......... کام! ہمیشہ یہی ہوتا ہے گھر پر کوئی دعوت ہو یا ہمیں کہیں جانا ہو‘ ایک ہی انجام ہوتا ہے۔“

”میں یاد نہیں دلانا چاہتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نے تمہیں پہلے ہی خبردار کردیا تھا۔“ جے نے کہا۔ ”میں نے تمہیں بتا دیا تھا کہ وہ کوئی عام سفارت کار نہیں‘ درحقیقت سی آئی اے کا نمبرون ایجنٹ ہے ایشیا میں۔“

”اس کا کام اتنا اہم ہے کہ میں شکایت بھی نہیں کرسکتی۔“

”تمہارے لیے کیا اہم ہے‘ اس کا کام؟ وہ امریکی ایجنٹ ہے‘ بھارتی نہیں۔“

”شٹ اپ جے۔“ بلا نے سخت لہجے میں کہا۔ ”مجھے یاد ہے‘ تمہاری بیوی کو بھی تم سے یہی شکایت تھی۔“

”ٹھیک کہتی ہو۔“ جے کی نظریں جھک گئیں۔ پہلی بار وہ پشپا کے لیے متاسف ہوا۔ ”لیکن بلا! پشپا کو معلوم ہوتا تھا کہ میں کہاں اور کس سلسلے میں مصروف ہوں۔ میرا کام اگلی صبح اخبار میں سامنے آجاتا تھا۔ تم اپنی کہو۔ تم اندھیرے میں رہتی ہو۔ تمہیں تو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا۔“

اس بار بلا کچھ نہ کہہ سکی۔ اس نے خاموشی سے اپنا جام خالی کردیا۔

”اور پیوگی؟“ جے نے پوچھا۔

”نہیں اب مجھے گھر واپس جانا ہے۔“

”اگر میں تمہیں ڈنر کی دعوت دوں تو..“

بلا ہنسنے لگی۔ "تمہارا بہت بہت شکریہ' مگر اب میرا موڈ نہیں رہا۔"

"چلو پھر سہی۔ اگلے ہفتے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

بلا نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ "تم بھول رہے ہو کہ میں شادی شدہ ہوں۔"

جے شرمندہ ہوگیا۔ "مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا انداز اتنا خراب ہے۔ سوری' میں تو بس ایک پرانے دوست کی حیثیت سے.......... سنو' اگلے ہفتے تم ڈیوڈ کے ساتھ آؤ۔ ڈنر میرے ساتھ کرو۔"

"ڈیوڈ کو اچھا نہیں لگے گا۔ اول تو وہ وقت ہی نہیں نکال سکے گا۔"

"تمہارا مطلب ہے' وہ میرے اور تمہارے بارے میں جانتا ہے؟"

"جانتا ہے لیکن انجان بنا رہتا ہے۔ اب میں چلتی ہوں جے۔"

جے اس کے ساتھ باہر نکل آیا اور اس کے لیے ٹیکسی روکی۔ رخصت ہوتے وقت بلا نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ تمہاری دعوت قبول کر ہی لوں۔" وہ بولی۔

"لیکن ڈیوڈ کو اعتراض ہوگا اس پر۔"

"مجھے اتنا بے سود انتظار کرانے کے بعد اسے اعتراض کرنے کا حق نہیں۔ میں تمہیں تمہارے دفتر فون کرلوں گی جے۔"

ٹیکسی چلی گئی۔ جے اپنے گھر کی طرف چل دیا۔

اس کا فلیٹ تیسری منزل پر تھا۔ چھوٹا سا فلیٹ تھا۔ ڈرائنگ روم بڑے سلیقے سے آراستہ کیا گیا تھا۔ کچن تھا' باتھ روم تھا۔ بیڈ روم میں اس نے ایک پرانا ائرکنڈیشنر نصب کرالیا تھا۔ اس لحاظ سے وہ لگژری فلیٹ بن گیا تھا۔ ہفتے میں ایک دن ماسی آتی تھی' گھر کی صفائی کرتی تھی اور اس کے کپڑے دھو جاتی تھی۔

گھر پہنچ کر اس نے کپڑے بدلے' اپنے لیے ایک جام بنایا اور بیڈ روم میں جاکر ائرکنڈیشنر آن کر دیا۔ جام سینے پر رکھ کر وہ بستر پر لیٹا اور چھت کو تکتے ہوئے بلا سے اپنی ملاقات کے بارے میں سوچتا رہا اس نے کیا محسوس کیا تھا.......... پچھتاوا۔ پچھلے چند برسوں میں اسے جب بھی بلا یاد آئی تھی' پچھتاوا بھی ہوا تھا لیکن اس سے زیادہ شدت سے ڈیوڈ

کیلی پر غصہ آیا تھا۔

اسے بلا سے اپنی آخری ملاقات یاد آئی۔ وہ ویت نام میں ایک ہفتہ گزار کر آیا تھا' جب بلا نے اسے بتایا کہ اس دوران وہ ایک امریکی سفارت کار سے ملتی رہی ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ سفارت کار اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ "تم جانتی ہو کہ میں بھی تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" جے نے سرد لہجے میں اسے یاد دلایا تھا۔

"چاہتے ہوگے لیکن تم نے اب تک اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کیا۔"

"دیکھو.......... مجھے وجے کی طرف سے فکر ہے.........."

"اور میری کوئی فکر نہیں' کوئی اہمیت نہیں میری تمہاری نظر میں؟ جے.......... میں اس سے شادی کا وعدہ کر چکی ہوں۔"

"اچھا.......... مجھے اس کا نام تو بتاؤ۔"

"ڈیوڈ کیلی۔"

"کیلی؟ وہ کمینہ.........."

"اسے گالیاں دینے سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا"

"میں اسے اس سے پہلے بھی گالیاں دیتا رہا ہوں۔" جے نے زہریلے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہیں ایک بات بتا دوں۔ وہ ہرگز کوئی سفارت کار نہیں۔ وہ سی آئی اے کا ایجنٹ ہے جو سفارت کاری کی آڑ میں جاسوسی کرتا ہے اور یہ بھی طے ہے کہ وہ بہت آگے جائے گا۔ مگر یقین کرو' وہ شادی شدہ ہے۔ اپنے کام سے شادی کر چکا ہے وہ۔"

لیکن بلا نے اس کی ایک نہیں سنی تھی اور وہ اسے تھپڑ مار کر اس کے فلیٹ سے نکل آیا تھا۔ تب سے اس کی ملاقات بلا سے آج ہوئی تھی۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ وہ بلا سے کبھی خفا نہیں ہوا تھا۔ وہ جو تشدد ہوا تھا تو ڈیوڈ کیلی کے خلاف ہوا تھا۔ یہ الگ بات کہ نشانہ بلا بنی تھی۔ اس نے درحقیقت وہ تھپڑ ڈیوڈ کیلی کو مارا تھا جس نے بلا کو اس سے چھین لیا تھا۔

اسے ڈیوڈ کیلی سے اپنی ملاقات یاد آئی۔ وہ ملاقات بنگلہ دیش میں ہوئی تھی۔

بھارتی فوج کے ایک کرنل کے ساتھ ڈیوڈ کیلی کھڑا تھا۔ ڈیوڈ نے وہ اخبار لہراتے ہوئے جس میں اس کا ایک تجزیہ چھپا تھا' اس سے پوچھا تھا۔ "مسٹر جے' یہ آرٹیکل تم نے لکھا ہے؟"

"اس پر میرا نام چھپا ہے مسٹر کیلی' ایسے میں اس سوال کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟"

"اسے زرد صحافت کہتے ہیں مسٹر جے۔"

"جی نہیں.. یہ حقیقت ہے۔ میں جو محسوس کرتا ہوں' وہی لکھتا ہوں اور مجھ سے شرط لگالیں' دس سال کے اندر میری ہربات درست ثابت ہوگی۔"

"تم پاکستان کے ایجنٹ ہو؟"

"اور تم امریکی سے بڑھ کر یہودی ہو مسٹر کیلی۔ تمہیں پاکستان سے نفرت ہے' تم اسے مٹا دینا چاہتے ہو۔ تمہیں ہندوستان سے کوئی دلچسپی نہیں۔ بس پاکستان کو مٹانے کے لیے ہندوستان سے محبت بگھارتے ہو۔" اس نے ترکی بہ ترکی کہا۔

"تم بدتمیز اور زبان دراز بھی ہو۔"

"میں صحافی ہوں۔ زبان کم اور قلم زیادہ استعمال کرتا ہوں۔" جے نے کہا تھا۔ "ہمت ہے تو میرے لکھے ہوئے حقائق سے اختلاف کرو۔ انہیں دلیل سے رد کرو یا پھر نتائج کے بارے میں شرط لگالو۔"

بھارتی کرنل نے بڑی مشکل سے ڈیوڈ کیلی کو سنبھالا تھا اور جے کو چلے جانے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ پہلی ملاقات جے کبھی نہیں بھولا تھا۔

اور جے کو احساس ہوا کہ اس کے اندر ڈیوڈ کیلی کے لیے بے حد شدید نفرت پلتی رہی ہے جس کا اسے احساس نہیں تھا۔ یہی سب کچھ سوچتے سوچتے وہ سوگیا۔

☆==========☆==========☆

اتوار کی پکنک میں سعادت کے بچے اور اس کی انا سمیت سات افراد تھے۔ وہ گیارہ بجے بلیو ہیون کی گودی پر پہنچے۔ بوٹ بوائے نے اپنی پتواروں والی کشتی کے ذریعے انہیں سعادت کی موٹر بوٹ صدائے کشمیر تک پہنچایا۔ پھر وہ ایک جزیرے کی طرف چل دیے۔ جزیرہ سنسان پڑا تھا۔

"یہ ہوا ہے کمال۔" سعادت نے چہک کر کہا۔ "اتوار کا دن اور جزیرہ خالی۔"

کھانے پینے کا سامان اتار کر وہ لوگ پیراکی میں مصروف ہوگئے۔ ناجی نے آگ دہکائی اور سیخوں پر گوشت بھوننے لگی۔ ذرا دیر بعد سعادت بھی اس سے جاملا۔

جے کے لیے وہ ایک بور دن تھا۔ بس وہ تنہائی سے بچ گیا تھا۔ سعادت کی بیوی ناجی چڑچڑی اور تنک مزاج عورت تھی۔ اسے بمبئی اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس سلسلے میں وہ سعادت سے خفا رہتی تھی۔

پارٹی میں ایک جوڑا بھی تھا۔ ایک کشمیری نوجوان تھا جس کا نام صفدر تھا۔ ایک ہندو لڑکی شانتا اس کے ساتھ آئی تھی۔ ناجی ان دونوں کی بے تکلفی دیکھ کر کچھ زیادہ ہی چڑ رہی تھی۔ کھانے کے بعد ناجی اپنے بچے اور اس کی انا کے ساتھ ایک جگہ جم کر بیٹھ گئی۔ بچے کی عمر پانچ سال تھی۔

سعادت' جے کو الگ لے گیا۔ وہ ناریل کے ایک درخت کے نیچے جا بیٹھے۔ وہ بہت قیمتی تنہائی تھی کیونکہ جے' ناجی کے سامنے بیئر نہیں پینا چاہتا تھا۔ صدائے کشمیر ساحل سے کوئی بیس گز دور لنگر انداز تھی۔ سعادت اسے بڑی محبت سے تک رہا تھا۔ "کتنی پیاری ہے میری بوٹ۔" وہ بڑبڑایا۔

"تم نے کبھی اسے بادبان لگا کر چلایا ہے؟" جے نے پوچھا۔

"اس کے بادبان بھی ہیں میرے پاس۔ بڑے جہازی قسم کے ہیں۔ انہیں سنبھالنا ایک آدمی کے بس کا روگ نہیں۔ سو میں انجن سے ہی کام چلاتا ہوں۔ انجن بڑا طاقت ور ہے اس کا۔ اس کی رفتار بارہ ناٹ تک ہے اور ہر طرح کے موسم کا مقابلہ کر سکتی ہے۔" سعادت نے چند لمحے توقف کیا اور جے کو بہت غور سے دیکھتا رہا۔ "اس میں پارٹنرشپ کرو گے میرے ساتھ؟" اس نے اچانک کہا۔ "ایک لاکھ روپے میں پڑے گی۔ ہم اسے کبھی باری باری استعمال کریں گے اور کبھی مل کر.........."

جے ہنسنے لگا۔ "تمہیں یہ خیال کیسے آیا کہ میرے پاس اتنی بڑی رقم ہو سکتی ہے؟"

"بس یونہی پوچھ لیا تھا۔ دراصل میں کسی اور کو اس میں شریک نہیں کر سکتا۔ تمہاری بات اور ہے۔ اب مجھے اسے فروخت کرنا پڑے گا۔"

"کیوں بھئی؟"

"میرے مالی حالات بہت خراب ہیں۔ بس تم سے یہ بات کر رہا ہوں۔ ناجی تک کو نہیں بتایا ہے۔ میرا بال بال قرضے میں جکڑا ہوا ہے۔ نقد رقم کی سخت ضرورت ہے' ورنہ میری دکان بھی قرق ہو جائے گی۔ قبر کا حال تو مردہ ہی جانتا ہے۔"

جے کو کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ پنجاب میں جو سعادت نے کوآپریٹو اسکیم چلائی تھی' اس میں بعض با اثر لوگوں کا روپیہ بھی ڈوبا تھا۔ غریبوں کے پیسوں پر تو پوری قوم صبر کر لیتی ہے لیکن بڑوں کا پیسا تو واپس کرنا پڑتا ہے۔ وہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ سعادت پر ایسا ہی دباؤ ہو گا۔ "مجھے افسوس ہوا یہ سن کر۔" اس نے کہا۔ "لیکن مجھ جیسا آدمی تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا۔"

"چھوڑو اس بات کو۔" سعادت نے بے پروائی سے کہا۔ پھر اس نے گفتگو کا رخ بدلا۔ "صفدر کو جانتے ہو تم؟"

"ہاں' ترس آتا ہے اس پر۔" جے نے جواب دیا۔ صفدر ان بدنصیبوں میں سے تھا' جنہیں تھوڑے عرصے کے لیے بلندی ملتی ہے اور پھر وہ کہیں کے نہیں رہتے۔ کسی فلم کی کشمیر میں شوٹنگ کے دوران وہ فلم کے ہدایت کار کی نظر میں آیا تھا۔ فلم کے ہیرو پر

ایک خطرناک منظر عکس بند ہونا تھا اور ہیرو کی ہوا خراب ہو رہی تھی۔ صفدر تماشائیوں میں شامل تھا۔ اس نے خود کو ہیرو کی جگہ قربانی کے بکرے کی حیثیت سے پیش کر دیا۔ یوں وہ کشمیر سے بمبئی آیا۔ اسے بے شمار فلمیں ملیں اور اس نے بے تحاشہ دولت کمائی لیکن ساتھ ساتھ اڑاتا بھی گیا پھر ہوا کا رخ بدلا تو اسے سب بھول گئے۔ اب اس کے پاس کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ ہاں لڑکیاں اب بھی اس پر بری طرح گرتی تھیں۔ اب وہ اپنے ماموں کی پرچون کی دکان پر کام کرتا تھا۔ کشمیری ہونے کے ناتے سعادت سے اس کی دوستی ہو گئی تھی۔

"ابھی چند ماہ پہلے اسے رہائی ملی ہے۔" سعادت نے کہا۔ "ہیروئن بیچنے کے الزام میں پکڑا گیا تھا۔ آدمی کو بغیر محنت کیے دولت ملنے لگے تو کہیں کا نہیں رہتا۔"

"مجھے تو اس پر ترس آتا ہے۔" جے نے کہا۔ وہ اس اتفاق پر غور کر رہا تھا کہ پکنک میں شامل تینوں مرد کامیابی کا مزہ چکھ چکے تھے اور ناکام انسان تھے.......... وہ خود' سعادت حسین اور صفدر۔ اب وہ عظمت رفتہ کے سہارے جی رہے تھے۔ تینوں کو خود کو کچھ ثابت کرنے کے لیے دولت کی ضرورت تھی۔

سعادت نے محسوس کر لیا کہ وہ ایسی ہی کوئی بات سوچ رہا ہے۔ وہ چند لمحے اسے الجھن بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر جلدی سے موضوع بدل دیا۔ "اغوا برائے تاوان کی وہ واردات ناکام ہو گئی۔ یاد ہے' ہم اس کے متعلق بات کر رہے تھے۔"

جے کو یاد تھا۔ کشمیری پولیس اتفاقاً اس جگہ پہنچ گئی تھی' جہاں کشمیری حریت پسندوں نے یرغمالی کو رکھا ہوا تھا۔ نتیجتہً تصادم ہوا جس میں یرغمالی کے علاوہ چار حریت پسند اور پولیس کے چھ آدمی ہلاک ہو گئے تھے۔

"اغوا کرنے والوں کی حماقت تھی۔" سعادت کہہ رہا تھا۔ "اول تو یرغمالی کو چھپانے کی وہ مناسب جگہ نہیں تھی۔ جگہ کی بڑی اہمیت ہے۔ اگر میں اغوا کروں تو مجھے معلوم ہے کہ اسے رکھنے کے لیے مناسب ترین مقام کون سا ہے۔ وہ مقام میں نے ایک سال پہلے کشتی رانی کے دوران دریافت کیا تھا۔"

"تم پھر خواب دیکھ رہے ہو۔" جے نے اسے ٹوکا۔

"یہ میری کمزوری ہے۔ میرے لیے چیلنج۔ اغوا کی ایک بے داغ واردات.......... اور یہ کون سی بڑی بات ہے۔ سڑک سے کسی بھی کروڑ پتی کو اٹھالو۔"

"ہاں' یہ ٹھیک ہے۔ پبلک کو سرمایہ داروں سے دلچسپی نہیں ہوتی۔ پولیس بھی مستعدی نہیں دکھاتی۔" جے نے کہا۔

"اغوا کرنا آسان مرحلہ ہے۔" سعادت نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن عافیت کے ساتھ تاوان وصول کرنا اصل چیلنج ہے اور پھر اس کے بعد بھی قانون کی گرفت سے محفوظ رہنا۔ جے' تم نے بھی تو کبھی اسی انداز میں سوچا ہوگا؟"

"ہاں' میں بینک لوٹنے کے خواب دیکھا کرتا تھا.......... بیس سال کی عمر تک۔"

اسی وقت صفدر ان کی طرف چلا آیا۔ "میرے خیال میں کسی کو اغوا کرنا بینک لوٹنے کی نسبت آسان ہے۔" پھر وہ سعادت کی طرف مڑا۔ "یہ جے ہے نا' یہ بینک لوٹنا چاہتا ہے۔"

"اور یہ سعادت کسی کروڑ پتی کو اغوا کرنا چاہتا ہے۔" جے نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔ "تم ہم دونوں میں سے کس کا ساتھ دو گے صفدر؟"

صفدر کچھ دیر بڑی سنجیدگی سے سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "یہ فیصلہ تو بہت مشکل ہے۔ ویسے کروڑ پتی کا اغوا گلے پڑ سکتا ہے۔ پتا چلا کہ اس کے بیوی بچوں نے تاوان ادا کرنے کے بجائے اس سے پیچھا چھڑانے پر آپ کو شکریہ کا خط لکھ دیا۔ اب اس کروڑ پتی کو ڈھول کی طرح گلے میں لٹکائے پھرتے رہیے.........."

وہ سب ہنسنے لگے۔ سعادت نے کہا۔ "چلو کروڑ پتی پر لعنت بھیجو' اگر ہم کسی غیر ملکی سفارت کار کو اغوا کرلیں.........."

"یہاں قونصل سے بڑی کوئی چیز نہیں ملے گی اور اس کے بدلے کیا ملے گا تمہیں؟" جے نے اعتراض کیا۔

"دیکھیں بنیادی بات یہ ہے کہ اغوا ہونے والے کو معلوم نہ ہونے پائے کہ آپ کون ہیں۔" صفدر نے کہا۔ "اغوا کرنے والے بعد میں پکڑے جاتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ اغوا ہونے والا انہیں شناخت کرلیتا ہے۔"

"سیاسی نوعیت کے کیسوں میں ایسا نہیں ہوتا۔" سعادت بولا۔ "میرا آئیڈیا یہ ہے کہ واردات کو سیاسی رنگ دے دیا جائے۔ یوں آپ کا شکار عام مجرموں میں بھی نہیں ہوگا۔ پبلک دلچسپی بھی لے گی اور کسی حد تک اس کی ہمدردیاں بھی آپ کے ساتھ ہوں گی۔"

"تو صوبے کے وزیراعلیٰ کو اٹھالیا جائے؟"

"نہیں' اس کے لیے آپ کو زیادہ لوگوں کی ضرورت ہوگی۔" سعادت نے کہا۔ لگتا تھا' وہ اس سلسلے میں باقاعدہ غور و خوض کرتا رہا ہے۔ "اور پھر وزیراعلیٰ کوئی ایسی سیاسی علامت نہیں۔ سیاسی انداز میں شکار کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کیا جاتا ہے.........."

"میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو نہایت مناسب ہدف ہے۔" جے نے اچانک کہا۔

ان دونوں نے چونک کر اسے دیکھا۔ مذاق میں شروع ہونے والی گفتگو سنجیدہ ہوگئی تھی۔ "کیا کہا تم نے؟" سعادت نے پوچھا۔

"میں ایسے ایک شخص کو جانتا ہوں جو مناسب ترین ہدف ثابت ہوگا۔ وہ ایک اہم ترین آدمی ہے لیکن کسی کو نہیں معلوم کہ وہ اہم ہے۔"

"تو تمہیں کیسے معلوم ہوگیا؟" سعادت نے اعتراض کیا۔

"میں صحافی رہا ہوں' ملک ملک گھوما ہوں۔ میں اس شخص کو برسوں سے جانتا ہوں۔ وہ اس وقت بھی اہم تھا۔ اب تو اہم ترین ہے۔"

"کس اعتبار سے اہم ہے وہ؟"

"اس کا کام بے حد حساس نوعیت کا ہے۔ وہ بہت خفیہ معلومات کا امین ہے۔ اپنے آقاؤں کے لیے اس کی اہمیت اتنی ہے کہ تم تصور بھی نہیں کرسکتے۔" جے اب بڑے جوش سے بول رہا تھا۔ "اس کے دماغ میں جو معلومات ہیں' اس کے آقا بھی نہیں چاہیں گے کہ وہ کسی اور ملک پر کھلیں۔ اگر وہ روس یا چین کے ہتھے چڑھ جائے تو یہ بات بہت تباہ کن ہوگی۔"

"لیکن ہم تاوان کی وصولی بات کر رہے تھے جے............"

"اسے اغوا کرلو تو منہ مانگا تاوان وصول کرسکتے ہو اور سب سے بڑی سہولت یہ کہ وہ بڑی خاموشی سے تاوان ادا کریں گے.......... واویلا کیے بغیر۔"

"ارے.......... وہ دیکھو مردہ کتا۔" سعادت نے اچانک کہا۔

"کہاں؟"

"وہ دیکھو........" سعادت نے اشارہ کیا۔

دوسری طرف سے ناجی کی چیخ سنائی دی۔ اس نے بھی کتے کی لاش دیکھ لی تھی اور اس کی طبیعت بگڑنے لگی تھی۔

اس کے بعد پکنک کا موڈ ہی ختم ہوگیا۔ گفتگو کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا۔ وہ وقت سے پہلے واپس چل دیے۔

سعادت بوٹ کو اسٹیئر کر رہا تھا۔ جے اس کی طرف چلا آیا۔ "بڑے غلط موقع پر کتا نظر آیا۔" اس نے کہا۔ "کام کی باتیں رہ گئیں۔"

"کام کی باتیں!"

"یاد نہیں' ہمارے درمیان کیا گفتگو ہو رہی تھی؟"

"ارے وہ؟" سعادت نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ "مذاق کی بات کو سنجیدہ نہ لو جے۔"

"تم سنجیدہ نہیں تھے؟"

"میں؟ میں تو جاگتی آنکھوں سے یہ خواب دیکھا کرتا ہوں۔"

"لیکن ایک لمحے کے لیے بات خواب کی حد سے نکل گئی تھی اور اس لمحے مجھے ایک خیال سوجھ گیا۔"

"کیسا خیال؟"

"پھر بات کریں گے اس سلسلے میں۔ میرا خیال ہے تم میرے کام آسکتے ہو۔"

"اب تم جاگتی آنکھوں خواب دیکھ رہے ہو۔" سعادت نے ہنستے ہوئے کہا۔

☆-----------☆-----------☆

منگل کو بلا نے جے کے دفتر فون کیا۔ کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر جے نے اپنی ڈنر کی دعوت دہرائی۔ بلا نے قبول کرلی۔ گرین لینڈ میں ان کی ملاقات طے پائی۔ "میں ٹھیک وقت پر پہنچ جاؤں گا۔" جے نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہیں انتظار کرانے کا انجام دیکھ چکا ہوں۔"

اس روز جے کا موڈ بہت خوش گوار رہا حالانکہ مورننگ پوسٹ سے فون آیا تھا کہ فی الحال ان کے ہاں کوئی ادارتی اسامی خالی نہیں ہے۔ مستقبل میں خالی ہوگی تو اس کی درخواست پر ضرور غور کیا جائے گا۔ یعنی مستقبل قریب میں اندھیرے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ بہرحال اسے یقین تھا کہ وہ بھوکا نہیں مرے گا۔

اور پھر دو دن سے اس کے ذہن پر وہ خیال سوار تھا جو پکنک کے دوران اسے سوجھا تھا.......... اور اب وہ اس سلسلے میں معلومات جمع کر رہا تھا۔ شام کو وہ کوئل کلب جانے کے بجائے امریکن سینٹر چلا گیا۔ وہاں اس نے لائبریری کا رخ کیا اور خاموشی سے.......... رازداری سے اپنے مطلب کی معلومات اکٹھی کرتا رہا۔ ایک تجربے کار صحافی ہونے کی حیثیت سے وہ جانتا تھا کہ سی آئی اے کے ایجنٹ' سفارت کاروں کی حیثیت سے بیرون ملک تعینات کیے جاتے ہیں لیکن یہ محض آڑ ہوتی ہے.......... پردہ!

ڈیوڈ کیلی کا ریکارڈ ثابت کرتا تھا کہ وہ سی آئی اے کا ایشیا کا اسپیشلسٹ ایجنٹ ہے۔ یہی نہیں' وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ اب ڈیوڈ اسرائیلی سیکرٹ سروس موساد کے لیے بھی کام کر رہا ہے۔ اپنے پورے کیریئر میں وہ مشرق بعید میں تعینات رہا تھا۔ صرف دو سال اس نے تل ابیب میں گزارے تھے۔ شاید وہیں سے تبدیلی آئی تھی اور اب وہ مشرق بعید کی جگہ برصغیر میں متعین تھا۔ یہ بات خالی از علت نہیں تھی۔

ان معلومات کی روشنی میں جے نے سائنٹیفک اندازوں کی مدد سے ایک خاکہ بنایا جو تقریباً مکمل تھا۔

وہ امریکن سینٹر سے نکلا تو بہت خوش تھا۔ جو کچھ اسے معلوم ہو چکا تھا' اس سے پورے ہندوستان میں شاید ہی کوئی واقف ہوگا۔ امریکی قونصلیٹ جنرل کے دفتر میں ۴۳ سے ۵۰ ایسے ملازم تھے جو درحقیقت سی آئی اے کے ایجنٹ تھے اور سفارتی آڑ میں کام کر

رہے تھے۔ ڈیوڈ کیلی ان میں نمبر ایک تھا اور موساد سے تعلق نے اس کی اہمیت بڑھا دی تھی۔ عہدہ اس کا وائس قونصل کا تھا۔ وہ مشرق میں سب سے زیادہ طاقت ور انٹیلی جنس آپریٹر تھا۔

جے نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ سات بجے تھے۔ وہ گھر جا کر لباس تبدیل کر کے بلا سے ملنے کے لئے آسکتا تھا۔ اب وہ ڈیوڈ کیلی کے متعلق ریسرچ کے دوسرے مرحلے میں داخلہ ہونے کے لیے تیار تھا۔

گرین لینڈ میں بلا سے اس کی ملاقات ہوئی۔ دونوں پیتے اور بیتے دنوں کی یادوں کو تازہ کرتے رہے۔ پھر جے نے گفتگو کا رخ ڈیوڈ کی طرف موڑ دیا۔

"میری باتوں کا غلط مطلب نہ لینا۔" بلا بولی۔ "میرا شوہر بہت اچھا ہے۔ میں اس کی ذہانت کو سراہتی ہوں لیکن وہ صبح آٹھ بجے گھر سے نکلتا ہے اور رات دس بجے واپس آتا ہے۔ عام طور پر چھٹی کے دنوں میں بھی یہی حال ہوتا ہے۔ یہ ازدواجی زندگی تو نہ ہوئی۔ وہ کہتا ہے' کاغذی کام کا انبار ہوتا ہے جو ہمیشہ بڑھتا ہی رہتا ہے......... نمٹانے کے بعد بھی کم نہیں ہوتا۔ سچ......... مجھے تو ترس آتا ہے اس پر۔ اسے ایک ہائی پاور مشین بنا کر رکھ دیا ہے ان لوگوں نے' میرے لیے تو کچھ بچتا ہی نہیں۔"

جے اس کا کہا ہوا ہر لفظ غور سے سن رہا تھا اور یادداشت میں محفوظ کر رہا تھا۔ "تو وہ کام کہاں کرتا ہے؟"

"قونصلیٹ کے ساتھ ہی انیکسی ہے۔ وہاں اس کا دفتر ہے۔" بلا نے بتایا۔ "اصولاً تو یہ بات بھی مجھے نہیں معلوم ہونی چاہیے۔ بس میں اتنا جانتی ہوں کہ صبح ٹھیک آٹھ بجے اسے لینے کے لیے ایک کار آتی ہے۔ وہ چلا جاتا ہے۔ رات کو تھکا ہارا واپس آتا ہے۔ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے کہ وہ میرا پے انگ گیسٹ ہے......... کرائے دار۔ دن بھر میں کسی سے نہیں ملتی۔ اس کے ساتھیوں کی بیویوں کے سوا کوئی کمپنی نہیں ملتی مجھے۔" اس نے منہ پھیر لیا۔ جے کو احساس ہوا کہ وہ آنسو چھپا رہی ہے۔ "یہ جیسا وقت میں تمہارے ساتھ گزار رہی ہوں آج' میں اسے ترستی رہتی ہوں اور مجھے نہیں ملتا۔"

"میں نعم البدل تو نہیں تمہارے شوہر کا لیکن مجھے خوشی ہے کہ تم انجوائے کر رہی

ہو۔" جے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں جے۔"

"بس تو پھر ہم آئندہ بھی ملتے رہیں گے۔"

بلا نے آنسو پونچھے۔ "میں تمہاری شکر گزار ہوں' اگلی دعوت میری طرف سے ہوگی۔ میں جانتی ہوں' یہ کتنا مہنگا ہے۔"

"بیکار باتیں مت کرو۔" جے نے پیار سے اسے ڈانٹا۔ "اچھا یہ بتاؤ' آج کے بارے میں ڈیوڈ کو کیا بتایا ہے تم نے؟"

"میں اپنی سہیلی کے ساتھ ڈنر کر رہی ہوں۔"

جے نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا۔ "تو اب تم واپس جانا چاہو گی؟"

"کوئی ایسی جلدی نہیں۔"

"میں تمہیں تمہارے گھر پہنچا کر آتا لیکن میرے پاس کار نہیں۔ ایک سال پہلے کار بیچنا پڑی تھی مجھے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں ٹیکسی پر چلی جاؤں گی۔"

"وقت ہے تو کچھ دیر چہل قدمی نہ کر لیں۔"

"ضرور۔"

وہ باہر نکلے تو گرمی نے انہیں بے حال کر دیا۔ سڑکوں پر بہت ہجوم تھا۔ وہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چلتے رہے۔ بلا بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ جے نے وہ راستہ منتخب کیا تھا جس سے اس کا فلیٹ خاصا قریب پڑتا تھا۔

"ہم دوست ہیں نا بلا؟" جے نے چلتے چلتے پوچھا۔

"ہاں جے......... اچھے دوست۔"

جے نے اسے خود سے قریب کر لیا۔ اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی بلکہ اس کا لمس خود سپردگی کی گواہی دے رہا تھا۔

سب کچھ اتنا آسان ثابت ہوا کہ جے نے سوچا بھی نہیں تھا۔ پانچ منٹ میں وہ اس کے فلیٹ میں پہنچ گئے۔ پھر طوفان آیا بھی اور گزر بھی گیا۔ وہ دونوں ہی بہہ گئے کیونکہ

بہہ جانا چاہتے تھے۔

بعد کے پُرسکون لمحوں میں بلا نے خجالت سے کہا۔ "میرے بارے میں تمہاری رائے خراب ہوگئی ہوگی لیکن جے' یقین کرو ڈیوڈ نے مہینوں سے مجھے چھوا تک نہیں ہے۔ ایک عورت کی اس سے بڑی توہین کیا ہوسکتی ہے۔ اسے کام کے سوا کچھ سجھائی نہیں دیتا۔" وہ چند لمحے خاموش رہی۔ پھر جھنجلا کر بولی۔ "چھوڑو.......... میں اس کے متعلق تم سے بات کرنا نہیں چاہتی۔"

جے صرف اسی کے متعلق بات کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے یہ ظاہر نہیں کیا۔ "اب دوبارہ کب ملو گی؟" اس نے پوچھا۔

"پتا نہیں.......... میں فون کردوں گی تمہیں۔"

"میں تمہیں فون نہیں کرسکتا۔ دن میں تو ڈیوڈ گھر پر نہیں.........."

"ہمارا فون نمبر راز ہے۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری میں بھی نہیں ملے گا اور مجھے شک ہے کہ ہماری کالیں انیکسی سے مانیٹر کی جاتی ہیں۔ میں نے آج تمہیں گھر سے نہیں' بلکہ پبلک فون سے کال کیا تھا۔ وہ تو میری ٹوہ میں بھی رہتے ہیں۔"

"گڈ لارڈ۔" جے نے کہا اور سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "اس کا مطلب ہے' ممکن ہے تمہاری نگرانی کی جارہی ہو۔"

"ایسا بھی نہیں ہے۔ مجھے بہت پہلے قابل اعتماد قرار دے دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود میں بہت محتاط رہتی ہوں اور جانتے ہو' ڈیوڈ کا کوڈ نیم بھی ہے.......... ٹائی فون۔ میں سوچتی ہوں تو مجھے ہنسی آتی ہے۔" یہ بات اس نے شاید جے کی پریشانی کم کرنے کے لئے مزاحیہ انداز میں کی تھی۔

"ٹائی فون۔" جے نے دہرایا۔

"وہ لوگ خواہ مخواہ بھی بڑی رازداری سے کام لیتے ہیں۔ سب سے چھپاتے ہیں کہ ڈیوڈ کون ہے اور کیا کر رہا ہے۔ شاید وہ حفاظت کے خیال سے رازداری برتتے ہیں۔ ابھی دو سال پہلے دہشت گردوں نے ایتھنز میں چیف آف اسٹیشن کو قتل کر دیا تھا۔ صرف اس لیے کہ اس کے سی آئی اے کے تعلق کی خبر اخبار میں چھپ گئی تھی۔ تب سے وہ

لوگ اور زیادہ محتاط ہوگئے ہیں لیکن اب ایسا بھی کیا۔ کار میں بھی ڈیوڈ کے ساتھ باڈی گارڈ رہتا ہے انیکسی کی تو بات ہی چھوڑو۔"

"ٹائی فون۔" جے نے پرخیال انداز میں پھر دہرایا۔

☆-------------☆-------------☆

اگلی صبح غیر متوقع طور پر جے کا خوش قسمتی سے واسطہ پڑا۔ وہ کئی دن سے اخبار کے حوالوں کی لائبریری سے استفادہ کرنا چاہ رہا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ لائبریری کی اینگلو انڈین انچارج مسز ڈیسوزا بڑی سخت مزاج عورت تھی۔ وہ جے کو خود فائلیں کھنگالنے کی اجازت ہرگز نہ دیتی۔ وہ اس سے پوچھتی کہ اسے کس قسم کی معلومات درکار ہیں اور وہ اسے جو فائلیں دیتی ان کی رسید بھی لیتی جبکہ جے یہ نہیں چاہتا تھا۔ اسے حقائق کی ہی نہیں' کسی آئیڈیے کی بھی جستجو تھی اور وہ کوئی سراغ بھی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

بدھ کی صبح اسے معلوم ہوا کہ مسز ڈیسوزا بیمار ہوگئی ہیں اور.......... کم از کم تین دن دفتر نہیں آئیں گے۔ موقع مناسب تھا۔ لنچ کے وقت میں جے' مسز ڈیسوزا کی اسسٹنٹ کے پاس چلا گیا۔ وہ بڑی اچھی عادت کی تھی اور حجت کبھی بھی نہیں کرتی تھی۔ جے نے اسے بتایا کہ وہ جرم کے موضوع پر مضامین کی ایک سیریز کے سلسلے میں تحقیقی مواد جمع کر رہا ہے۔ یہ موضوع اتنا متنوع تھا کہ اس حوالے سے وہ لائبریری کی کوئی بھی فائل لے سکتا تھا۔ تھکی ہوئی اسسٹنٹ نے اسے خود اپنی مرضی کی فائلیں دیکھنے کی اجازت دے دی۔

جے نے کلب کی مصروفیت اور شراب کی قربانی دی اور پانچ بجے شام اس سلسلے میں کام شروع کردیا۔ لائبریرین نے اسے کام کرنے کے لیے ایک الگ تھلگ میز دے دی تھی۔ جے نے میز پر فائلوں کا انبار لگا دیا۔ ان میں اغوا' قتل' ڈکیتی اور جرم کی کئی شاخوں کے بارے میں فائلیں تھیں۔ جے کو دلچسپی صرف اغوا کی فائل سے تھی لیکن وہ اس دلچسپی کو چھپائے رکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے فائلوں کی دکان لگا لی پھر انہیں پڑھنے میں مصروف ہوگیا۔

"دی اسٹار" کے پاس دنیا بھر کے اخباروں کے تراشوں کا بہت بڑا خزانہ تھا۔

برطانیہ اور امریکہ کے بہترین اخباروں کے گذشتہ ستر سال کے تراشے وہاں محفوظ تھے۔ مقامی اخبار تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھے۔ اغوا کی کوئی واردات ایسی نہیں تھی جس کی مکمل تفصیل تراشوں کی شکل میں موجود نہ ہو۔ جے پڑھتا رہا۔ وقتاً فوقتاً وہ نوٹس لیتا۔ کہیں تقابلی حوالے درج کرتا۔

اس کا کام آدھا ہوا تھا کہ اسسٹنٹ لائبریرین نے اسے چونکا دیا۔ "چھ بجے ہیں۔ اب مجھے جانا ہے۔"

"اوہ۔" جے نے مایوسی سے کہا اور فائلیں سمیٹنے لگا۔

"آپ کو اٹھنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کام ختم کرلیں تو لائبریری لاک کر کے چابی چوکیدار کو دے دیجئے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ مجھے ایک گھنٹا اور لگے گا۔"

جے کو اب طلب ے ستار رہی تھی۔ کوئل کلب یاد آ رہا تھا لیکن کام نمٹا کر اٹھنا ہی بہتر تھا۔

بالآخر اس نے اغوا والی تمام فائلیں نمٹائیں اور سوچا کہ مزید نوٹس اگلے روز تیار کرلے گا۔ تمام فائلیں سمیٹ کر اس نے الماری میں رکھیں۔ جو کچھ اس نے اب تک پڑھا تھا' اس کے تحت وہ اغوا کی وارداتوں کو دو درجوں میں تقسیم کر سکتا تھا.......... کامیاب اور ناکام۔ ایسے چند ہی کیس تھے جنہیں مکمل طور پر کامیاب قرار دیا جاسکتا تھا۔ یعنی ان میں مجرموں نے کوئی قابل ذکر سراغ بھی نہیں چھوڑا تھا۔ انہوں نے بخیرو خوبی تاوان وصول کرنے کے بعد یرغمالی کو زندہ بھی چھوڑ دیا تھا اور گرفتار بھی نہیں ہوئے تھے لیکن ابھی جے تجزیہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ اسے ایک اور موضوع پر معلومات درکار تھیں۔ اس نے اب کے کیبنٹ سے جو فائل نکالی' وہ کشمیر سے متعلق تھی۔ اس میں کشمیر کا اب تک کا سیاسی پس منظر بھی تھا اور کشمیر لبریشن فرنٹ سے متعلق تشنہ معلومات بھی۔ وہ اس فائل کو بہت غور سے پڑھتا اور نوٹس لیتا رہا۔ کشمیر کے منتخب وزیر اعلیٰ شیخ کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ موقع پرست آدمی ہے۔ اسے اپنی وزارت اعلیٰ بھی عزیز ہے اور کشمیری حریت پسندوں سے بھی اس کے روابط ہیں۔ وہ انہیں مشوروں

سے بھی نوازتا رہتا ہے۔ کشمیر لبریشن فرنٹ کے بارے میں لکھا تھا کہ فرنٹ نے ابھی تک کوئی ایسی کارروائی نہیں کی ہے جو انہیں بین الاقوامی طور پر متعارف کراسکے لیکن کشمیری حریت پسند ایسا کچھ کرنے کو بے چین ہیں۔ وہ وسائل کے اعتبار سے بہت کمزور ہیں۔ انہیں پاکستان سے امداد مل سکتی ہے.......... لیکن کچھ تو بین الاقوامی مصلحتوں کی وجہ سے اور کچھ بھارت کے قبل از مرگ واویلا سے پاکستان مجبور ہے۔ کھل کر ان کی مدد نہیں کرسکتا۔

جے پال کو کشمیر سے یا کشمیریوں کی جدوجہد آزادی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن اہم نکتہ یہ تھا کہ کشمیری حریت پسند کچھ کرنے کو بے تاب ہو رہے تھے اور کشمیر کے وزیر اعلیٰ شیخ سے سعادت حسین کے اچھے تعلقات تھے۔

جے نے ایک گہری سانس لے کر فائل بند کر دی۔

یہ آئیڈیا یا خواب بنیادی طور پر سعادت کا تھا لیکن جے اس کا تعبیر کی زبان میں ترجمہ کر رہا تھا۔ یہ فیصلہ جے پہلے ہی کر چکا تھا کہ سعادت چاہے یا نہ چاہے' اسے اس منصوبے میں شامل ہونا پڑے گا۔ وہ پہلا موقع تھا کہ جے نے اسے منصوبہ قرار دیا تھا۔ پروجیکٹ ٹی.......... ٹی فار ٹائی فون!

☆------------☆------------☆

جے آٹھ بجے کے قریب کوئل کلب پہنچا تو سعادت بار میں موجود تھا۔ وہ اورنج جوس کی چسکیاں لے رہا تھا۔ سامنے ایک پلیٹ میں پیسٹریاں موجود تھیں۔

"بہت دیر کر دی تم نے۔" اس نے جے کو دیکھتے ہی کہا۔ "کیا منگواؤں تمہارے لئے؟"

"تم ابھی گھر نہیں گئے۔ کھانا گھر پر نہیں کھاؤ گے؟" جے نے پوچھا۔

"بس گھر پر ذرا بدمزگی ہوگئی ہے۔ اخراجات بڑھ رہے ہیں۔ انا بھی تنخواہ بڑھانے کا مطالبہ کر رہی ہے۔ ناجی مجھے کلب میں فضول خرچی کا الزام دیتی ہے۔ میں تو عاجز آگیا ہوں۔" سعادت نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "تم غیر شادی شدہ لوگ نہیں جانتے کہ کتنے خوش قسمت ہو۔"

"واقعی.......... مجھے تو نہیں معلوم۔ میں تو شادی شدہ ہو کے بھی شادی شدہ نہیں تھا۔"

"دیکھو نا.......... تم لڑکیوں کے پیچھے کھلے عام بھاگ سکتے ہو' کوئی روکنے والا نہیں تمہیں۔ تم پر کوئی ذمے داری.......... کوئی بوجھ نہیں۔ مالی پریشانی شادی شدہ آدمی کی کمر توڑ دیتی ہے۔ تم جو چاہو کر سکتے ہو' جب' جہاں چاہے جاسکتے ہو۔"

"ممکن ہے' تم ٹھیک کہتے ہو۔ موٹر بوٹ بیچنے کی کہیں بات کی تم نے؟"

"اگلے ہفتے اخبار میں اشتہار دوں گا۔ افسوس ہو رہا ہے لیکن مجبوری ہے۔ ایک قرض خواہ بری طرح پیچھے لگا ہوا ہے۔"

"میری ایک بات مانو گے۔" جے نے کہا۔ "اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے مجھے ایک بار اس میں سیر کرادو۔"

"ٹھیک ہے۔ اتوار کو شاید ہم جائیں گے.........."

"میں چاہتا ہوں' بس تم اور میں ہوں اور چھٹی کا دن نہ ہو۔ وقت نکال سکتے ہو؟"

"ممکن ہے لیکن.........."

"میں تم سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

سعادت نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔ "محض ضروری بات کرنے کے لئے صدائے کشمیر پر سفر!"

"صرف ضروری بات نہیں' تم مجھے وہ مقام بھی دکھادو جس کا تم نے پکنک والے دن تذکرہ کیا تھا۔"

"کس مقام کی بات کر رہے ہو؟"

"وہ جو تم نے گذشتہ سال دریافت کیا تھا.......... جزیروں کے درمیان۔ جس کا کسی کو علم نہیں۔ دکھا سکتے ہو مجھے؟"

"ضرور۔ لیکن کیوں..........؟"

"بس' میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ منگل کا دن مناسب رہے گا؟"

سعادت نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆----------☆----------☆

منگل تک اسے کئی اور کام نمٹانے تھے۔ سب سے پہلے اس نے دی اسٹار کے ریکارڈ روم سے اپنے نوٹس مکمل کیے۔ جمعرات اور جمعے کو وہ دفتر میں دیر تک رکا اور کام نمٹا کر ہی دم لیا۔ اس نے ایک چارٹ بنایا' جس میں اغوا کی ہر مشہور واردات کے حقائق درج کیے.......... مختلف عنوانات کے تحت۔ اس میں اغوا ہونے والوں کے نام اور ان کی عمریں تھیں۔ ہر جرم کا علیحدہ علیحدہ محرک تھا۔ طریق کار کی مختلف وضاحت تھی اور آخر میں ہر واردات کا انجام درج تھا۔

جمعے کی رات اس کام سے فارغ ہوتے ہوتے اسے دس بج گئے۔ وہ چوکیدار کو لائبریری کی چابی دے کر باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر اس نے فیصلہ کیا کہ کلب جانے کے بجائے سیدھا گھر جائے گا۔ پہلی بار اسے احساس ہوا کہ کلب میں ساڑھے پانچ بجے سے جو وہ وقت اور پیسہ برباد کرتا تھا تو اس کا سبب یہ تھا کہ اسے زندگی کے تھکا دینے والے معمولات کی تلافی کے لیے کوئی دلچسپی میسر نہیں تھی۔ اب یہ پروجیکٹ اس کی ہابی بن گیا تھا۔

اسے دفتر سے دو دن کی چھٹی کے لیے جواز بھی تلاش کرنا تھا۔ چنانچہ اس نے ہفتے کی سہ پہر سے پیٹ میں شدید درد کی شکایت شروع کر دی۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ لگتا ہے' اس کا پیچش کا مرض پھر ابھر رہا ہے۔ برسوں پہلے بنکاک میں اسے شدید پیچش ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے تقریباً ہر سال گرمیوں میں اسے پیچش کی شکایت ہو جاتی تھی۔ اس کا علاج بس یہ تھا کہ وہ چند روز آرام کرتا تھا اور ایمی ٹین کے انجکشن لگواتا تھا۔ اس روز اس نے دفتر سے جلدی چھٹی لی اور یہ بھی بتا دیا کہ ممکن ہے اگلے ہفتے کے دوران اسے چھٹیاں کرنی پڑیں۔

عام حالات میں چھٹیوں کے لیے میڈیکل سرٹیفکیٹ دینا پڑتا تھا لیکن اسے یقین تھا کہ اس کے ملازمت سے رضاکارانہ دستبردار ہونے کی بنا پر' مسٹر سو' اس بار میڈیکل سرٹیفکیٹ پر اصرار نہیں کریں گے۔

اتوار کا دن اپنے جمع کردہ حقائق کو باقاعدہ ترتیب دینے اور ان کا تجزیہ کرنے میں

گزرا۔ پھر اس نے رینٹ اے کار فون کر کے معلوم کیا کہ اسے چوبیس گھنٹے کے لیے کرائے پر کار مل سکتی ہے۔ اسی شام اسے کار مل گئی۔ وہ دو سال پرانی فاکس ویگن تھی۔ اس کے لیے جو رقم اس نے جمع کرائی' وہ اس پروجیکٹ پر اس کی پہلی سرمایہ کاری تھی۔

رات اس نے کار ایک پارکنگ لاٹ میں کھڑی کی۔ صبح وہ چھ بجے اٹھا اور تیار ہوا۔ اس نے 8X30 کی دوربین نکالی اور پھر جا کر کار نکال لایا۔

وہ کار میں بیٹھ کر بندرگاہ کے قریب واقع سرنگ کی طرف گیا۔ یہ سرنگ بمبئی کو پونا سے ملاتی تھی۔ سرنگ عبور کر کے اس نے پونا کے پُرسکون مضافاتی علاقے کا رخ کیا۔ کہنے کو وہ علاقہ پونا کی حدود میں تھا لیکن درحقیقت پونا سے کافی دور تھا۔

کواری ہل سلیقے سے بنا اپارٹمنٹ ہاؤس تھا۔ کچھ فاصلے پر ایک اونچا ٹیلا تھا۔ وہ ٹیلے کی طرف چلا گیا۔ فاصلہ زیادہ تھا لیکن دوربین کی مدد سے وہ بخوبی کواری ہل کا جائزہ لے سکتا تھا۔ ایک چٹان کے پیچھے بیٹھ کر اس نے دوربین آنکھوں سے لگالی۔ تین منٹ کے جائزے کے بعد وہ قائل ہو گیا کہ وہاں حفاظتی انتظامات بے حد مکمل ہیں۔ احاطے کی دیواروں کے اوپر دس فٹ اونچا خاردار جنگلا تھا۔ ایک کمرا گیٹ پر تھا جو یقینی طور پر محافظوں کے قبضے میں تھا۔ ذرا دیر بعد اسے مسلح پہرے دار بھی نظر آگیا۔ اسے کوئی مایوسی نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ اس کا منصوبہ ہی اور تھا۔

وہ بیس منٹ تک کمپلیکس کا جائزہ لیتا رہا۔ اس وقت پہرے داروں کے سوا کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ ساڑھے سات بجے اس نے دوربین نگاہوں سے ہٹا دی۔ اب اسے کچھ اور چیک کرنا تھا۔ وہ کار میں بیٹھ کر اسی طرف چل دیا جہاں سے آیا تھا۔ کواری ہل کے سامنے ایک چھوٹا سا شاپنگ سینٹر تھا اور وہاں ایک سپر مارکیٹ' ایک پوسٹ آفس اور نیویارک کے فرسٹ نیشنل سٹی بینک کی ایک شاخ تھی۔ اس نے گاڑی ایک طرف پارک کی اور انجن بند کر کے انتظار کرنے لگا۔

اپارٹمنٹ کمپلیکس پام کے درختوں کی وجہ سے نظروں سے اوجھل تھا مگر اس میں کوئی مضائقہ نہیں تھا' اس لیے کہ وہ قریب سے کمپلیکس کا جائزہ لینا بھی نہیں چاہتا تھا۔ دکانیں ابھی نہیں کھلی تھیں۔ کبھی کبھی کوئی کار گزرتی۔ اس کے علاوہ ہر طرف سناٹا تھا۔

آٹھ بجنے میں ٹھیک پانچ منٹ تھے کہ سبز رنگ کی پلائی ماؤتھ کواری ہل کے ڈرائیو وے میں مڑی۔ دو منٹ بعد کار باہر آئی۔ وہ صرف چند سیکنڈ کے لیے کمپلیکس کی سیکیورٹی چیک پوسٹ پر رکی تھی۔ ڈرائیور نے گاڑی مین روڈ پر موڑنے سے پہلے احتیاطاً ادھر ادھر دیکھا اور پھر گاڑی کواری ہل روڈ پر لے آیا۔

جے کے لئے یہ مہلت بہت تھی۔ اسے کار کی عقبی سیٹ پر بیٹھے شخص کو پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی جو سر جھکائے کچھ پڑھ رہا تھا۔ وہ ڈیوڈ کیلی تھا۔ جے نے اپنی کار سبز پلائی ماؤتھ کے پیچھے لگا دی۔

☆-----------☆-----------☆

کچھ دیر بعد جے بندرگاہ کے قریب واقع ایک پارک میں بینچ پر بیٹھا تھا۔ دوربین اس کی آنکھوں سے لگی تھی۔ کوئی اسے دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ وہ بندرگاہ کا نظارہ کر رہا ہے لیکن درحقیقت اس کا ہدف امریکی قونصلیٹ جنرل کی عمارت تھی۔ اسے عمارت میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو انگریزی حروف ایل کی شکل کی اس عمارت کی انیکسی کا جائزہ لے رہا تھا۔

آٹھ بج کر اکیس منٹ پر سبز پلائی ماؤتھ عمارت میں داخل ہوئی اور انیکسی کے گیراج کی طرف چلی گئی۔ جے نے سرنگ میں داخل ہونے سے پہلے ہی پلائی ماؤتھ کو اوورٹیک کر لیا تھا اور اس سے پہلے یہاں پہنچ گیا تھا۔

اب مزید جائزہ لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ جو معلوم کرنا چاہتا تھا' معلوم کر چکا تھا۔ ڈیوڈ کیلی ایک لمحے کے لیے بھی حفاظتی انتظامات سے دور نہیں ہوتا تھا۔ گھر سے آفس تک کا اس کا سفر ایک قلعے سے دوسرے قلعے تک کا سفر تھا اور دونوں قلعے ناقابل تسخیر تھے۔

جے کو اس صورت حال سے مایوسی نہیں ہوئی۔ اس کے لیے وہ چیلنج تھا اور ایک بات کی تصدیق ہو گئی تھی۔ ڈیوڈ کیلی بہت اہم تھا.......... اور بہت قیمتی شکار تھا!

☆-----------☆-----------☆

سعادت منگل کی صبح سویرے ہی جے کو لینے کے لیے اس کے فلیٹ پہنچ گیا' وہ بلیو

ہیون کی جیٹی پر پہنچے' جہاں صدائے کشمیر موجود تھی۔ وہ کار سے اترے' اپنے بیگ اٹھا اور بوٹ بوائے کو آواز دی جو ایک کشتی کی مرمت کر رہا تھا۔ اس کی تنخواہ جیٹی پر کھ ہونے والی کشتیوں کے مالکان مل کر ادا کرتے تھے۔ وہ کشتیوں کی دیکھ بھال کرتا تھا بوقت ضرورت مرمت کے سلسلے میں چھوٹے موٹے کام بھی کر دیتا تھا۔

"ٹھیک تو ہو رامو؟" سعادت نے لڑکے سے پوچھا۔ "افیم چل رہی ہے؟"

"افیم؟" رامو نے بناوٹی حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہاں بیٹا افیم' مجھے معلوم ہے' تم افیم سے شغل کرتے ہو۔" سعادت نے کہا۔ وہ جے سے مخاطب ہوا۔ "اتوار کا دن رامو کے لیے بہت مصروف ہوتا ہے' اس لیے پیر کو چھٹی کرتا ہے۔ اس کے افیم کے شوق کی ہمیں پروا نہیں بشرطیکہ یہ کام ٹھیک رہے۔"

رامو نے کچھ نہیں کہا۔ اس نے دونوں کے بیگ چھوٹی کشتی میں رکھے اور ا بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جے نے کشتی میں بیٹھنے کے بعد سعادت سے پوچھا۔ "اگر تم کبھی تفریح کا پروگرام بناؤ تو اپنی بوٹ تک کیسے پہنچو گے؟"

"یہ تو رامو ہی بتائے گا۔ کیوں رامو؟"

"میری کشتی یہاں موجود رہتی ہے۔ آپ خود اسے استعمال کر سکتے ہیں۔" را نے جواب دیا۔

وہ انہیں صدائے کشمیر تک لے گیا۔ بوٹ میں پہنچتے ہی سعادت نے دونوں انجن اسٹارٹ کر دیے۔ جے نے سیلون کی طرف جانے والا دروازہ کھولا اور دونوں وہاں پہنچا دیے۔ ذرا دیر بعد کشتی پانی پر دوڑ رہی تھی۔ سعادت نے اس کی رفتار کم تھی۔ وہ جنوب کی طرف سفر کر رہے تھے۔ وہ چھوٹا جزیرہ گزر گیا جہاں انہوں نے گذ ہفتے پکنک منائی تھی۔ اب وہ کھلے سمندر میں سفر کر رہے تھے۔ جے کاک پٹ سعادت کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بیئر کی بوتل تھی۔

دوپہر کے وقت وہ مشرقی ساحل کے قریب پہنچے۔ وہاں پانی میں ایک چھوٹی پہاڑی تھی جو کوئی پانچ چھ سو فٹ بلند ہوگی۔ اس کے دوسری طرف جنوبی رخ پر ایک

پتھا ساحل تھا۔ سعادت نے بوٹ کا رخ موڑا۔ اب بوٹ ساحل کے متوازی دوڑ رہی تھی۔ چند منٹ بعد جے کو نظر آ گیا کہ سعادت کو کیا جستجو تھی۔ وہ جنوب کی سمت چٹانوں کے درمیان ایک چھوٹی' تنگ سی کھاڑی تھی جس کے اختتام پر ایک بلند چٹان جیسے راستہ روکے کھڑی تھی مگر چٹان کے پہلو میں ایک تنگ راستہ تھا۔ قریب سے دیکھنے والے کے لیے بھی امکان یہی تھا کہ وہ اسے نظر نہیں آئے گا۔ سعادت نے بھی اسے اتفاقاً دریافت کیا ہوگا۔

سعادت نے تنگ راستے کے قریب صدائے کشمیر کا لنگر گرا دیا۔ "اب پاؤں پاؤں چلنا پڑے گا۔" اس نے مزاحیہ لہجے میں کہا۔

وہ تنگ راستے سے گزرے جو اندر کی تاریکی کی وجہ سے چٹان ہی معلوم ہوتا تھا۔ وہاں پانی بس گھٹنے گھٹنے تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ زمین اچانک ہی بلند ہوگئی تھی۔ اندر راستہ خاصا کشادہ تھا۔ وہ چٹانوں سے گھرا ایک ہال سا تھا جو آگے بند ہوگیا تھا۔ داہنی سمت والی چٹان ایک دیوار کی شکل میں تھی۔ سعادت نے ٹارچ روشن کرلی۔ "یہاں تمہیں کوئی غیر معمولی بات نظر آتی ہے؟" اس نے جے سے پوچھا۔

جے نے بہت باریک بینی سے گرد و پیش کا جائزہ لیا پھر بولا۔ "نہیں۔"

"غور سے دیکھو۔" سعادت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ صورت حال سے لطف لے رہا تھا۔

جے کو غور سے دیکھنے پر بھی کچھ نظر نہیں آیا۔ "نہیں بھئی' مجھے تو کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آئی۔"

سعادت نے داہنی جانب والی چٹانی دیوار کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بظاہر ایک پتلی سی دراڑ تھی جو غور سے دیکھنے پر بھی نظر نہیں آتی تھی۔ "آؤ میرے ساتھ۔" سعادت نے کہا اور دراڑ کی طرف بڑھ گیا۔ جے کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس دراڑ میں سے گزرا بھی جا سکتا ہے لیکن قریب پہنچ کر اس کی غلط فہمی دور ہوگئی۔ دراڑ میں گھسا جا سکتا تھا۔

دراڑ میں سے گزر کر تو وہ حیران ہی رہ گیا۔ وہ بہت کشادہ جگہ تھی جس میں پانچ سو افراد بھی سما سکتے تھے۔ "یہ تو جادو ہوگیا۔" وہ بڑبڑایا۔

"جانتے ہو' یہ اسی اونچی پہاڑی کا حصہ ہے جو ابھی تم نے دیکھی تھی۔ وہ کھو
پہاڑی ہے۔ یہ اسی کی کھوہ ہے۔"

جے تو ششدر رہ گیا تھا۔ اس نے سعادت کی طرف دیکھا' وہ مسکرا رہا تھا۔

"بس میں اتفاقاً ادھر آنکلا تھا۔" سعادت نے کہا۔ "اور یقین کرو' یہاں کا حال
کر لگتا تھا کہ کسی انسان کے قدم یہاں تک نہیں پہنچے ہیں۔"

"مجھے بھی یقین ہے اس بات کا۔" جے نے کہا۔

وہاں سیلن کی بو تھی۔ خنکی کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے' دھوپ کے
پہنچنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ یہ بھی بڑی بات تھی کہ وہاں گھٹن نہیں تھی۔ جے کے
میں عجیب سی سنسنی دوڑنے لگی۔ یہ جگہ اس کے منصوبے کے لیے ہر اعتبار سے آئیڈ
تھی۔ وہ سعادت کی طرف مڑا۔ "چلو.......... واپس چلیں۔"

وہ کھوہ سے باہر آئے۔ پانی کچھ بڑھ گیا تھا۔ انہیں بوٹ تک تیر کر جانا پڑا۔ بوٹ
پہنچ کر انہوں نے سینڈوچ نکالے اور سیلون میں میز پر جا بیٹھے۔ جے نے اپنے لیے بیئ
بوتلیں بھی لے لی تھیں۔

کھانے کے بعد سعادت نے خود ہی موضوع چھیڑا۔ "تم مجھ سے کچھ بات
چاہتے تھے جے؟"

"ہاں۔"

"تمہارے یہاں آنے کی دو وجوہ تھیں۔ ایک یہ کھوہ دیکھنا' سو میں نے یہ تمہ
دکھادی۔ اب بولو' میں تو اپنے حصے کا کام کر چکا۔"

"میرا خیال ہے' تم میری بات سمجھ گئے ہو۔"

"میں صرف یہ سمجھ سکا ہوں کہ تم ان دنوں کچھ عجیب سے ہو رہے ہو۔"

"کیوں؟ یہ خیال تمہیں کیوں آیا؟"

"دیکھو' جس وقت اس مقام کا تذکرہ ہوا تھا' اس وقت ہمارے درمیان اغوا
گفتگو ہو رہی تھی۔"

"ہمارے درمیان' اغوا برائے تاوان' کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔ تم نے

تھا' تمہیں ایک ایسی جگہ معلوم ہے جس کی طرف کسی کا دھیان نہیں جاسکتا' جو یرغمالی کو
چھپانے کے لیے مناسب ترین ہے۔ اب میں تم سے متفق ہوں۔ تم نے مبالغے سے کام
نہیں لیا تھا۔"

"تم اسے گفتگو کہتے ہو۔ وہ نری بکواس تھی۔" سعادت نے احتجاج کیا۔

"یہاں میں تم سے اتفاق نہیں کروں گا۔"

"خدا کی پناہ! تم سنجیدہ ہو۔ بھائی' میں سنجیدہ نہیں تھا۔"

"دیکھو سعادت' اب مجھے چھوڑ کر پیچھے نہیں ہٹو۔"

"پیچھے.......... کس چیز سے؟"

"اس خیال سے جو پکنک کے دوران تم نے میرے دماغ میں ٹھونسا تھا۔ میں اس
وقت سے مسلسل اس پر غور کرتا رہا ہوں۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ میں نے اس پر بھرپور کام کیا
ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ کام کیا جاسکتا ہے۔ میں نے تمہارے خواب کو اپنایا'
اسے حقیقت میں ڈھالنے کی ترکیبیں سوچیں اور یقین کرو' میرا منصوبہ ناکام نہیں ہو
سکتا۔"

"تم کہاں کی ہانک رہے ہو؟" سعادت کے لہجے میں پریشانی تھی۔

"میرا خیال ہے' تم کسی حد تک اندازہ لگا چکے ہو۔" جے نے نہایت اطمینان سے
کہا۔ "خیر.......... میں دو ٹوک بات کروں گا۔ میں کسی کو اغوا کرنا چاہتا ہوں.......... اور
اغوا کرنے کے بعد اسے یہاں لا کر رکھنا چاہتا ہوں اور مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت
ہے۔"

"خدا کی پناہ۔!" سعادت نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "کیا بات کر رہے ہو جے!"

"اگر میں تمہیں قائل کرسکوں کہ میرا منصوبہ بے جھول ہے تو میرا ساتھ دو
گے؟" جے نے پوچھا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں قائل نہ کرسکا تو بات یہیں ختم
کردوں گا۔ اس لیے کہ تمہارے بغیر منصوبے پر عمل نہیں ہوسکتا۔"

"اغوا.......... میرے خدا! جے.......... یہ تمہیں سوجھی کیا ہے؟"

"چاہو تو مایوسی کی انتہا سمجھ لو۔ دیکھو سعادت' ہم ایک دوسرے سے سچ بولیں

گے۔ تم بتاؤ' تمہاری مالی ابتری کس درجے کی ہے؟"

"انتہائی درجے کی۔" سعادت نے جواب دیا۔ "میں بری طرح پھنسا ہوا ہوں۔ کسی نے مجھے کاروبار کے لیے قرض دیا تھا۔ پنجاب میں جو میں نے سرمایہ کاری کی اسکیم شروع کی تھی' وہ رقم اس میں لگا دی۔ وہ بھی ڈوب گئی' میں وہاں تباہی سے تو بچ نکلا' وزیر اعلیٰ کی وجہ سے لیکن یہ قرض بہرحال واجب الادا ہے اور مجھ پر قرض کی ادائیگی کے لیے دباؤ بڑھ رہا ہے۔ فرنیچر کا کاروبار بھی اتنا اچھا نہیں چل رہا ہے۔ میں وہ رقم دکان بیچ کر بھی پوری نہیں کرسکتا۔ کشتی بھی بیچ دوں تو بات نہیں بنے گی۔ سنو جے........ یہ بات کسی کو نہیں بتانا۔ یہ سب کچھ تو میری بیوی کو بھی معلوم نہیں۔ میں تو پھر سرمایہ کاری کی ایک اسکیم شروع کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"پنجاب کی طرح؟" جے نے پوچھا۔

"وہاں جو کچھ ہوا' اس میں میرا قصور نہیں تھا۔ میں نے بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری کی تھی۔ کچھ چلتی ہوئی انڈسٹریز خریدی تھیں۔ کسی نے افواہ پھیلا دی تو اپنا سرمایہ واپس مانگنے والوں کی قطاریں لگ گئیں۔ میرے پاس اثاثے تھے' کیش نہیں تھا' کہاں سے دیتا۔ بس صورت حال بگڑتی چلی گئی۔ سب کچھ لٹ گیا۔ کچھ میرے پارٹنرز نے بھی گڑبڑ کی تھی۔ وہ تو وزیراعلیٰ کا سہارا نہ ہوتا تو جیل میں سڑ رہا ہوتا میں۔ اس نے بروقت مجھے نکل بھاگنے کا مشورہ دیا تھا۔ صرف میری محبت میں نہیں۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس سلسلے میں اس کا نام بھی آئے کیونکہ وہ پوری طرح ملوث تھا۔"

"تمہارے اثر و رسوخ کے بارے میں بعد میں بات ہوگی۔" جے نے کہا۔ "پہلے میں اپنی صورت حال بتا دوں۔ میری ملازمت جاتی رہی اور دوسری ملازمت کا حصول کوئی آسان کام نہیں۔ ملی بھی تو ڈھنگ کی نہیں ہوگی۔ میں بھی مالی طور پر پریشان ہوں اور اس پریشانی سے نجات چاہتا ہوں۔ حل میرے پاس ہے بشرطیکہ تم میرا ساتھ دو۔"

سعادت نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا۔ "تو تم سنجیدہ ہو؟"

"بالکل ہوں۔ تم میرا ساتھ دو۔ تمہارا قرض بھی اتر جائے گا اور بادشاہوں کی سی زندگی بھی گزارو گے۔ اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم منصوبے کے لیے ضروری کیوں

ہو۔ مجھے تم سے تین کام لینے ہیں۔ ایک تو میں یہ جگہ استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ دوسرے تمہاری بوٹ ضروری ہے اور تیسرے کشمیر کے وزیراعلیٰ سے تمہارے تعلقات سے استفادہ کرنا ہے۔ اب بتاؤ' اس سے تمہارے تعلقات کیسے ہیں؟"

"اس سے عرصے سے رابطہ نہیں لیکن تعلقات بہرحال اچھے ہیں۔"

"تم کشمیر جا کر اس سے مل سکتے ہو؟"

"مل سکتا ہوں لیکن کیوں؟"

"بات سنو۔ چند روز میں میری تحقیق مکمل ہو جائے گی پھر میں تمہیں منصوبے کی افادیت پر قائل کرسکوں گا۔"

"تو اس میں صرف میں اور تم شامل ہیں؟" سعادت نے پوچھا۔

"ہمیں دو اور افراد کی ضرورت ہوگی۔ میں صفدر کو بھی شامل کرنا چاہتا ہوں۔"

"صفدر!؟"

"دیکھو' وہ ہماری گفتگو میں شریک تھا۔ اسے باہر چھوڑنا منصوبے کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے اور پھر میں اس کی صلاحیت سے فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔"

"کیا وہ شامل ہو جائے گا؟"

"ہماری طرح وہ بھی ضرورت مند ہے۔ ہے نا؟ صورت حال یہ ہوگی کہ تم اور میں سینئر پارٹنرز ہوں گے۔ تم سے میں وہ تین کام لوں گا جن کا ابھی تذکرہ کیا ہے۔ باقی سب کچھ میرے ذمے........ یرغمالی کے انتخاب سمیت۔"

"اور شاید ہتھیاروں سمیت؟"

"بس ایک ریوالور ہوگا۔"

"اور ریوالور کہاں سے آئے گا؟"

"یہ مسئلہ پہلے ہی حل ہو چکا ہے۔ ادھر دیکھو۔" جے نے اپنے بیگ میں ہاتھ ڈالا اور ایک بھاری لفافہ باہر نکال لیا۔ اس میں کوئی بھاری چیز لپٹی ہوئی تھی۔ لفافے پر تیل کے دھبے بھی تھے۔ جے نے پیکٹ کھول کر ریوالور نکالا تو سعادت کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"یہ پرانی طرز کا سروس ریوالور ہے لیکن کسی کی کھوپڑی تک اُڑا سکتا ہے۔" جے

نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"یہ تمہیں کہاں سے مل گیا بھائی؟"

"یہ میرے پاس تیس سال سے ہے اور اس سے ایک بار بھی گولی نہیں چلائی گئی۔" جے نے ریوالور کو ہاتھوں میں تولا۔ وہ بہت بڑا اور بھاری ریوالور تھا۔ ایک فٹ لمبا اور بھرا نہ ہونے کے باوجود سوا سیر وزنی۔ "میرا سوتیلا باپ کہتا تھا کہ اس صدی میں اس سے بھاری ریوالور نہیں بنایا گیا۔ میرے سوتیلے باپ نے اسے ایک یونانی ملاح سے چھینا تھا۔ یونانی ملاح نے اسے جاپان میں خریدا تھا۔ یعنی اس کا سراغ کسی کو نہیں مل سکے گا۔"

"تو یہ تمہیں تمہارے سوتیلے باپ نے دیا تھا؟" سعادت نے پوچھا۔

"نہیں' یہ میں نے ایمونیشن کے پچاس راؤنڈز سمیت چرایا تھا۔ میں نے سوچا تھا' اس سے اپنے سوتیلے باپ کو شوٹ کروں گا۔"

سعادت کی آنکھوں میں حیرت چمکی۔ "آج تو تم حیران کر دینے کے موڈ میں ہو جے۔"

"میں ان دنوں دس سال کا تھا اور مجھے اپنے سوتیلے باپ سے شدید نفرت تھی۔ میں سوچتا تھا جب بھی موقع ملا' اسے سوتے میں شوٹ کردوں گا۔ میں نے ریوالور چرایا۔ اس لیے کہ یہ غیر قانونی طور پر اس کے پاس تھا اور وہ پولیس میں چوری کی رپورٹ بھی درج نہیں کراسکتا تھا مگر جب میں نے مشق کی تو پتا چلا کہ نہ مجھ سے ریوالور اٹھایا جارہا ہے' نہ ٹریگر دبایا جارہا ہے۔ سو میں نے اسے چھپا دیا۔ کیونکہ اس سے پیچھا چھڑانا آسان نہیں تھا۔ تب سے یہ میرے پاس ہے۔ اسے نیا ہی سمجھ لو۔ میں اسے تیل دیتا رہا ہوں' اس کی صفائی کرتا رہا ہوں۔"

"لیکن کبھی اسے استعمال نہیں کیا؟"

"میرا خیال ہے' اب یہ استعمال ہوگا۔ اب میں اسے چلانے کی مشق کروں گا۔"

"تیس سال بعد؟"

"چلو نا........ ابھی ٹرائی کرلیتے ہیں۔ بیئر کی بوتلیں لگاؤ۔"

وہ دونوں اوپر عرشے پر چلے آئے۔ جے نے ریوالور لوڈ کرلیا۔ سعادت بوتلوں کے بجائے کچھ خالی ڈبے لے آیا تھا۔ اس نے خالی ڈبہ پانی پر اچھالا۔ ڈبا چند لمحے لہروں پر ہلا جلا پھر ٹھہر گیا۔ جے نے ریوالور بلند کیا اور بڑی احتیاط سے نشانہ لیتے ہوئے فائر کر دیا۔ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ وہ لڑکھڑاتے ہوئے ایک قدم پیچھے ہٹا۔ آواز بہت زور دار تھی۔ گولی ڈبے سے کافی اوپر سے گزری تھی۔ جے نے دوسری بار بوٹ کی ریلنگ پر ہاتھ ٹکا کر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے دوسری گولی چلائی۔ گولی اس بار بھی اونچی گئی لیکن ہدف سے نسبتاً کافی قریب تھی۔ تیسری کوشش میں اس نے اپنے بائیں ہاتھ سے ریوالور والے ہاتھ کو سہارا دیا۔ اس بار گولی ڈبے سے صرف چھ فٹ دور گری۔

"اب تم ٹرائی کرو۔" جے نے سعادت سے کہا۔

انہوں نے چوبیس فائر کیے مگر اب ریوالور کا وزن ان کے ہاتھ کے لیے ناقابل برداشت ہوگیا تھا۔ تاہم جے بہتر نشانے باز ثابت ہو رہا تھا۔ اس نے دو بار ڈبے کو نشانہ بنایا تھا۔ تین بار گولی ڈبے سے محض ایک فٹ دور گری تھی۔

سعادت اب لنگر اٹھا رہا تھا۔ جے نے ریوالور کی نال صاف کی' اسے تیل دیا اور دوبارہ لفافے میں لپیٹ دیا۔

واپسی کے سفر میں سعادت موٹر بوٹ اسٹیئر کرتے ہوئے کچھ پریشان لگ رہا تھا۔ بالآخر اس نے کہا۔ "جے........ ٹھیک ہے۔ ریوالور تمہارے پاس ہے لیکن اس معاملے میں اچھی طرح غور کرلو۔ اغوا بہت سنگین جرم ہوتا ہے۔"

"اگر ہم منصوبے کے مطابق کام کریں تو کوئی خطرہ نہیں۔"

"میں ایک بات جانتا ہوں۔ ایسے معاملات اچانک ہی قابو سے باہر ہو جاتے ہیں۔ خبریں بھی یہی بتاتی ہیں۔" سعادت نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نے کام پکا کیا ہے اور میرا خیال ہے' میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ وہ منصوبے ضرور کامیاب ہوتے ہیں جو ذہانت اور احتیاط سے بنائے جائیں۔ اگر ہر شخص اپنے حصے کا کام ٹھیک طرح سے انجام دے تو کوئی گڑبڑ نہیں ہوسکتی۔ ویسے بھی میں ہر چیز پر نظر رکھوں گا اور صرف میں مسلح ہوں گا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے جے، لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ تم جیسے، مجھ جیسے لوگ یہ کام کر سکتے ہیں۔ ذرا سوچو تو.......... ہم کون ہیں۔ عزت دار، پُرامن اور ادھیڑ عمر لوگ۔ میں تمہارے متعلق تو نہیں جانتا لیکن اپنے بارے میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی کو جسمانی تکلیف نہیں پہنچائی۔ میں تو تشدد سے دور بھاگتا ہوں۔ ہم میں اور عادی مجرموں میں یہی فرق ہے۔ ان کا رجحان.......... ان کا جھکاؤ ہوتا ہے جرم کی طرف۔ ان کے پاس اعصاب ہوتے ہیں۔ ہمارے اعصاب ایسے نہیں کہ ہم ایسے کسی منصوبے پر کامیابی سے عمل کر گزریں۔"

"نہیں بھائی۔ دنیا جانتی ہے کہ بیشتر فوجیوں کے اعصاب ایسے نہیں ہوتے کہ وہ جنگ لڑ سکیں۔" جے نے دلیل دی۔ "اس کے لیے انہیں تربیت دی جاتی ہے، فوجی مشقیں کرائی جاتی ہیں۔ یہی کچھ ہم بھی کریں گے۔ سعادت یار! ہم مشق کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ ہمارے لیے معمول بن جائے، ہم اس میں پرفیکٹ ہو جائیں۔ پھر ہمارے ذہن میں ناکامی کا خیال تک نہیں آئے گا۔ ویسے میں اس ٹیم میں ایک پروفیشنل کو بھی شامل کرنا چاہتا ہوں مضبوطی کے لیے۔ کم از کم ایک ایسا سخت جان آدمی ہو، جو دشوار مرحلے میں فائٹ کر سکے۔"

سعادت نے پُرخیال انداز میں سرہلایا۔ "یہ تو عقل مندی ہوئی لیکن ایک اہم بات تم نے نہیں سوچی ہوگی۔ اغوا کرنے والے اپنے شکار کو موت کی دھمکی سے دبا کر رکھتے ہیں۔ کوئی گڑبڑ ہو جائے تو وہ تاوان سے محروم رہ جاتے ہیں.........."

"ہمارے معاملے میں ایسا نہیں ہوگا۔" جے نے وثوق سے کہا۔

"ایک لمحے کو فرض کرو کہ ایسی نوبت آجاتی ہے تو کیا ایسے میں تم اپنے یرغمالی پر بغیر کسی اشتعال کے گولی چلا سکو گے؟ کیونکہ صرف تم ہی مسلح ہوگے۔"

جے نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ "میں نے یہ ریوالور دس سال کی عمر میں چرایا تھا اور کھلونے کے طور پر نہیں چرایا تھا۔ میں سنجیدہ تھا۔ بس ٹریگر نہیں دبا سکا مگر سعادت، میں اس وقت بھی جانتا تھا اور اب بھی جانتا ہوں کہ میں کسی کو بھی قتل کرنے کی اہلیت رکھتا ہوں۔"

سعادت کی نظریں جھک گئیں..........

☆============☆============☆

وہ شام ساڑھے چار بجے بلیو ہیون پہنچے۔ بوٹ بوائے رامو اپنی کشتی میں انہیں کنارے پر لے آیا۔ وہاں سے وہ شہر کی طرف چل دیے۔ راستے میں جے نے سعادت سے کہا کہ وہ اسے اتار دے۔ پھر وہ سعادت کے بتائے ہوئے پتے پر چل دیا۔

صفدر اپنے چچا کی پرچون کی دکان پر دال چاول کی بوریاں سرکا رہا تھا۔ جے کو دیکھ کر وہ مسکرایا۔ ”یہ تو عجیب اتفاق ہوا۔“ اس نے کہا۔

”یہ اتفاق نہیں‘ میں تم سے ملنے آیا ہوں۔ کچھ وقت نکال سکتے ہو؟“ جے نے کہا۔

”ضرور۔“ صفدر نے کہا پھر وہ اپنے چچا کی طرف مڑا۔ ”چچا.......... میں ابھی آیا پندرہ منٹ میں۔“

وہ باہر آیا تو جے نے اس سے کہا۔ ”چائے پئیں گے کہیں بیٹھ کر۔“

”کونے میں ملباری کا ہوٹل ہے۔“ صفدر نے کہا۔

”نہیں کوئی پُرسکون ریسٹورنٹ ہونا چاہیے۔“

صفدر ہچکچایا‘ پھر بولا۔ ”آئیے..........“

کچھ دور ایک صاف ستھرا ریسٹورنٹ تھا۔ وہ وہاں جا بیٹھے۔ جے نے چائے اور پیسٹریاں منگوالیں۔

”آپ کو سعادت بھائی نے میرا پتا دیا ہوگا۔“ صفدر نے کہا۔

”ہاں۔“

”مجھے حیرت ہے کہ آپ مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔“

”مجھے تم سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔“ جے نے کہا۔ ”میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مستقبل میں کیا پروگرام ہے تمہارا؟“

”میں کیا پروگرام بنا سکتا ہوں جے صاحب۔ آپ کو نہیں معلوم‘ جیل کاٹ کر آنے والوں کا کوئی مستقبل نہیں ہوتا۔ کاش میں نے تعلیم مکمل کرلی ہوتی!“ صفدر کے لہجے میں حسرت تھی۔

”تمہیں بہت اچھا چانس مل سکتا ہے۔“

”آپ کی نظروں میں کوئی کام ہو تو بتائیں۔“

جے نے ادھر ادھر دیکھا۔ زیادہ تر میزیں خالی تھیں۔ ”میرے پاس ایک آئیڈیا ہے صفدر۔ اس پر عمل کرکے ہم دونوں دولت مند سکتے ہیں۔“

صفدر نے چائے کا گھونٹ لیا۔ ”کام کی نوعیت بتائیے۔“

”فی الحال میں تفصیل نہیں بتا سکتا۔“

”آپ کو میرا خیال کیوں آیا؟“

”مجھے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو موٹر سائیکل یا سکوٹر پر کرتب بازی کرسکے۔ بولو کیا کہتے ہو؟“

”پہلے آپ کو تفصیل بتانا ہوگی۔“

”فی الوقت میں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ مال بہت تگڑا ملے گا۔“

”صرف موٹر سائیکل کے کرتب دکھا کے؟“

”تمہارا اصل کام صرف یہی ہوگا۔“

”میں فی الحال تو وعدہ نہیں کرسکتا۔“

جے نے چائے کی پیالی خالی کرکے ایک طرف سرکائی۔ ”میں جانتا ہوں‘ تم کیا سوچ رہے ہو۔ تمہارا خیال ہے‘ میں تمہیں کسی بڑی مصیبت میں پھنسا دوں گا اور یہ کوئی غیر قانونی کام ہوگا ورنہ میں تفصیل بتانے سے کیوں ہچکچاتا۔ ہے نا یہ بات؟ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں.......... کچھ دیر کے لیے مجھ پر اعتبار کرو۔ کرسکتے ہو؟“

یہ پوچھنا زیادتی تھی۔ اس کا نفی میں جواب کوئی بھی نہیں دے سکتا تھا۔ صفدر نے

کہا۔ "مجھے آپ پر اعتبار ہے لیکن.........."

"بس پھر مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ تمہیں میری پیش کش میں دلچسپی ہے یا نہیں۔ نہیں تو بات آگے نہیں بڑھے گی۔ ابھی پیچھے ہٹنے کا وقت ہے، بعد میں یہ ممکن نہیں ہو گا۔"

"دیکھیں جے صاحب، آپ کھرے آدمی ہے۔ خود کو کسی ایسے معاملے میں نہ پھنسا بیٹھئے گا جس کے بارے میں آپ کچھ بھی نہ جانتے ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ کسی مصیبت میں پھنسیں۔"

جے مسکرایا۔ "تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ آئیڈیا میرا ہے۔ میں ہی ساتھیوں کا انتخاب کر رہا ہوں اور مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"کوئی جرم کرنا ہے؟"

"میں لفظوں سے کھیلنے کے بجائے تمہارے سوال کا جواب ہاں میں دوں گا۔"

"آپ اس کے لیے مناسب آدمی نہیں ہیں۔" صفدر نے بے حد خلوص سے کہا۔

"میں کسی عام.......... روایتی جرم کی بات نہیں کر رہا ہوں۔" جے نے کہا۔ "اس میں کوئی زخمی نہیں ہو گا۔ یہ بس ذہانت کا.......... اور شاندار منصوبہ بندی کا کام ہے۔ ٹھیک طرح سے عمل کیا گیا تو ناکامی کا کوئی امکان نہیں۔"

"یہ بات میں نے بہت لوگوں کو کہتے سنا ہے۔" صفدر نے متاثر ہوئے بغیر کہا۔ "اور آخر میں انہیں جیل میں ہی دیکھا ہے۔ میں ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہتا کہ جس کی وجہ سے انجام کار مجھے جیل جانا پڑے۔"

جے نے ویٹر سے اور چائے منگوائی۔ صفدر بیٹھا میز پوش کو گھور رہا تھا۔ شاید انکار کرنا اس کے لئے بہت دشوار تھا۔ "بات سنو صفدر، میں فی الحال تم سے ہاں یا نہ میں جواب نہیں مانگ رہا ہوں۔ چند روز سوچ لو اطمینان سے۔ ابھی ہمارے پاس وقت ہے۔ اور ہاں.......... مجھے ایک اور آدمی چاہئے تمہارے علاوہ۔"

"کس قسم کا آدمی؟"

"جان دار ہو۔ لڑنے بھڑنے سے نہ گھبراتا ہو۔ کسی حد تک ذہین ہو تو یہ اضافی

خوبی ہو گی۔ ایسا کوئی آدمی ہے تمہاری نظر میں؟"

"ہے تو سہی لیکن امریکی ہے۔" صفدر نے پُرخیال لہجے میں کہا۔

جے کا منہ بن گیا۔ "کوئی ہندوستانی ہوتا تو اچھا تھا۔"

"بہت سخت جان آدمی ہے اور اسے پیسے کی ضرورت بھی ہے۔ امریکی نیوی کا مفرور ہے۔ یہاں ایک مراٹھی لڑکی کے ساتھ رہتا ہے۔"

"فوجی بھگوڑا؟ وہ تو خطرناک ثابت ہو گا۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ پولیس اس کی تلاش میں ہے۔"

"پھر بھی۔" جے نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔ "تم اسے کیسے جانتے ہو؟"

"ہیروئن کے حوالے سے۔" صفدر نے بتایا۔ "وہ خود تو نشہ نہیں کرتا لیکن غیر ملکی سیاحوں کو کبھی کبھی فراہم کرتا ہے۔ بہت تیز آدمی ہے۔ میں جیل سے باہر آیا تو وہ میرے پاس آیا۔ میں نے کہا، میں تو اب دھندہ نہیں کرتا۔ پھر میں نے اسے ریٹا سے ملوا دیا۔ اب وہ ریٹا کے پاس ہی رہتا ہے۔ تمہیں قوت اور طاقت کی ضرورت ہے تو وہ تمہارا مطلوبہ آدمی ہے۔"

"مجھے کچھ جچا نہیں۔" جے نے کہا۔ پھر کچھ سوچنے کے بعد بولا۔ "مجھے اس سے ملوا سکتے ہو؟"

صفدر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"لیکن اسے کسی قسم کا اشارہ بھی نہیں دینا۔"

☆============☆============☆

اس نے فلیٹ کا دروازہ کھولا تو فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ وہ ڈرا کہ کہیں دفتر سے فون نہ ہو۔ اس نے یہ بھی سوچا کہ جانے وہ کتنی بار کال کر چکے ہوں گے۔ بہرحال وہ اندھیرے میں ہی آگے بڑھا اور ریسیور اٹھالیا۔ "یس.......... جے اسپیکنگ۔"

دوسری طرف بلا تھی۔ جے کو طمانیت اور مسرت کا احساس ہونے لگا۔

"جے.......... میں چھ بار ٹرائی کر چکی ہوں۔" وہ کہہ رہی تھی۔ "تمہارے دفتر بھی فون کیا تھا۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ تم بیمار ہو۔ گھر پر نہیں ملے تو میں پریشان ہو گئی۔"

"ہاں.......... پیچش ہوگئی تھی۔ تم نے میرے آفس میں تو نہیں بتایا کہ میں گھر پر موجود نہیں ہوں؟"

"نہیں' بس میں پریشان ہوتی رہی۔"

"فکر کی کوئی بات نہیں۔ اب میں ٹھیک ہوں۔ بس ذرا آرام کی ضرورت ہے۔ کمزوری بہت ہوگئی ہے۔ تم سناؤ' کیسے یاد کیا مجھے؟"

"میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔ اب چند دن میں آزاد ہوں۔"

"تو ڈیوڈ.........."

"وہ شہر سے باہر گیا ہوا ہے۔"

"اوہ.......... تو کب کا پروگرام ہے؟"

"بس میں آدھے گھنٹے میں تمہارے فلیٹ آرہی ہوں۔"

"لیکن میں تمہیں کھلاؤں گا کیا؟ میں تو ہوٹل میں کھاتا.........."

"کھانے کا مطالبہ کون کر رہا ہے۔" بلا نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

☆------------☆------------☆

وہ تاریکی میں ایک دوسرے کا کا ہاتھ تھامے بیٹھے تھے۔ بلا کے ہاتھ میں خفیف سی لرزش تھی۔ ذرا دیر بعد جے نے روشنی کر دی۔

"جے.......... میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔" بلا نے اچانک کہا۔ "میں اگلے ہفتے کلکتہ واپس جارہی ہوں۔"

جے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ الجھ گیا تھا۔ "کیا مطلب؟" اس نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ میں کب واپس آؤں گی.......... اور آؤں گی بھی یا نہیں۔ میں اپنی ماں کے پاس جارہی ہوں۔"

"بھگوان.......... یعنی تم بالآخر اسے چھوڑ رہی ہو؟"

"معاملات بہت عرصے سے خراب چل رہے تھے۔ میں کہاں تک صبر کرتی۔ اب میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میں اپنے زور پر جی سکتی ہوں یا نہیں۔"

جے کے اندر ایک برہمی سی مچلنے لگی۔ "مجھ سے ملنے سے پہلے تم اس انداز میں

سوچتی رہی ہو؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں.......... بہت پہلے سے۔" بلا نے اعتراف کیا۔

"اور میرے بارے میں کیا خیال ہے؟" جے نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" وہ اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ "ایک زمانے میں' میں تمہاری بننا چاہتی تھی لیکن تم نے مجھے نہیں اپنایا۔"

"تو تمہارے نزدیک ہمارے موجودہ تعلقات کی کوئی اہمیت نہیں؟" جے نے چڑچڑے پن سے کہا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو جے۔"

"نہیں' تم مجھے بتاؤ۔ یہ ہمارے موجودہ تعلقات تمہاری نظر میں کیا اہمیت رکھتے ہیں؟"

"دیکھو جے' میں ہمیشہ سے تمہیں پسند کرتی ہوں۔ تم جانتے ہو یہ بات لیکن میں یہ بھی سمجھنا چاہتی ہوں کہ ہمارے تعلق کی کیا اہمیت ہے۔ اس کا پتا تو دور رہ کر ہی چلے گا۔ میں فی الحال اپنے اور تمہارے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

جے تلخ انداز میں ہنسنے لگا۔ "یہی سب کچھ تو میرے اور پشپا کے درمیان بھی ہوا تھا۔ وہ بھی اسی طرح ماں باپ کے گھر گئی تھی۔"

"میں بس اتنا جانتی ہوں کہ چھ سالہ ازدواجی زندگی کو یوں ایک دم ختم نہیں کیا جاسکتا۔" بلا نے برہمی سے کہا۔ "اور پھر تمہیں اس سے کیا؟"

"میں نے بھی ہمیشہ تمہیں پسند کیا ہے بلکہ اس تمام عرصے میں مجھے معلوم بھی نہیں تھا کہ میں تمہاری محبت میں گرفتار رہا ہوں۔ کبھی کبھی تو میں اسے نفرت سمجھتا تھا۔ انسانی ذہن ایسے تماشے کرتا رہتا ہے۔ میں تمہیں پا نہیں سکتا تھا لہٰذا یہ سمجھ بیٹھا کہ مجھے تمہاری ضرورت ہی نہیں۔ میں تمہیں نہیں چاہتا۔"

بلا نے تھکے تھکے انداز میں اسے دیکھا اور پھر اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگی۔ "میں اگلے بدھ کو جارہی ہوں۔" وہ بولی۔ "ڈیوڈ کی واشنگٹن سے واپسی کے دو دن بعد۔ شاید میں چلی جاؤں تو اسے میرے وجود کا احساس.......... میری کمی محسوس ہو۔"

"تو تم اسے بغیر بتائے جاؤ گی؟"

"نہیں میں اس سے پوچھوں گی کہ اسے میری ضرورت ہے یا اس منحوس ملازمت کی اور مہینے کے آخر میں اسے مناسب موقع بھی ملے گا۔ دو ہفتوں کی چھٹی کی صورت میں۔ تب وہ فیصلہ کر سکے گا کہ چھٹیاں میرے ساتھ کلکتہ میں گزارے یا انہیں منسوخ کروا دے۔"

"دو ہفتے کی چھٹیوں کی بنیاد پر تم اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکتی ہو؟"

"اگر وہ آ گیا تو اس کا خوش گوار مطلب یہ ہوگا کہ اسے میری پروا ہے۔ میں اسے بتا چکی ہوں کہ میں اس کے کیریئر کا خاتمہ نہیں چاہتی لیکن اسے زندگی میں توازن قائم کرنا چاہیے۔ بہرحال اب تو فیصلہ ہو کر رہے گا۔"

"میری بات سنو بلا۔" جے نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر وہ تمہارے پاس نہیں پہنچا اور تم نے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا تو کیا یہ ممکن نہیں کہ تم میرے پاس آ جاؤ۔ مجھے ایک موقع اور دو بلا۔"

وہ ٹہلتے ٹہلتے رکی اور مسکرائی۔ "کیا ضروری ہے کہ ہم دوسری بار کامیاب رہیں؟"

"اب صورت حال مختلف ہے۔ میں پوری طرح آزاد ہوں۔ ہم پہلے سے زیادہ تجربے کار ہیں۔ تم جہاں کہو گی' میں تمہارے ساتھ چلوں گا.......... رہوں گا۔ میں تمہیں مجبور نہیں کر رہا ہوں لیکن وعدہ کرو کہ اس سلسلے میں غور ضرور کرو گی۔"

"ٹھیک ہے جے۔ میں سوچوں گی۔"

بلا کو رخصت کر کے جے واپس بیڈ روم میں آیا اور اپنے لیے ایک جام بنایا۔ وہ نروس ہو رہا تھا۔ بلا کو اندازہ ہی نہیں تھا کہ وہ اس کے پروجیکٹ کو ایک نئی جہت دے کر جا رہی ہے۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ ٹائم ٹیبل بنا کر دے گئی تھی۔

جے اپنا جام لے کر ڈرائنگ روم میں اپنی میز کے پیچھے جا بیٹھا۔ اس نے بڑی احتیاط سے ڈیسک کیلنڈر کا جائزہ لیا۔ ڈیوڈ کیلی کی چھٹیاں ۳۱ تاریخ سے شروع ہو رہی تھیں۔ دن تھا جمعرات۔ یہ بات یقینی نہیں تھی کہ وہ چھٹیاں قبول کرے گا۔ وہ انہیں

منسوخ بھی کروا سکتا تھا۔ یہ وہ رسک تھا جس سے بچا نہیں جا سکتا تھا۔ بلا اگلے بدھ کو کلکتہ کے لیے روانہ ہو رہی تھی۔ یعنی ۱۶ تاریخ کو۔ یہ پندرہ دن کا وقفہ تھا جس میں ڈیوڈ کیلی کو یہاں.......... بمبئی میں رہنا تھا۔ یہی وہ عرصہ تھا جس میں منصوبے پر عمل کرنا تھا اور اس کے لیے مناسب ترین دن پیر تھا.......... اور پیر کی ایک ہی مناسب تاریخ تھی.......... اکیس تاریخ.......... اب سے تیرہ دن بعد۔ کیا اتنے کم وقت میں اتنے بڑے منصوبے کی تنظیم ممکن ہے؟

وہ ابتدا سے جانتا تھا کہ بلا سے تعلق قائم کرنا اس کے لیے خطرناک ہوگا۔ وہ جانتا تھا کہ بلا جھوٹ بولنے کے معاملے میں بہت کمزور ہے۔ پروجیکٹ پر عمل ہونے کے بعد وہ پولیس تفتیش کے پہلے ہی مرحلے میں اعتراف کر بیٹھے گی۔ اس کے نتیجے میں وہ شامل تفتیش ہوگا۔ ضروری تھا کہ وہ اپنے لیے اغوا کے وقت کہیں اور موجودگی کی ٹھوس اور ناقابل شکست شہادت تیار رکھے۔ اس کی بمبئی سے دوری کسی حد تک نعمت تھی۔ اسی لیے ۲۱ تاریخ مناسب ترین تھی۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اگر بلا اس کے پاس آ گئی تو یہ کیسی عجیب بات ہوگی۔ جے وہ شخص ہوگا جس نے ڈیوڈ کیلی کے اغوا کا منصوبہ بنایا تھا لیکن یہ بات نہ بلا کو معلوم ہوگی اور نہ ڈیوڈ کو۔ یہ کیسا حسین انتقام ہوگا۔ وہ اب کے بلا سے قریب ہوا تھا تو اس لیے کہ اس سے ڈیوڈ کے متعلق معلومات حاصل کرے گا لیکن ہوا یہ تھا کہ وہ دوبارہ اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ کیا اس کا منصوبہ بلا کے فیصلے پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ کیا پتا' یہ افتاد بلا کو کیلی کے اور قریب کر دے۔ لوگ دکھ میں ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے ہیں۔ محبت کی تجدید بھی ہو جاتی ہے۔

اس نے ان تمام خیالات کو ذہن سے جھٹکا۔ کل کا دن مصروفیت کا ہوگا۔ پرسوں مصروفیت اور زیادہ ہوگی۔ اس نے سوچا' دفتر فون کر کے بتا دے گا کہ ابھی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوئی ہے۔ یہ فیصلہ کر کے اس نے اپنا پورٹیبل ٹائپ رائٹر اٹھایا اور میز پر لا کر رکھ دیا۔ اس نے ٹائپ رائٹر پر کاغذ چڑھایا اور عنوان ٹائپ کیا۔

میمورنڈم برائے پروجیکٹ ٹی

مقصد : امریکی حکومت کے ایک اہلکار کا اغوا جس کا کوڈ نیم ٹائی فون ہے۔ اسے اس وقت تک قید رکھنا جب تک تاوان کی رقم وصول نہ ہو جائے۔

منصوبے کے شرکاء کی مجوزہ تعداد : چار

مشاہدہ : اغوا برائے تاوان عام طور پر ایک ناکام جرم ہے۔ اس کی وجہ دو کمزوریاں ہیں۔

۱ - کسی نہ کسی موقع پر اغوا کرنے والوں کو.......... خاص طور پر تاوان وصول کرنے کے لئے خود کو بے نقاب کرنا پڑتا ہے۔

۲ - یرغمالی کو قتل نہ کیا جائے تو وہ خود بعد میں اغوا کرنے والوں کو شناخت کر لیتا ہے۔

اس منصوبے میں ایسا نہیں ہوگا۔ ٹائی فون کو آخر تک معلوم نہیں ہو سکے گا کہ اسے کن لوگوں نے اغوا کیا ہے۔

منصوبے کے اخراجات : ساٹھ ہزار روپے۔

متوقع منافع : دو کروڑ امریکی ڈالر

☆------------☆------------☆

سیمور کوئین کی آنکھ ساڑھے چھ بجے کھل گئی۔ گرمی بہت تھی۔ بلکہ حبس تھا۔ وہ اگست کا مہینہ تھا اور جمعرات کی صبح۔ چند لمحے وہ بستر پر لیٹا پلکیں جھپکاتے ہوئے یہ یاد کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ وہ اتنی صبح کیوں اٹھا ہے۔ پھر اسے یاد آیا۔ اسے ساڑھے سات بجے صفدر اور اس کے دوست جے پال سے ملاقات کرنا تھی۔

اس کا سر بھاری ہو رہا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ رات اس نے ہیروئن پی تھی۔ وہ کبھی کبھار ہی شغل کرتا تھا۔ اس نے لیٹے لیٹے جماہی لی اور اٹھ بیٹھا۔ اس نے اپارٹمنٹ کا جائزہ لیا اور حیرت سے سوچا کہ ریٹا اس دڑبے کو اپارٹمنٹ کہتی ہے۔ ابتدا میں تو وہ اسے اچھی پناہ گاہ لگا تھا مگر پچھلے چند روز سے وہ بہت بیزار ہو رہا تھا۔ یہاں اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہوتا تھا۔ کبھی کبھی وہ سوچتا کہ وہ ناشکرا پن کر رہا ہے۔ اس فلیٹ میں صرف

وہ اور ریٹا ہی رہتے ہیں جبکہ اسی بلڈنگ کے دوسرے فلیٹوں میں دس دس بارہ بارہ افراد رہ رہے ہیں۔

اس نے برابر میں سوئی ہوئی ریٹا کو دیکھا۔ وہ سانولی سلونی خوب صورت لڑکی تھی۔ وہ بہت گہری نیند سوتی تھی۔ لہٰذا اب بھی سوئی ہوئی تھی۔ سیمور نے جے پال سے ملاقات کا وعدہ کر لیا تھا' اس لیے اس نے ریٹا کے پُرکشش وجود سے نظریں ہٹائیں۔ حالانکہ ایک لمحے کو اس نے سوچا تھا کہ ملاقات جائے جہنم میں۔ اسے صبح سویرے اٹھنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ نیوی سے بھاگنے کا ایک سبب یہ بھی تھا۔

وہ بادل نخواستہ اٹھا اور تنگ باتھ روم میں جا گھسا۔ ٹھنڈا پانی بے حد فرحت بخش لگا۔ اس کی سستی دور ہو گئی۔ اس کے سر کا بوجھل پن بھی دور ہو گیا۔ اس نے سکون کی سانس لی۔

سیمور کوئین چھ ماہ پہلے نیوی سے بھاگا تھا۔ تین ماہ وہ ہانگ کانگ میں چھپا رہا' پھر ایک جہاز کے ذریعے بمبئی پہنچ گیا۔ خوش قسمتی سے صفدر کے توسط سے اس کی ملاقات ریٹا سے ہو گئی۔ یوں اسے سر چھپانے کا ٹھکانہ میسر آ گیا۔

اس کی عمر ۲۶ سال تھی۔ وہ لمبا تڑنگا اور بے حد جان دار آدمی تھا۔ قد چھ فٹ دو انچ' وزن ۱۹۰ پونڈ اور اس کے جسم پر کہیں غیر ضروری گوشت نہیں تھا۔ ساتویں بحری بیڑے کی ہیوی ویٹ باکسنگ چیمپئن شپ اس نے تین سال پہلے جیتی تھی۔ بس اس میں ایک کمی تھی۔ وہ زیادہ محنت کا قائل نہیں تھا۔ البتہ حصول دولت کی خواہش بہت شدید تھی۔ اس کے تحت اس نے امریکی بحری جہاز کٹی ہاک پر ہیروئن کی تجارت شروع کر دی تھی۔ اسے اس بات کی بھی پروا نہیں تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کو منشیات کا عادی بنا رہا ہے۔ ہانگ کانگ میں وہ کبھی واپس نہ آنے کے ارادے سے جہاز سے اترا تو اس کے پاس کافی رقم تھی۔ بس وہ سمندری زندگی سے عاجز آ چکا تھا۔

ریٹا کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں تھی۔ بس اس کا ایک خواب تھا۔ امریکہ جانا۔ وہ ایک کامیاب ڈاکٹر کے پاس استقبالیہ کلرک کی حیثیت سے کام کرتی تھی۔ صفدر نے اس کی ملاقات سیمور سے کرائی تو اسے اپنا خواب حقیقت میں بدلتا محسوس ہوا.......... پھر وہ

سیمور کی محبت میں بھی گرفتار ہوگئی۔

سیمور جانتا تھا کہ ریٹا اس سے شادی کے چکرہے میں ہے اس لیے نہیں کہ وہ دنیا کا خوبرو ترین کنوارہ ہے۔ بلکہ اس لیے کہ وہ ریٹا کے لیے امریکہ کا ٹکٹ ثابت ہو سکتا ہے۔ ریٹا اینگلو انڈین تھی۔ اس کی ماں ہندوستانی تھی اور باپ انگریز۔ اس اعتبار سے وہ ہندوستان کو کمتر سمجھتی تھی۔ دوسری طرف انگلینڈ کا حال پتلا تھا۔ ایسے میں امریکہ ہی رہ جاتا تھا اس کے لیے۔ اسی لیے ریٹا اکثر اس پر دباؤ ڈالتی تھی کہ وہ خود کو امریکی قانون کے سپرد کردے۔ اسے کوئی زیادہ سزا تو ملے گی نہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ اس کا انتظار کرسکتی ہے لیکن سیمور کوئین کے مستقبل کے خاکے میں ریٹا کہیں بھی نہیں تھی۔

سیمور باتھ روم سے نکلا تو ریٹا جاگ رہی تھی۔ اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"آج اتنی جلدی اٹھ گئے؟"

"ہاں، کسی سے ملنے جانا ہے۔"

"کس سے؟"

"صفدر کا کوئی دوست ہے۔ شاید اس سے کوئی معاملہ پٹ جائے۔"

ریٹا نے کروٹ بدلی اور دوبارہ سوگئی۔ سیمور نے جاکر کھڑکی کے پردے سرکائے اور باہر دیکھا۔ زندگی کی چہل پہل کا آغاز ہو رہا تھا۔ آسمان بالکل صاف تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ آج بھی گرمی رہے گی۔ بارش اب تک نہیں ہوئی تھی۔

سیمور نے کپڑے بدلے اور ٹھیک سات بجے فلیٹ سے نکل آیا۔ نیچے اتر کر اس نے ٹیکسی روکی اور ڈرائیور سے سوہو چلنے کو کہا۔ اب اسے باہر نکلتے ہوئے ڈر نہیں لگتا تھا ورنہ دو ماہ تک تو وہ فلیٹ میں قیدی کی زندگی گزارتا رہا تھا۔ کسی پولیس مین کو دیکھتا تو بھڑک جاتا۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ مشرق میں امریکہ کی فوجی مہمات ختم ہوگئی تھیں لہٰذا اب نیوی والوں کو بھگوڑوں کی زیادہ فکر نہیں رہی تھی۔ ویسے بھی دوسرے ملکوں کی بندرگاہ میں وہ اس کے سوا کچھ نہیں کرسکتے تھے کہ اپنے قونصل کو فوجی بھگوڑوں کی فہرست فراہم کر دیں۔ قونصل مقامی پولیس کو ان کے کوائف فراہم کر دیتا تھا مگر مقامی پولیس غیر ممالک کے بھگوڑے فوجیوں پر اپنی توانائی ضائع نہیں کرتی تھی۔ پولیس سوچتی

تھی کہ وہ خود ہی ملک سے نکلنے کی کوشش میں پکڑے جائیں گے یا ازخود خود کو قانون کے سپرد کردیں گے۔

لیکن سیمور خود کو زیادہ آزمائش میں ڈالنے کا قائل نہیں تھا وہ جانتا تھا کہ اس کی تصویر مقامی پولیس کے ریکارڈ میں موجود ہوگی اور یہ خطرہ بہرحال تھا کہ کسی نہ کسی دن کوئی پرجوش نوجوان پولیس مین اسے پہچان لے گا اور مصیبت بن جائے گا۔ حالانکہ اس نے گھنی مونچھیں رکھ لی تھیں مگر وہ محتاط رہنے کا قائل تھا۔

اب سیمور یورپی اور امریکی سیاحوں کو ہیروئن سپلائی کرکے کام چلاتا تھا۔ وہ ہیروئن کے سلسلے میں مقامی لوگوں پر اعتبار نہیں کرسکتے تھے۔ لیکن سیمور اس پردیس میں ان کے لیے اپنا تھا۔ اسی حلقے میں اس کی ملاقات ایک ایسے برطانوی سے ہوگئی جو بمبئی میں کسی کمپنی کے کانٹریکٹ پر آیا تھا۔ وہ یہاں کئی سال سے تھا اور ہندوستانی قانون کے تحت شناختی کارڈ کا حقدار ہو چکا تھا مگر اب وطن واپس جانے والا تھا۔ اس کی مہربانی کے نتیجے میں سیمور کو اب چند روز میں شناختی کارڈ ملنے والا تھا۔ اس کے بعد اسے بمبئی سے نکلنے میں دشواری نہ ہوتی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ ریٹا کو اپنے جانے کے متعلق نہیں بتائے گا۔ وہ قابضانہ فطرت کی عورت تھی۔ اس کے لیے مسائل کھڑے کرسکتی تھی۔

مسئلہ یہ تھا کہ جے پال، سیمور کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ وہ عجیب آدمی تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ بین الاقوامی شہرت کا حامل صحافی رہا ہے لیکن سیمور کو وہ کوئی بڑبولا لگتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کے ساتھ شامل ہو کے سیمور کو بغیر کسی مشقت کے اتنی بڑی رقم مل جائے گی جس کے حصول کا وہ تصور بھی نہیں کرسکتا اور ایسی رقم کا حصول سیمور کی کمزوری تھا۔ لہٰذا وہ جے کو نظرانداز نہیں کرسکتا تھا لیکن جے فی الوقت کام کی تفصیل بتانے کو تیار نہیں تھا۔ اس نے سیمور سے یہ بھی پوچھا تھا کہ وہ بمبئی سے نکل کر کہاں جانا چاہتا ہے۔

"شناختی کارڈ مل گیا تو میں مکاؤ کا رخ کروں گا۔" سیمور نے اسے بتایا۔ "سنا ہے مکاؤ میں ہر چیز خریدی جاسکتی ہے۔ وہاں میں کچھ دے دلا کر کسی تجارتی جہاز کے عملے میں شامل ہو جاؤں گا۔ اگر میں تھائی لینڈ یا فلپائن پہنچ گیا تو میں سی مین کے کاغذات بنوالوں گا

پھر میں کہیں بھی جاسکتا ہوں۔ بالآخر میں بوسٹن جا پہنچوں گا۔"

"اپنا وطن سب سے پیارا' یہی بات ہے نا؟" جے نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا تھا۔

"ہاں......... بوسٹن مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔"

سیمور نے جے کو پسند نہیں کیا تھا۔ اس کے باوجود وہ صبح سات بجے اس سے ملاقات کے لیے نکل کھڑا ہوا تھا۔ معاملہ تھا رقم کا۔

اسے صفدر اخباروں کے ایک بک اسٹال کے سامنے کھڑا نظر آیا۔ وہ اس کی طرف بڑھ گیا۔ "تمہارا دوست نہیں آیا ابھی تک؟" اس نے صفدر سے پوچھا۔ "یہ تو بتاؤ کہ تمہیں اس نے اس سلسلے میں کیا کچھ بتایا ہے؟"

"اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک اسکیم ہے اور وہ مجھ سے موٹر سائیکل پر کرتب بازی کا کام لینا چاہتا ہے۔" صفدر نے جواب دیا۔

"کوئی بینک کی گاڑی لوٹنے کا چکر تو نہیں؟ اگر ایسا ہے تو مجھے باہر ہی سمجھو۔"

"یہ تم اس سے خود پوچھ لینا۔ لو وہ آگیا۔"

براؤن رنگ کی ایک لینڈ روور ان کے قریب فٹ پاتھ کے پاس آکر رکی۔ ایک سرخ و سپید ہندوستانی اسے ڈرائیو کر رہا تھا۔ جے اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔

"چلو' گاڑی میں بیٹھو۔" جے نے کہا۔ "صفدر' تم ڈرائیو کرو گے اور سیمور' تم سعادت کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھو گے۔"

سیمور کو اس کا تحکمانہ انداز بہت برا لگا۔ بہرحال وہ خاموشی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیو کرنے والا سعادت اس کے برابر آبیٹھا۔ صفدر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"اب میری ہدایت کے مطابق ڈرائیو کرتے رہو۔" جے نے صفدر سے کہا۔

صفدر نے گاڑی آگے بڑھادی۔

"ہم کہاں جارہے ہیں؟" سیمور نے جے سے پوچھا۔

"ابھی پتا چل جائے گا۔ اب سے آپریشن کے دن تک ہم میں سے دو تین ہر روز

اس روٹ پر سفر کرتے رہیں گے لیکن کار ہر بار مختلف ہوگی۔"

"ایک منٹ۔" سیمور نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے کچھ معلوم ہی نہیں ہے۔ لہٰذا میں نے کسی کام کی ہامی نہیں بھری ہے۔ میرے خیال میں صفدر کی بھی یہی پوزیشن ہے۔"

"یہاں سے داہنے ہاتھ کو موڑ لو۔" جے نے اسے نظرانداز کرتے ہوئے صفدر کو ہدایت دی۔ "کواری ہل کی طرف چلو۔"

کار میں بڑی دیر تک خاموشی رہی۔ صفدر بل کھاتی پہاڑی سڑک پر بڑی توجہ سے ڈرائیو کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد جے نے گاڑی رکوادی۔

"زبردست!" سیمور نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اب کیا ہوگا؟"

"باہر نکلو۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔" جے نے جواب دیا۔

وہ سب کار سے اتر آئے۔ جے انہیں ٹیلے کی طرف لے گیا۔ "جھکے رہو۔" اس نے انہیں ہدایت دی۔ پھر اپنی رسٹ واچ میں وقت دیکھا۔ "اس وقت آٹھ بجنے میں پانچ منٹ ہیں۔ دو تین منٹ بعد ایک مخصوص کار سڑک پر آئے گی۔ میں تمہیں بتاؤں گا۔ ہم اس کا تعاقب کریں گے۔ کار میں ایک ڈرائیور ہوگا......... اور ایک مسافر۔ تم اسے نہیں جانتے۔ تمہیں نہیں معلوم کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جارہا ہے۔ تمہیں اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہوسکتا۔ میں مناسب وقت پر تمہیں اس کے متعلق بتاؤں گا۔"

"پُراسرار سفر۔" سیمور بڑبڑایا۔

جے اس کی طرف پلٹا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ "دیکھو مسٹر کوئین' میں نے تمہیں ایک پیش کش کی ہے۔ اگر تمہیں قبول ہے تو تمہیں میرے کہنے پر عمل کرنا ہوگا۔ میں دماغ ہوں اور تم جسمانی قوت۔ جسمانی قوت کو سوچنے کی ضرورت نہیں۔ اسے سوچنے کا معاوضہ نہیں ملے گا۔"

"اوکے۔" سیمور نے سرد لہجے میں کہا اور صفدر اور سعادت کی طرف مڑا۔ "اگر تم دماغ ہو تو یہ دونوں کیا ہیں؟" پھر وہ ان دونوں سے مخاطب ہوا۔ "تم لوگوں کو کام کی

نوعیت کا علم ہے؟"

سعادت نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "میں اس معاملے میں ابتدا سے جے کا شریک ہوں۔" اس نے کہا۔ اس عرصے میں اس نے پہلی بار زبان کھولی تھی۔ "لیکن سچی بات یہ ہے کہ میری معلومات بھی تم سے زیادہ نہیں ہیں۔"

"اور تم صفدر؟" سیمور نے صفدر سے پوچھا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔"

سیمور فاتحانہ انداز میں جے کی طرف مڑا۔ "بس تو پھر یہ ضروری ہے کہ ہمیں پتا تو چلے کہ ہم کس نوعیت کے معاملے میں ملوث ہو رہے ہیں۔ تم مجھے جسمانی قوت سمجھتے ہو لیکن میرے سر میں کوئی چیز ہے اور میرا دماغ مجھے بتا رہا ہے کہ تم کسی نامعلوم شخص کے خلاف کوئی کارروائی کرنے والے ہو۔ جبکہ یہ میری لائن نہیں۔ تھینک یو ویری مچ۔"

جے نے تھکے تھکے انداز میں اسے دیکھا۔ "تم گھنٹا آدھا گھنٹا انتظار نہیں کرسکتے؟"

"نہیں بھئی۔" سیمور نے کہا اور نیچے اترنے لگا۔ پھر وہ پلٹا۔ "مجھے اچانک خیال آیا ہے کہ تم نے جو میرا وقت برباد کیا ہے، مجھے اس کا معاوضہ ملنا چاہیے۔ دیکھو نا.......... اگر میں جاکر پولیس والوں کو بتا دوں کہ جے نامی ایک شخص کواری ہل کے علاقے میں کسی شخص کو ختم کرنے کے چکر میں ہے تو کیا ہوگا؟ تمہارا کھیل تو خراب ہو جائے گا نا۔ اب بتاؤ نا کیا دے رہے ہو مجھے؟"

ٹیلے پر کھڑے تینوں افراد ساکت ہوگئے۔ پھر جے نے پہلو بدلا۔ "ٹھیک ہے کوئین، اب تم ٹیم میں شامل نہیں۔ ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر کی طرف چل دو۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"ایسے تو نہیں جاؤں گا میں۔ یہ بتاؤ کیا دے رہے ہو مجھے؟"

جے ایک لمحے کو ہچکچایا۔ اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ "تم لوگ یہیں رکو۔ سبز رنگ کی پلائی ماؤتھ پر نظر رکھنا۔" یہ کہہ کر وہ ٹیلے سے اترا اور سیمور کوئین کی طرف بڑھا۔ وہ کچھ فکرمند نظر آرہا تھا۔

"تو تم نے مجھے پھانس لیا ہے۔" بالآخر اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ پانچ سو روپے

لے لو اور بھول جاؤ کہ مجھ سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔"

"اتنے سستے میں جان چھڑا رہے ہو۔ میں کم از کم پانچ ہزار لوں گا۔"

جے کچھ کہے بغیر گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کھڑکی میں سے ہاتھ ڈال کر گلووز کمپارٹمنٹ کھولا اور جب وہ پلٹا تو سیمور کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ایک بہت بڑے ریوالور کی نال کا رخ اس کی طرف تھا اور جے کی آنکھوں میں برہمی دہک رہی تھی۔ "اے مسٹر.......... اسے ہٹاؤ.......... میں.........."

"تم بہت بے وقوف آدمی ہو مسٹر کوئین۔" جے نے اس کی بات کاٹ دی۔ "تمہارے پاس دماغ نام کی کوئی چیز موجود نہیں۔"

"اوکے..........اوکے۔" سیمور اب وحشت زدہ دکھائی دے رہا تھا۔ "تم جو چاہو کہہ لو۔ رقم کی بات بھی بھول جاؤ۔ بس ذرا اس توپ کا خیال رکھو۔ یہ چل نہ جائے۔"

"تم بہت احمق ہو امریکی ملاح۔ تمہاری کسی بات میں وزن نہیں تھا۔ تم پولیس کے پاس نہیں جاسکتے، وجہ بتاؤں اس کی! پہلی بات تو یہ کہ ہم کسی کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ہاں، تم ایسے ہی حماقتیں کرتے رہے تو تمہارے قتل ہونے کا امکان ضرور موجود ہے۔ دوسری بات، تمہیں معلوم ہی نہیں کہ یہ کیا چکر ہے۔ تیسری بات، اگر کوئی پولیس کے پاس جائے گا تو وہ تم نہیں، میں ہوں گا۔ میں انہیں ایک امریکی فوجی بھگوڑے کے متعلق بتاؤں گا جو یہاں غیر ملکیوں کو ہیروئن فروخت کرکے گزارا کر رہا ہے۔ مجھے تمہارا ٹھکانہ بھی معلوم ہے.......... صفدر کی مہربانی سے۔"

سیمور نے ٹیلے کی طرف دیکھا جہاں صفدر اور سعادت دوسری طرف بغور دیکھ رہے تھے۔ "ٹھیک ہے مسٹر جے۔ تم نے مجھے پھنسا لیا ہے۔ اب میں اس چکر میں نہیں پڑنا چاہتا۔ مجھے جانے دو۔"

"لیکن کوئین، میں تمہیں اب بھی اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتا ہوں۔" جے نے کہا۔ "اس ملک میں جسمانی طاقت کوڑیوں کے مول مل جاتی ہے لیکن میں ذرا جلدی میں ہوں۔ تمہیں نہیں کھونا چاہتا۔ اب مجھے ایک سوال کا جواب دو۔ پندرہ لاکھ ڈالر کمانا چاہتے ہو.......... امریکی ڈالر؟"

سیمور کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اس نے غور سے جے کو دیکھا جس کے ہونٹوں پر مضحکہ اڑانے والی مسکراہٹ تھی۔ ”مذاق مت کرو مسٹر جے۔“ اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

”یہ مذاق نہیں۔ میں سنجیدہ ہوں۔“

”پندرہ لاکھ ڈالر! یہ صرف میرا حصہ ہوگا؟ تم مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔“

”میں نے کہا نا‘ میں سنجیدہ ہوں۔“

سیمور کی بے یقینی اب بھی قائم تھی۔ اس نے ٹیلے کی طرف دیکھا اور صفدر کو پکارا۔ ”کیا تمہیں بھی اسی طرح بے وقوف بنایا گیا ہے؟“

”مجھے تو کچھ بھی نہیں معلوم۔“ صفدر نے جواب دیا۔

”اسے بھی پندرہ لاکھ ملیں گے۔“ جے نے کہا۔

”اے بھائی......... تم پرستان کے شہری تو نہیں ہو۔“ سیمور نے ہنستے ہوئے کہا۔ اس ہنسی میں دیوانگی جھانک رہی تھی۔ ”یہ کیا چکر چلا رہے ہو۔ اپنا حصہ بھی بتا دو ذرا۔“

”مجھے اور سعادت کو تیس تیس لاکھ ملیں گے۔“ جے نے بڑی متانت سے کہا۔ ”اس لیے کہ میں سرمایہ لگا رہا ہوں اور سعادت ضروری آلات فراہم کر رہا ہے۔ یہ حصہ کم اس لیے ہے کہ حصہ بٹانے والے اور بھی ہیں۔ ورنہ پورا کام دو کروڑ امریکی ڈالر کا ہے۔“

”تم یقیناً کوئی بینک لوٹنا چاہتے ہو۔“

”نہیں۔“ جے نے کہا اور ریوالور جھکا لیا۔ میں تمہیں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ آگے تمہاری مرضی۔ زبردستی تو کسی سے کام نہیں لیا جا سکتا۔“

”میں......... میں کسی اندھے کنویں میں نہیں گرنا چاہتا لیکن.........“

”معلوم تو صفدر کو بھی کچھ نہیں۔ ہاں سعادت تم لوگوں کی نسبت زیادہ جانتا ہے لیکن یہ دونوں مجھ پر اعتماد کر رہے ہیں۔“

اچانک صفدر نے اشارہ کیا۔ ”وہ رہی سبز پلائی ماؤتھ۔“ اس نے پکارا۔ اگلے ہی لمحے وہ اور سعادت بھاگتے ہوئے نیچے آ گئے۔

”چلو......... جلدی کرو۔“ جے نے کہا اور کار کا دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا پھر اس نے سیمور کی طرف دیکھا۔ ”کیا ارادہ ہے کوئین؟“

سیمور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کار کا پچھلا دروازہ کھول کر جلدی سے بیٹھ گیا۔ سعادت اس کے برابر آ بیٹھا۔ صفدر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ انہیں سبز پلائی ماؤتھ تک پہنچنے میں ایک منٹ لگا۔

”بس اس کے پیچھے چلنا ہے۔“ جے نے ریوالور کو گلوز کمپارٹمنٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔ ”لیکن زیادہ قریب ہونے کی ضرورت نہیں۔“

اب گاڑی کی فضا ہیجانی تھی۔ سیمور نے ستائشی لہجے میں پوچھا۔ ”لگتا ہے‘ تم عرصے سے اس کی تیاری کر رہے تھے۔“

”ہاں۔“

”یہ جو شخص سبز پلائی ماؤتھ میں ہے‘ یہ تمہارا ہدف ہے۔“ سیمور نے بات آگے بڑھائی۔ ”اور تم کہتے ہو کہ کوئی قتل نہیں ہوگا۔ اب دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں‘ یا تو یہ شخص جیب میں دو کروڑ ڈالر لیے پھر رہا ہے یا پھر تم اسے اغوا کرنا چاہتے ہو۔“

جے نے جواب نہیں دیا۔ اس کی توجہ سامنے راستے پر مرکوز تھی۔ پلائی ماؤتھ ان سے سو گز آگے تھی اور اب سرنگ قریب آ رہی تھی۔ ”اب تم جتنا فاصلہ مناسب سمجھو‘ رکھ سکتے ہو۔“ جے نے صفدر سے کہا۔

پلائی ماؤتھ اور ان کی لینڈ روور کے درمیان دو کاریں حائل تھیں۔ سرنگ سے پہلے چنگی تھی۔ وہاں گاڑیاں دو قطاروں میں لگ گئیں۔ صفدر نے موقع پا کر اپنی گاڑی پلائی ماؤتھ کے عین پیچھے لگا دی۔ جے نے ٹول ٹیکس ادا کر دیا۔

”تم سب اس گاڑی کو غور سے دیکھ لو۔“ جے نے کہا۔ ”بظاہر یہ عام سی کار ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ اس کی کھڑکیاں بلٹ پروف ہیں اور ٹائر پنکچر پروف۔ اس کا جھٹکا ثابت کرتا ہے کہ اس کی باڈی میں آرمڈ پلیٹیں لگی ہیں۔ ڈرائیور مسلح ہے اور یقینی طور پر تربیت یافتہ باڈی گارڈ ہے۔“

سیمور نے ہونٹ سکوڑ کر سیٹی بجائی۔ ”تو یہ اتنا اہم آدمی ہے۔ ہے کون آخر؟“

"کار کی چھت پر چھوٹا سا ریڈیو ایریل دیکھ رہے ہو؟" جے نے اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "یہ موسیقی نشر کرنے کے لیے نہیں ہے۔ یہ دو طرفہ وی ایچ ایف ہے۔ ڈرائیور کا مستقل طور پر کنٹرول سینٹر سے رابطہ رہتا ہے اور ممکن ہے کسی طرح کی ہاٹ لائن پر پولیس سے کسی بھی وقت رابطہ قائم کرنا بھی ممکن ہو۔ تاہم اس سسٹم میں ایک کمزوری ہے۔"

پلائی ماؤتھ آگے بڑھ گئی تھی۔ اس کی رفتار زیادہ نہیں تھی۔ اب اس کا رخ سرنگ کی طرف تھا۔

"سنو۔" جے نے کہا اور گاڑی کا ریڈیو آن کر دیا۔ کار کی فضا میں ایک فلمی نغمہ گونجا مگر جیسے ہی گاڑی سرنگ میں داخل ہوئی' آواز غائب ہو گئی اور گڑگڑاہٹ سی رہ گئی۔ جے نے چینل بدلے لیکن ہر اسٹیشن کی یہی صورت حال تھی۔ "سمجھ رہے ہو؟" اس نے کہا۔ "پلائی ماؤتھ کے وی ایچ ایف ٹرانسیور پر بھی یہی صورت حال ہو گی۔"
سرنگ میں روشنی کا سیلاب تھا۔ پلائی ماؤتھ ان سے پچاس گز آگے تھی۔ وہ بائیں جانب والی لین میں تیس میل فی گھنٹا کی رفتار سے چل رہی تھی۔ دونوں حصوں کو سفید ڈبل لائن تقسیم کر رہی تھی اور سرنگ میں اس سفید لائن کو عبور کرنا خلاف قانون تھا۔

"تم کبھی اس سرنگ سے گزرے ہو؟" جے نے سیمور سے پوچھا۔

"نہیں۔"

"یہ جدید طرز کی سرنگ ہے۔ جگہ جگہ ٹی وی کیمرے نصب ہیں۔ یہاں ایک انچ جگہ بھی کیمروں کی نظروں سے اوجھل نہیں۔ کوئی گاڑی لین تبدیل کرے تو باہر چیکنگ کرنے والوں کو معلوم ہو جاتا ہے۔ ایسی گاڑی کو سرنگ سے باہر نکلتے ہی روک لیا جاتا ہے۔ کوئی حادثہ ہو جائے تو بھی باہر والوں کو معلوم ہو جاتا ہے۔"

سرنگ ایک میل لمبی تھی۔ انہیں دوسری طرف نکلنے میں دو منٹ اور کچھ سیکنڈ لگے۔ "اب بائیں جانب موڑ لو۔" جے نے ہدایت دی۔

صفدر نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ لینڈ روور اب ہاربر روڈ پر دوڑ رہی تھی۔ پلائی ماؤتھ مختلف سمت میں گئی تھی۔ چند ہی لمحوں میں وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

سیمور کو مایوسی ہوئی۔ شاید ان تینوں کا یہی حال تھا۔ سعادت نے جے سے پوچھا۔ "یہ سب کیا تھا جے؟"

"کسی آپریشن کے لیے جو تیاری کی جاتی ہے' وہ سمجھ لو۔ یہ معاملات کو معمولات بنانے کی مشق تھی۔ صفدر' اب کہیں بھی گاڑی روک دو۔"

صفدر نے ایک جگہ گاڑی پارک کر دی۔ وہاں کئی اور گاڑیاں بھی کھڑی تھیں۔

"تم لوگوں نے سب کچھ دیکھ لیا۔ یہ سب کچھ ہو گا۔" جے نے کہا۔

"کیا مطلب؟" سیمور نے احتجاج کیا۔ "میں بس اتنا جانتا ہوں کہ ہم نے ایک کار کا تعاقب کیا اور یہ جانے بغیر کہ وہ کہاں جا رہی ہے' اس کا پیچھا چھوڑ دیا۔"

"میں جانتا ہوں کہ کار کہاں گئی ہے۔" جے نے کہا۔ "اور فی الوقت تم لوگوں کو اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔ میرا مقصد صرف تم لوگوں کو منظر سے روشناس کرانا تھا۔ تم نے ٹھیک کہا تھا مسٹر کوئین۔ میں اس شخص کو اغوا کرنا چاہتا ہوں اور یہ کام سرنگ میں کیا جائے گا۔"

"خدا کی پناہ! اور یہ کام کیسے کرو گے؟" سیمور نے کہا۔

"ایک چھوٹا سا حادثہ ترتیب دینا ہو گا۔ یہ کام صفدر کرے گا۔"

"حادثہ! جسے سیکڑوں کیمرے ریکارڈ کر رہے ہوں گے۔" سیمور نے معترضانہ لہجے میں کہا۔

"ہم کیمروں سے الٹا فائدہ حاصل کریں گے۔ تم سرنگ کے اس سرے کے قریب اُدھر سے آنے والی لین میں حادثے کا تصور کرو۔ تم نے دیکھ لیا ہے کہ کم رفتار گاڑیاں بائیں جانب والی لین میں چلتی ہیں اور تیز رفتار گاڑیاں داہنی جانب والی لین میں۔ لین تبدیل نہیں کیا جا سکتی۔ کبھی کبھی داہنی سمت ایسی گاڑی آ پھنستی ہے جو سست رفتار ہوتی ہے۔ وہ بائیں جانب والی گاڑی کے ساتھ چلتی ہے۔ ان دونوں کی وجہ سے پیچھے کا ٹریفک بلاک ہو جاتا ہے۔ اب فرض کر لو کہ ایسی گاڑی کے پیچھے کوئی بے صبرا موٹر سائیکل سوار ہے۔ وہ دونوں گاڑیوں کے درمیان سے' سفید لائن پر سے گزرنے کا خطرہ مول لینے کو تیار ہے۔ اب ایسا کرتے ہوئے وہ دونوں گاڑیوں سے یا ان میں سے کسی ایک گاڑی سے

ٹکرا جاتا ہے۔ نتیجتاً وہ اپنی موٹر سائیکل سمیت آگے جا گرتا ہے۔ یعنی دونوں لین کا ٹریفک روک دیتا ہے۔ یہ شخص صفدر ہوگا۔" جے، صفدر کی مڑا۔ "تم زخمی ہوئے بغیر اس طرح کا کوئی حادثہ کرسکتے ہو؟"

صفدر چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "کچھ پریکٹس کے بعد کرسکتا ہوں۔ یہ کچھ ایسا مشکل کام نہیں۔"

"پریکٹس، تمہیں مل جائے گی۔" جے نے کہا پھر وہ دونوں ساتھیوں سے مخاطب ہوا۔ "تصور کرو، صفدر سڑک پر گرا ہوا ہے۔ دیکھنے والا سوچے گا، ممکن ہے یہ مرگیا ہو یا زخمی ہو۔ ایک کار جس سے ٹکرایا ہے، پلائی ماؤتھ ہے۔ اس کا ڈرائیور اپنی کار سے اتر کر صفدر کی طرف لپکے گا............"

"یہ تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟" سعادت نے اعتراض کیا۔

"یہ تو فطری بات ہے۔ وہ اس حادثے میں ملوث ہوگا اور دیکھنا چاہے گا کہ صفدر کا کیا حال ہے۔ اسے کوئی ایسا ویسا شک بھی نہیں ہوگا۔ اس کے نزدیک وہ محض ایک حادثہ ہوگا۔ حادثے تو ہوتے رہتے ہیں۔ وہ چند لمحوں کے لیے بھول جائے گا کہ اس کی بلٹ پروف کار میں کوئی وی آئی پی سفر کررہا ہے۔ وہ یہ بھی بھول جائے گا کہ سرنگ میں اس کا ریڈیو آؤٹ آف ایکشن ہے۔ وہ چند لمحے فیصلہ کن ہوں گے۔"

"چلو، مان لیا۔ پھر؟" سیمور نے پوچھا۔

جے نے انہیں محتاط انداز میں آگے کی تفصیل بتائی۔ وہ خاموش ہوا تو کچھ دیر خاموشی چھائی رہی، پھر سعادت نے کہا۔ "تم نے کیسے کا تو جواب دے دیا۔ اب کیوں کا جواب بھی دے دو۔"

"وہ بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ کوئی پیچھے ہٹنا چاہتا ہے؟" جے نے باری باری انہیں دیکھا۔ سعادت اور صفدر نے آہستگی سے نفی میں سر ہلا دیے۔

سیمور نے پوچھا۔ "یہ فیصلہ ابھی کرنا ہے؟"

"بالکل۔"

"اور مجھے پندرہ لاکھ ڈالر ملیں گے؟"

"اس کی میں گارنٹی دیتا ہوں۔"

"بس تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

جے نے گلووز کمپارٹمنٹ کھولا اور ریوالور کے نیچے سے ایک لفافہ نکالا۔ لفافے میں ٹائپ شدہ کاغذات کے تین سیٹ تھے۔ اس نے ایک ایک سیٹ تینوں کو دے دیا۔

"انہیں پڑھ لو۔ اب میں ڈرائیو کروں گا۔ انہیں پڑھو اور حرف بہ حرف ذہن نشین کرلو۔ میں گاڑی روکوں گا تو کاغذات تم سے لے کر تلف کردوں گا۔ ان کی مزید نقول موجود نہیں ہیں۔ ہم کوئی ثبوت نہیں چھوڑنا چاہتے۔ لہٰذا کوئی تحریری ثبوت بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اب سب کچھ ہمارے دماغوں میں محفوظ رہنا چاہیے۔"

وہ ایک میمورنڈم تھا۔ اس کے ساتھ واردات کا تفصیلی طریق کار منسلک تھا۔

☆============☆============☆

جے ناشتے کے لیے انہیں ایک ریسٹورنٹ میں لے گیا۔ وہ ایک گوشے میں جا بیٹھے۔ قریب کی میزیں خالی تھیں۔ وہ سکون سے گفتگو کرسکتے تھے۔ ویٹر آرڈر لے کر چلا گیا تو سیمور کوئین نے کہا۔ "میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے اغوا کے لیے اسی شخص کا انتخاب کیوں کیا ہے؟ کوئی کروڑ پتی پکڑ لیتے، وہ اس سے آسان ہدف ہوتا۔"

"یہ مناسب ترین شکار ہے۔" جے نے کہا۔ "ایک تو یہاں سیاست ملوث ہوجاتی ہے، دوسرے اس شخص کی اہمیت مسلم ہے۔ غلط ہاتھوں میں یہ شخص بہت مہلک ہتھیار ثابت ہوسکتا ہے۔ وہ واشنگٹن میں ہونے والے ہر بڑے فیصلے سے باخبر ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ایشیا میں سی آئی اے جو کچھ بھی کررہی ہے، وہ سب جانتا ہے۔ یہاں سی آئی اے کے ماضی، حال اور مستقبل کی کارکردگی پوری طرح اس کے علم میں ہے۔ ان دنوں یہ موساد کے لیے بھی کام کررہا ہے۔ میرے خیال میں یہاں اس کی موجودگی پاکستان اور کشمیر کے خلاف ہے۔ وہاں موساد اور سی آئی اے کے جتنے ایجنٹ سرگرم عمل ہیں، یہ ان سب کا انچارج ہے۔ اس علاقے میں جتنے سیاست داں اور جتنی تنظیمیں سی آئی اے کے لیے کام کررہی ہیں، یہ ان سب سے واقف ہے۔ امریکی حکومت اور یہودی ایک لمحے کے لیے بھی اسے کسی اور کی قید میں دیکھنا گوارا نہیں کریں گے۔ وہ دو کروڑ کیا اس کے

لیے دو سو کروڑ ڈالر بھی ہنسی خوشی دے دیں گے اور اسے بھی سستا سودا سمجھیں گے۔"

"مگر وہ کشمیریوں کو اتنا خطرناک تو نہیں سمجھ سکتے۔"

"بات کشمیریوں کی نہیں۔ کشمیری اسے چینیوں کے ہاتھوں بیچ بھی سکتے ہیں۔ اصل میں امریکی اس بات سے ڈریں گے۔ اس شخص کو تو اگر نیلام بھی کیا جائے تو بولی بہت اونچی جائے گی۔ ہمیں سب سے زیادہ اسی خوف سے فائدہ پہنچے گا۔"

"سب کچھ اس پر منحصر ہے کہ کشمیری ہمارے ساتھ کس حد تک تعاون کرتے ہیں۔" سعادت نے کہا۔ "یعنی فی الوقت تم مفروضوں پر بات کر رہے ہو۔ اس لیے کہ ابھی ہم نے کشمیریوں سے رابطہ نہیں کیا ہے۔"

جے چند لمحے سعادت کو بغور دیکھتا رہا۔ وہ اسے صبح سے فکر مند سا لگ رہا تھا۔ شاید وہ معاملے کی سنگینی سے خوف زدہ تھا۔ "سعادت.......... اگر کوئی تمہارے پاس آئے اور تمہیں بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے ایک کروڑ ڈالر پیش کرے تو تم کیا کرو گے؟" بالآخر اس نے کہا۔ "جب کہ وہ محض لیبل پر تمہارا نام استعمال کرنا چاہتا ہو۔"

"سب سے پہلے تو مجھے اس پر شک ہو گا۔" سعادت نے جواب دیا۔

"اور اگر وہ تمہیں قائل کر دے کہ اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ بلکہ دوسرے رخ سے بھی تمہارا فائدہ ہی ہے۔ تم خود کو پوری دنیا میں تسلیم کرا سکتے ہو۔ تب تم کیا کرو گے؟"

"ٹھیک ہے.........."

"اور کشمیریوں کو یہ باور کرانا تمہارا کام ہے۔"

"میں کوشش کروں گا لیکن مجھے سری نگر جانا ہو گا۔ ناجی کو کیا بتاؤں گا میں؟"

"یہی کہ کاروبار کے سلسلے میں کہیں جا رہے ہو۔" جے نے کہا۔ "اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں اب سے اکیس تاریخ تک کی غیر حاضری کے لیے جواز ڈھونڈنا ہو گا۔ یہ پروجیکٹ کل وقتی کام ہے۔ مسٹر کوئین، تمہارے لیے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں اخبار سے ناتا توڑ لوں گا۔ صفدر، تم اپنے چاچا کو بتا دینا کہ تمہیں کہیں اچھی ملازمت مل گئی ہے۔ رقم کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دینا.........." وہ کہتے

کہتے رک گیا۔ ویٹر ان کا ناشتا لے آیا تھا۔ وہ سب بھوکے تھے، ناشتے پر ٹوٹ پڑے۔

"اور وہ ضروری آلات جن کی تم نے فہرست بنائی ہے، وہ کہاں سے آئیں گے؟" سیمور نے پوچھا۔

"وہ ہم مل کر بندوبست کریں گے۔ آپریشن والے دن جو گاڑیاں استعمال ہوں گی، وہ چرائی جائیں گی۔ مشق کے لیے گاڑی کرائے پر لی جائے گی۔ سرمایہ کاری میں کر رہا ہوں لیکن میرے پاس صرف ساٹھ ہزار روپے ہیں۔"

"فہرست میں ایک آئیٹم ایسا ہے جو مجھے اچھا نہیں لگا.......... ریوالور۔" سیمور نے کہا۔ "صرف ایک ریوالور کیوں؟ اور وہ کس کے پاس رہے گا؟"

"میرے پاس۔" جے نے کہا۔ "اور میں خون خرابہ نہیں چاہتا۔ میرے منصوبے کے مطابق ایک ریوالور ہی کافی ہے۔"

"ٹھیک ہے، لیکن میرے خیال میں احتیاطاً ہمارے پاس اس سے زیادہ اسلحہ ہونا چاہیے۔ اگر ڈیوڈ کیلی اور اس کے باڈی گارڈ نے مزاحمت کی تو کیا ہو گا؟"

"تم اسی مرض کی دوا ہو ایڈمرل۔ تم ہماری قوت ہو۔ ایک بات یاد رکھو، مردہ کیلی ہمارے لیے بے وقعت ہو گا۔"

چند منٹ خاموشی رہی پھر سعادت نے کہا۔ "جے.......... تمہارے میمورنڈم میں ایک بات کا تذکرہ نہیں تھا.......... کیلی کے آقاؤں کا رد عمل۔ ظاہر ہے، وہ ہر قیمت پر اسے واپس لینا چاہیں گے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ ہمارے سامنے جھولی پھیلائیں۔ جانتے ہو، وہ کتنے طاقت ور ہیں۔ تم اس ادارے سے ٹکر لے رہے ہو جس کا بجٹ اربوں ڈالر کا ہوتا ہے، جن کے وسائل لامحدود ہیں، جن کے ایجنٹوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ یہ تو سانپ کو دم سے پکڑنے والا معاملہ ہے۔"

جے نے جواب دینے سے پہلے توقف کیا۔ صفدر اور سیمور اسے بغور دیکھ رہے تھے۔ جے کو احساس تھا کہ اسے سعادت کو خود پر حاوی نہیں آنے دینا ہے۔ سعادت دوسرے دونوں ساتھیوں کے مقابلے میں تیز ثابت ہو رہا تھا۔ "سی آئی اے بھی ایک طرح کی بیورو کریسی ہے۔" بالآخر اس نے کہا۔ "وہ اپنی فائلوں پر، اپنے کمپیوٹر کی

یادداشت پر انحصار کرتی ہے۔ اس کے ساتھ مسئلہ یہ ہوگا کہ اسے ہمارے بارے میں معلومات نہیں ہوں گی۔ جیسے ہی کیلی اغوا ہوگا' وہ اسے سیاسی واردات سمجھنے پر مجبور ہوں گے لیکن ہمارے متعلق وہ اندھیرے میں ہوں گے۔"

"میرا تو کہیں کوئی ریکارڈ نہیں۔" سعادت بولا۔ "میرا خیال ہے' وہ صفدر اور سیمور کے متعلق بھی اندھیرے میں ہوں گے۔ تم اپنی بتاؤ جے اور یہ بھی بتاؤ کہ تمہیں کیلی کے متعلق یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں۔"

جے اس سوال کے لیے تیار تھا۔ کسی حد تک سچ بولنا بھی ضروری تھا۔ "میں اسے اس وقت سے جانتا ہوں' جب میں ایک بین الاقوامی ایجنسی کا نامہ نگار تھا۔ چند ہفتے پہلے مجھے معلوم ہوا کہ وہ ان دنوں یہاں ہے۔ پھر میرا آمنا سامنا اس کی بیوی سے ہوگیا۔ کسی زمانے میں ہم بہت اچھے دوست رہے تھے۔"

"صاف کہو نا کہ تمہارے اس کے قابل اعتراض تعلقات تھے۔" سیمور نے بے دھڑک کہا۔

جے کو اپنا چہرہ تمتماتا محسوس ہوا۔ "سنو مسٹر کوئین' تم اپنے کام سے کام رکھو۔"

"لیکن جے' اب اس کا ہم سب سے تعلق ہے۔" سعادت نے کہا۔ "اگر ڈیوڈ کیلی تمہیں جانتا ہے تو............"

"اسے مجھے پہچاننے کا موقع نہیں ملے گا۔ شاید تم نے میمورنڈم غور سے نہیں پڑھا۔ کیلی کو ہم میں سے کسی کی صورت دیکھنے کا موقع نہیں ملے گا۔ نہ آپریشن سے پہلے نہ آپریشن کے دوران اور نہ آپریشن کے بعد۔ مجھ سے اس کی بیوی کا تعلق یقیناً سامنے آئے گا مگر میرے پاس آپریشن کے وقت کہیں اور موجود ہونے کی ناقابل تردید شہادت ہوگی اور وہ شہادت تم ہوگے سعادت۔"

ویٹر بل لے آیا۔ جے نے اسے تگڑی ٹپ دی۔

☆------------☆------------☆

سعادت جمعے کی صبح سری نگر پہنچا۔ اس نے ماؤنٹ ویو ہوٹل میں کمرا لیا اور وزیر اعلیٰ شیخ سے رابطہ کیا۔ شیخ نے اسے دو بجے ملاقات کا وقت دیا۔ اس نے ہوٹل کی

نچلی منزل پر موجود رینٹ اے کار سے کار کرائے پر لے لی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ شیخ سے اس کی ملاقات غیر ضروری طور پر کسی کی نظر میں آئے۔ اس اعتبار سے ٹیکسی میں وزیر اعلیٰ سے ملنا مخدوش تھا۔

سعادت کے لیے یہ بات حوصلہ افزا تھی کہ شیخ نے اسے اتنی جلدی ملاقات کا وقت دے دیا۔ یہ اور اہم بات تھی کہ ملاقات دفتر میں نہیں شیخ کی اقامت گاہ پر طے پائی تھی۔

پونے دو بجے وہ تیار ہوکر ہوٹل سے نکلا اور کار میں بیٹھ کر وزیر اعلیٰ کی سرکاری اقامت گاہ پہنچ گیا۔

راستہ بہت خوب تھا۔ کیوں نہ ہوتا۔ وہ زمینی جنت تھی۔ بل کھاتی پہاڑی سڑک پر ڈرائیو کرنا بہت لطف دے رہا تھا۔ وزیر اعلیٰ کا بنگلا پہاڑی کی چوٹی پر تھا۔ گیٹ پر مسلح پہرے دار نے سعادت سے اس کا نام پوچھا' اس کے کاغذات چیک کیے اور پھر اپنے سیکیورٹی کیبن سے اندر فون کیا۔ فون پر بات کرنے کے بعد اس نے گیٹ کھول دیا۔

سعادت نے ڈرائیو وے میں گاڑی پارک کی۔ سامنے وسیع و عریض اور خوب صورت لان تھا۔ بنگلہ بہت خوب صورت تھا۔ سعادت پہلے بھی دوبار وہاں آچکا تھا۔ وہ داخلی دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ اس وقت خود کو بہت چھوٹا محسوس کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ شیخ نے اپنے دور میں اتنی دولت کمائی ہے کہ اب اسے دولت کی پروا نہیں۔ وہ اس کی پیش کش ٹھکرا بھی سکتا تھا۔ بلکہ اس کا امکان زیادہ تھا۔ دروازہ کھلا اور ایک کشمیری نے اس کا خیر مقدم کیا۔ "سعادت صاحب' میں عثمان خان ہوں۔" اس نے کہا۔ "فون پر آپ کی مجھ سے بات ہوئی تھی۔ میں وزیر اعلیٰ کا پرسنل سیکریٹری ہوں۔ خوش آمدید۔"

شیخ بوسکی کا کرتا اور شلوار پہنے ہوئے تھا۔ کندھوں پر کریم کلر کی کشمیری شال تھی۔ وہ سعادت کو دیکھ کر مسکرایا۔ چشمے کے پیچھے اس کی آنکھیں چمکتی نظر آرہی تھیں۔ اس نے گرم جوشی سے سعادت سے مصافحہ کیا۔ "آؤ سعادت حسین............ تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔ پرانی یادیں تازہ ہوگئی ہیں۔" وہ خوش گوار لہجے میں بولا۔

"مجھے بھی سر۔"

"بمبئی کی آب و ہوا تمہیں راس آگئی ہے۔ صحت بہتر ہوگئی ہے تمہاری۔"

"بس کچھ موٹا ہو گیا ہوں۔"

"ادھر بھی یہی حال ہے۔ کتنے عرصے بعد مل رہے ہیں ہم؟ ایک سال ہوگا شاید۔"

"نہیں.......... سوا دو سال ہوگئے۔"

"وقت کتنی تیزی سے گزر جاتا ہے۔" شیخ نے کہا۔ "کیا پیو گے؟"

"چائے پلوا دیں۔"

شیخ نے عثمان خان کو اشارہ کیا۔ وہ باہر چلا گیا۔ ذرا دیر میں بیرا چائے لے آیا۔ چائے بنا کر اس نے پیالیاں ان کے سامنے رکھیں اور کمرے سے رخصت ہوگیا۔ دونوں چائے کے گھونٹ لیتے رہے پھر شیخ نے پوچھا۔ "آج کل کیا ہو رہا ہے؟"

"فرنیچر کی دکان ہے بمبئی میں۔"

"میرے پاس تم بے سبب تو نہیں آئے ہوگے۔"

"ایک کام سے آیا ہوں لیکن کام غیر معمولی نوعیت کا ہے۔"

"بتاؤ تو۔"

"پروجیکٹ بمبئی میں ہے لیکن بین الاقوامی نکتہ نظر سے.........."

"ایک منٹ، تمہیں سرمایہ کاری کرنے والے بمبئی میں بھی مل سکتے تھے۔ تم اتنی دور میرے پاس کیوں آئے؟"

"مسئلہ سرمایہ کاری کا نہیں ہے جناب۔ اس میں آپ کا سیاسی مفاد بھی ہے۔ ہمیں آپ کے سرمائے سے نہیں، آپ کی پوزیشن، آپ کے سیاسی اثر و رسوخ.......... اور بالخصوص کشمیر لبریشن فرنٹ سے آپ کے روابط سے فائدہ اٹھانا ہے۔"

"لیکن تمہارا بزنس ریکارڈ اچھا نہیں۔ پنجاب میں تم ناکام ہوگئے۔ اور ہاں.......... یہ کشمیر لبریشن فرنٹ والے درمیان میں کہاں سے آگئے؟"

"دیکھیں جناب، میں جانتا ہوں کہ آپ اندر سے سچے کشمیری ہیں۔ آپ کشمیر کے پہلے اور شاید آخری وزیر اعلیٰ ہیں جن کی کچھ ہمدردیاں حریت پسندوں کے ساتھ ہیں۔

آپ کا ان سے رابطہ بھی ہے لیکن حریت پسند تحریک ابھی بہت کمزور ہے۔ وسائل کے اعتبار سے بھی اور قوت کے اعتبار سے بھی۔ وہ بین الاقوامی سطح پر خود کو منوا نہیں سکی ہے۔"

"یہ درست ہے۔ سعادت! تم میرے پرانے اور قابل اعتبار آدمی ہو، اس لیے میں تم سے کھل کر بات کر رہا ہوں۔ میں ان کا کھل کر ساتھ نہیں دے سکتا۔ یہ نقصان دہ ثابت ہوگا۔ یا تو میری جگہ کوئی ایسا شخص وزیر اعلیٰ بنا دیا جائے گا جو ان کا سخت مخالف ہو یا پھر گورنر راج نافذ کر دیا جائے گا۔ بہرحال یہ تو ایک دن ہونا ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ اتنا عرصہ میں آفس میں رہوں کہ کشمیری حریت پسند منظم ہو جائیں.......... کچھ طاقت پکڑ لیں لیکن یہ بتاؤ، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب کشمیریوں کو ایسا کام کرنا چاہیے کہ انہیں بین الاقوامی سطح پر تسلیم کر لیا جائے۔ ان کے کاز کو پبلسٹی ملے۔ اگر کوئی ایسا کام ہو تو آپ اس میں تعاون کریں گے؟"

شیخ چند لمحے سوچ میں پڑ گیا۔ "پہلے میں یہ جاننا چاہوں گا کہ آپریشن کس نوعیت کا ہے اور اس کے ذریعے کیا حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔" بالآخر اس نے کہا۔

"فرض کریں کہ کسی شخص کو بھاری تاوان کی نیت سے یرغمال بنایا جاتا ہے۔ اس بات کی ضمانت دی جاسکتی ہے کہ اس آپریشن میں انسانی جانوں کا زیاں بالکل نہیں ہوگا اور کشمیری حریت پسندوں کو اخلاقی اور مادی دونوں اعتبار سے تقویت پہنچے گی۔"

"دیکھو سعادت! میں محض ایک حد تک آگے جاسکتا ہوں اور تم کہہ رہے تھے کہ مجھے سیاسی فائدہ بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"جی ہاں۔ وہ ایسے کہ آپ اپنا کردار بدل دیں۔ جب کارروائی ہو جائے تو آپ اس کی مذمت کریں لیکن ساتھ ہی معاملات طے کرانے کے لیے اپنی خدمات پیش کریں۔ اب سوچیں، یوں یہ آپریشن آپ کے لیے شرمندگی کا باعث نہیں ہوگا۔ بلکہ آپ کا ایک نیا اور مختلف امیج ابھارے گا۔ آپ ایک انسانیت نواز سیاسی لیڈر کی حیثیت سے ابھریں

گے۔ ایک ایسا لیڈر جس پر کشمیری بھی اعتبار کرتے ہیں اور مغربی دنیا بھی۔ آپ دونوں پارٹیوں کے درمیان تصفیہ کرائیں گے۔ یرغمالی کی بحفاظت واپسی کا کریڈٹ آپ کو ملے گا۔"

شیخ کو آئیڈیا اچھا لگا تھا۔ وہ چھت کی طرف رخ کیے مسکرایا تھا۔ شاید وہ تصور میں خود کو بین الاقوامی لیڈر بنتے دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر سعادت کے جسم میں سنسنی دوڑنے لگی۔ جے کی بات درست ثابت ہو رہی تھی۔ شیخ ہی ان کا مطلوبہ آدمی تھا۔

شیخ اپنے خیالات کے بھنور سے نکلا اور سعادت کی طرف متوجہ ہوا۔ "لوگ میرے پاس عجیب عجیب اسکیمیں لے کر آتے ہیں لیکن ایسی اسکیم میں نے آج تک نہیں سنی۔ تم نے یہ نہیں بتایا کہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا کیا رول ہوگا۔ ظاہر ہے، تم یونہی بے سبب تو میرے پاس نہیں آئے ہو؟"

"تاوان کا پچاس فی صد ہمارا ہوگا۔ آپریشن ہم کریں گے، سب کچھ ہم کریں گے.......... سوائے اس اغوا کی ذمے داری قبول کرنے کے۔ باقی پچاس فی صد آپ جانیں اور کشمیری جانیں۔"

"اور یرغمال کسے بناؤ گے؟"

"یہ تو میرا ترپ کا پتا ہے جناب۔ جب آپ سے اور لبریشن فرنٹ والوں سے ہمارا باقاعدہ معاہدہ ہو جائے گا، تب میں اس کا نام ظاہر کروں گا۔ بہرحال تاوان کی رقم دو کروڑ امریکی ڈالر ہوگی اور ہم آئندہ پیر کو اسے اغوا کریں گے۔"

"سعادت، تم مجھے حیران کیے دے رہے ہو۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟"

"سوچنا پڑے گا.......... اور چائے پیو گے؟" شیخ نے کہا اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر ایک بٹن دبا دیا۔ عثمان نمودار ہوا تو سعادت کو احساس ہوا کہ وہ اس کمرے کے ایک علیحدہ گوشے میں تھا اور تمام گفتگو سن رہا تھا۔ سعادت نے شکایتی نظروں سے شیخ کو دیکھا۔ شیخ نے عثمان کو چائے لانے کو کہا اور سعادت کی طرف متوجہ ہوگیا۔ "تم عثمان کی فکر نہ کرو۔ وہ میرا معتمد خاص ہے۔ میرے اور لبریشن کے درمیان رابطے کا کام بھی یہی

کرتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ غیر متعلق آدمی بھی نہیں۔"

"لیکن میں تھرڈ پارٹی ڈیلنگ نہیں چاہتا۔"

"اس کی ضرورت بھی نہیں۔ لبریشن فرنٹ کے ملٹری ونگ کا سربراہ مصطفیٰ ہے۔ تمہیں اس سے ملوا دیا جائے گا۔ عثمان تمہیں اس تک پہنچا دے گا۔ اچھا.......... اب مجھ سے ذرا تفصیلی گفتگو کرو۔"

اتنی دیر میں عثمان خان چائے لے آیا..........

☆==========☆==========☆

اس روز جے نے مسٹر سو کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا کہ وہ فوری طور پر ملازمت چھوڑ رہا ہے۔ بیس منٹ بعد اسے ساٹھ ہزار کا چیک مل گیا۔ جلدی کرنے کا ایک سبب تو یہ تھا کہ اب اسے پروجیکٹ ٹی کو پورا وقت دینا تھا، اس کے علاوہ پیسوں کی ضرورت بھی تھی۔

جہاں دی اسٹار کا اکاؤنٹ تھا، اسی بینک میں اس کا اپنا اکاؤنٹ بھی تھا۔ لہٰذا اس کا چیک فوراً ہی کلیر ہوگیا۔ اس نے فوری طور پر پچیس ہزار روپے نکلوائے اور چور بازار کی طرف چل دیا۔ اس کا رخ ایک مخصوص دکان کی طرف تھا۔ بظاہر تو وہاں کاٹھ کباڑ پڑا تھا۔ وہاں سیکنڈ ہینڈ ریڈیو، ٹی وی اور ان کے پرزے ملتے تھے۔ گزشتہ روز اس نے وہاں اپنے مطلب کی چیز دیکھی تھی۔ دکاندار سے اس کا تعارف صفدر نے کرایا تھا۔ وہ صفدر کے ساتھ جیل میں رہا تھا۔ اسے چوری کی اشیاء خریدنے کے جرم میں سزا ہوئی تھی۔ صفدر نے کہا تھا کہ وہ قابل اعتماد آدمی ہے۔ اس سے رازداری کی امید پر کچھ بھی خریدا جا سکتا ہے۔

دکاندار نے گرم جوشی سے اس کا خیر مقدم کیا۔ وہ اسے عقبی حصے میں لے گیا جو ورکشاپ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ وہاں جے کو اپنے مطلب کی چیز رکھی نظر آئی۔ وہ بالکل نیا پاکٹ فون واکی ٹاکی سسٹم تھا۔ اس کے ساتھ بیس یونٹ اور تین ٹرانسیور بھی تھے۔

"یہ تو بڑی زبردست چیز لگتی ہے۔" جے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کام بھی زبردست کرتا ہے۔" دکان دار نے بتایا۔ "جتنا اونچا ایریل ہوگا' اتنی ہی رینج زیادہ ہوگی۔"

جے بیس منٹ تک دکاندار سے اسے نصب کرنے کا طریقہ پوچھتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "یہ تمہیں کہاں سے مل گیا؟"

"تعلقات ہوں تو سب کچھ مل جاتا ہے۔ ویسے یہ صرف پولیس اور ایسے ہی اداروں کے استعمال کی چیز ہے۔ آپ اسے ہر روز تھوڑی دیر کے لیے استعمال کریں تو کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی ورنہ اس کی فریکوئنسی معلوم کرنے کے بعد پولیس پیچھے لگ جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" جے نے دکان دار کو پندرہ ہزار روپے دیے اور سیٹ لے کر نکل آیا۔ سیٹ بہت بھاری تھا۔ اس نے جلدی سے ایک ٹیکسی روکی۔

اپنے فلیٹ پہنچ کر اس نے سیٹ ڈرائنگ روم میں رکھا اور دروازہ مقفل کر کے باہر آگیا۔ اس کا رخ اوپر جانے والے زینوں کی طرف تھا۔ آٹھویں منزل پر اسٹیل کا زینہ تھا جو چھت کی طرف جاتا تھا۔

عمارت کے مالک نے اپنی آمدنی بڑھانے کے لیے چھت پر دو چوبی کیبن بنا کر کرائے پر اٹھا دیے تھے مگر دو ہفتے پہلے ہاؤسنگ اتھارٹی والوں نے اسے غیر قانونی قرار دیتے ہوئے کیبن خالی کرا لیے تھے۔ دونوں کیبن اب بھی موجود تھے مگر اب ان میں کوئی رہنے والا نہیں تھا۔ اب وہاں نہ پانی تھا' نہ بجلی۔ اب وہ متروک مقام تھا اور ریڈیو کے ایریل کے لیے نہایت مناسب جگہ تھی۔ جے نے اس کا جائزہ لینے کے بعد طمانیت سے سرہلایا۔ بیس یونٹ نصب کرنے کے لئے وہ شاندار جگہ تھی۔

☆==========☆==========☆

اس صبح سیمور کوئین پر وحشت سوار تھی۔ اس نے ریٹا کی مرضی کے خلاف اس کے ساتھ زیادتی کی تھی۔ ویسے یہ اس نوعیت کا پہلا موقع نہیں تھا لیکن اس روز ریٹا بہت دل گرفتہ ہوگئی۔ سیمور باتھ روم میں ریٹا کے رویے کے متعلق غور کرتا رہا۔ پچھلے چند روز سے وہ عجیب سی ہو رہی تھی۔ اس کے رویے میں کھنچاؤ تھا۔ لگتا تھا' اسے کوئی ایسی بات معلوم ہوگئی ہے جس کے متعلق وہ اس سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی۔ سیمور نے سوچا۔ کہیں اسے میرے یہاں سے نکل بھاگنے کے پروگرام کی تو سن گن نہیں مل گئی' لیکن نہیں............ یہ ناممکن تھا۔ اس معاملے کی تو اس کے اور اس شخص کے علاوہ کسی کو خبر نہیں تھی جس کے نام سے وہ سفری کاغذات بنوا رہا تھا اور وہ شخص اس وقت برطانیہ میں تھا۔

سو ریٹا کا رویہ اس کی سمجھ سے باہر تھا' مگر وہ خوش تھا کہ جلد ہی ریٹا سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔ اگلے پیر کو وہ ریٹا کی زندگی سے نکل جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی اسے یاد آیا کہ آج صبح تو اس کی جے سے ملاقات طے ہے اور اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وقت کیا ہوا ہے۔

وہ جلدی سے باتھ روم سے نکلا اور گھڑی میں وقت دیکھا۔ آٹھ بج کر تین منٹ ہو گئے تھے۔ جے نیچے اس کا منتظر ہوگا۔ دوسری طرف ریٹا بیڈ پر گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔ اچانک اس نے سر اٹھایا اور پوچھا۔ "سیمور............ تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

سیمور بری طرح چونکا۔ "یہ خیال تمہیں کیسے آیا؟"

"تم کچھ دن سے عجیب سے ہو رہے ہو............ بے چین سے۔"

”تو اس کوٹھری میں کوئی چین سے رہ سکتا ہے؟“

”میرے ساتھ تمہارا برتاؤ بھی بدل گیا ہے۔ اب جیسے میں بس ایک استعمال کی چیز بن کر رہ گئی ہوں۔ دیکھو سیمور، میں نے کبھی تم سے جھوٹ نہیں بولا۔ تم بھی مجھ سے جھوٹ نہیں بولنا۔ سچ بتاؤ، تم کس چکر میں ہو؟“

”کیا مطلب؟“

”میں جانتی ہوں کہ تم یہاں سے جانے والے ہو۔“

”مجھے کیا ضرورت ہے۔ جب کہ یہاں میرا اچھا بھلا کام چل رہا ہے۔“ سیمور نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔

”دیکھو یوں کب تک کام چلے گا۔ ایک نہ ایک دن تم پکڑے جاؤ گے۔ تب کیا ہو گا؟ معاملہ نیوی والوں کے ہاتھ میں بھی نہیں رہے گا۔ تمہیں سزا ہو گی۔ کون جانے.......... تین سال ہو.......... پانچ سال ہو۔ یہ بھی کوئی مستقبل ہوا۔“

”تو تم چاہتی ہو کہ میں خود کو امریکن نیوی کے سپرد کر دوں؟“

”وہاں تمہیں زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کی سزا ملے گی۔ ماضی بھی دھل جائے گا۔ یوں کب تک کام چلاتے رہو گے۔“

”میں اپنے معاملات خود بہتر..........“

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔ سیمور چونکا اور بے ساختہ الماری کی اوٹ میں ہو گیا۔ ریٹا کا جسم تن سا گیا۔ چند سیکنڈ بعد دوبارہ دستک ہوئی تو سیمور نے ریٹا کو دروازے پر جانے کا اشارہ کیا۔ ریٹا اٹھ کر دروازے پر گئی۔ ”کون ہے؟“ اس نے تشویش زدہ لہجے میں پوچھا۔

”مجھے سیمور کوئین سے ملنا ہے۔“ بند دروازے کے پیچھے سے جواب ملا۔

ریٹا نے سیمور کو مستفسرانہ نگاہوں سے دیکھا۔ سیمور آواز پہچان چکا تھا۔ اس نے دہاڑ کر کہا۔ ”تم اوپر کیوں آئے ہو؟“

”تم دس منٹ لیٹ ہو۔ کیا میں پورا دن نیچے تمہارا انتظار کرتا رہوں گا؟“

سیمور نے جا کر دروازہ کھولا۔ جے فلیٹ میں داخل ہو گیا۔ اس نے ادھر اُدھر

دیکھا۔ ریٹا پر نظر پڑی تو اس نے سر کو ہلکی سی جنبش دی۔ ریٹا اسے معاندانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ”یہ ریٹا ہے۔“ سیمور نے تعارف کرایا۔ ”اور ریٹا، یہ ہے جے۔ میرا نیا دوست۔“

”چلنا ہے کہ نہیں؟“ جے نے سیمور سے سخت لہجے میں پوچھا۔

”یہ جے مجھے تفریح کرانے لے جا رہا ہے۔“ سیمور نے ریٹا سے کہا۔

”کب تک واپس آؤ گے تم؟“ ریٹا نے پوچھا۔

”یہ میں کیسے بتا سکتا ہوں۔“

وہ دونوں فلیٹ سے نکل آئے۔ نیچے آتے ہی جے، سیمور پر برس پڑا۔ ”تم نہایت غیرذمے دار آدمی ہو۔ میں یہاں تمہارا انتظار کرتا رہا۔ مجبور ہو کر اوپر جانا پڑا۔ تم نے خوامخواہ ہی میری رونمائی کرا دی ریٹا سے اور پھر میرا نام بھی بتا دیا اسے۔“

”ارے ریٹا کو تو تم یاد بھی نہیں رہو گے۔“ سیمور نے بے پروائی سے کہا۔

”تم اس کے ساتھ کس حد تک ملوث ہو؟“ جے نے پوچھا۔ ”وہ تمہارے چھوڑ کر جانے پر ہنگامہ تو نہیں کرے گی؟“

”اسے معلوم ہی نہیں کہ میں جا رہا ہوں۔ میں کوئی بدمزگی نہیں چاہتا۔“ سیمور نے جواب دیا۔

وہ اس نیلی مورس کی طرف بڑھے جو جے نے اس روز کرائے پر لی تھی۔

”جے.......... گاڑی محکمہ آبادی کی طرف سے نکالو۔ مجھے ایک کام ہے وہاں۔“ سیمور نے کار میں بیٹھنے کے بعد فرمائش کی۔

”ہم پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں۔ صفدر ہمارا انتظار کر رہا ہو گا۔“

”بس پانچ منٹ لگیں گے۔“

جے نے محکمہ آبادی کی عمارت کے سامنے گاڑی روکی۔ وہاں اسے پولیس والوں کا ہجوم نظر آیا۔ ”تمہیں ایسے مقامات سے دور رہنا چاہیے سیمور۔ مجھے بتاؤ، کیا کام ہے۔ میں چلا جاتا ہوں۔“

”میرا جانا ضروری ہے۔ تم فکر نہ کرو، میں پہلے بھی یہاں آ چکا ہوں۔“

سیمور اندر چلا گیا۔ جے کار میں بیٹھا رہا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ سیمور کچھ زیادہ ہی پراعتماد ہو گیا ہے۔ اسے ڈر تھا کہ سیمور کا نام کہیں نہ کہیں، کسی کمپیوٹر یا کسی پولیس افسر کی یادداشت میں محفوظ ہو گا۔ یہ بہت خطرناک بات تھی۔

پانچ منٹ گزرے، دس منٹ گزرے، پندرہ منٹ ہو گئے۔ سیمور نہیں آیا۔ جے غصے سے کھولتا رہا۔ بالآخر سیمور نمودار ہوا اور کار کی طرف چلا آیا۔

"تمہیں وقت کی اہمیت کا ذرا بھی احساس نہیں ہے۔" جے نے اسے ڈپٹا۔

"مجھے قطار میں لگنا پڑا۔" سیمور نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن محنت وصول ہو گئی۔ یہ دیکھو۔" اس نے جے کو اپنا شناختی کارڈ دکھایا۔ اس کی رو سے وہ گپتا فارما سیوٹیکل کمپنی میں کام کرتا تھا اور بمبئی میں اس کی اقامت تھی.......... ایک کونے میں سیمور کی تصویر لگی تھی۔ نام لکھا تھا.......... پیٹرک لنڈسے۔

جے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ "یہ کیسے مل گیا تمہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہر سسٹم میں کوئی نہ کوئی کمزور ہوتی ہے۔" سیمور نے کہا۔ "بس آدمی کو اس سے فائدہ اٹھانے کا ہنر آنا چاہئے۔ یہ پیٹرک لنڈسے دھندے کے سلسلے میں مجھے ملا تھا۔ یہ انگلینڈ واپس جانے والا تھا۔ میں نے اس سے کہا.......... تم شناختی کارڈ کے لئے درخواست دے دو۔ سو فارم اس نے بھرے۔ اپنا پاسپورٹ دکھایا، برتھ سرٹیفکیٹ پیش کیا۔ اس مرحلے سے گزرنے کے بعد درخواست دہندہ کو ایک دوسرے سیکشن میں جانا ہوتا ہے جہاں اس کے فنگر پرنٹ لئے جاتے ہیں اور تصویر کھینچی جاتی ہے۔ سو یہاں دوسرے مرحلے میں، میں چلا گیا۔ یوں میرا شناختی کارڈ بن گیا۔ تصویر میری ہے، لیکن نام سے چھٹکارا مل گیا۔ پیٹرک انگلینڈ واپس جا چکا ہے۔ بس یہ کہ مجھے اس کارڈ کے حصول کے لئے تین ماہ انتظار کرنا پڑا۔"

"تو اب تمہارے نشانات انگشت ریکارڈ میں موجود ہیں؟"

"ہاں.......... لیکن نام کسی اور کا ہے۔ ان کی مدد سے مجھے تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ میری شخصیت ہی بدل گئی ہے۔"

"بہرحال.......... ہے خطرناک بات۔" جے بولا۔ "خیر.......... اب کام کی بات ہو

جائے۔"

گاڑی اب سرنگ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ "میں چاہتا ہوں کہ تم یہاں کچھ اہم باتیں نوٹ کر لو۔" جے نے کہا۔ "پہلی بات یہ کہ آنے اور جانے والی دو الگ الگ سرنگیں ہیں۔ دوسری بات، ٹول ٹیکس وصول کرنے کا سلسلہ پونا والی سائیڈ ہے۔ یعنی آپ جائیں یا آئیں، ٹول ٹیکس کی ادائیگی ادھر ہی ہوتی ہے۔ بمبئی کی سائیڈ ٹریفک بلاک کرنے کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔ یہ اہم بات ہے۔ تیسرے یہ کہ سینٹرل مونیٹرنگ سسٹم اور ایمرجنسی سروسز کا نظام بھی پونا والی سائیڈ پر ہے، ادھر نہیں۔

"اب سوچو۔ دونوں سرنگوں سے دن میں اوسطاً پچاس ہزار گاڑیاں گزرتی ہیں۔ یعنی ہر منٹ میں سترہ گاڑیاں سرنگ میں داخل ہوتی ہیں۔ صبح کے وقت زیادہ رش ہوتا ہے بہرحال ہم سترہ کا ہی حساب لگائیں گے۔ سرنگ عبور کرنے میں دو منٹ لگتے ہیں۔ یعنی سرنگ میں موجود گاڑیوں کی تعداد کسی بھی وقت تیس اور چالیس کے درمیان ہوتی ہے۔"

اسی لمحے گاڑی سرنگ میں داخل ہو گئی۔ جے نے گاڑی کو بائیں جانب والی سست رفتار گاڑیوں کی لین میں رکھا تھا۔

"اب اپنے مجوزہ حادثے کا تصور کرو۔" جے نے کہا۔ "وہ اس طرف ہو گا۔ یعنی پونا والی سائیڈ سے دور۔ اسے فوراً ہی ٹی وی مونیٹر پر دیکھ لیا جائے گا لیکن ابتدائی لمحوں میں تصویر بہت الجھن میں مبتلا کرنے والی ہو گی۔ پیچھے والے کیمرے جب رُکے ہوئے ٹریفک کی تصویر دکھائیں گے، تب ادھر والوں کو احساس ہو گا کہ ادھر آنے والی سرنگ مکمل طور پر بلاک ہو گئی ہے۔ سب سے پہلا کام جو وہ کریں گے، وہ ادھر سے آنے والی مزید گاڑیوں کو سرنگ میں داخل ہونے سے روکنا ہو گا۔ تاکہ سرنگ میں ٹریفک مزید جام نہ ہو۔ میرا خیال ہے کہ حادثے کے کم از کم دو منٹ بعد وہ یہ کام کر سکیں گے۔"

"تو پھر؟"

"پھر یہ کہ ہمارے پیچھے کم از کم ستر اسی گاڑیاں ہوں گی۔ کچھ آپس میں ٹکرائیں گی بھی، جس سے اور پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ سرنگ سے متعلق پولیس کی سمجھ میں آ

جائے گا کہ انہیں ایمرجنسی درپیش ہے جس سے دوسری طرف والے نہیں نمٹ سکتے۔ تب وہ اقدامات کریں گے۔ ان میں گاڑیوں کو کھینچنے والے ٹرک ہوں گے۔ ممکن ہے کہ فائر انجن بھی انہیں سوجھ جائے اور یہ سب کچھ سرنگ کے پونا والے سرے پر ہو گا۔ جائے حادثہ تک پہنچنے کے لئے انہیں دوسری سرنگ کو بھی بند کرنا ہو گا۔ اس میں اور وقت لگے گا۔ بمبئی سے آنے والی سرنگ بند کرنے کے لئے انہیں سرنگ میں موجود گاڑیوں کو نکلنے کا موقع دینا ہو گا۔ اس کے لئے کم از کم دو منٹ درکار ہوں گے۔ یعنی ہمارے پاس کم از کم چھ منٹ کی مہلت ہو گی۔ حادثے کے بعد چار منٹ کیلی کو پکڑنے اور بمبئی سائیڈ پر نکلنے کے لئے اور دو منٹ گاڑیاں بدل کر دوسری سرنگ سے پونا کی سمت جانے کے لئے.......... وہ بھی سرنگ بند کئے جانے سے پہلے۔ ٹول ٹیکس ادا کرنے کے بعد ہم محفوظ ہوں گے۔"

سیمور نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ "تمہارا منصوبہ زبردست ہے لیکن ہر بات کا انحصار ٹائمنگ پر ہے۔"

"یہ جو میں نے حساب لگایا ہے' یہ کم سے کم مہلت کا ہے' ہو سکتا ہے کہ مہلت زیادہ مل جائے لیکن ہم کم سے کم مہلت کے حساب سے کام کریں گے۔ پریکٹس سے سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہاں یاد آیا' ہم آپریشن کے دن سے پہلے ڈیوڈ کیلی کی کار کو ہدف نہیں بنائیں گے۔ پریکٹس دوسری گاڑیوں پر ہو گی۔"

"وجہ؟"

"ٹی وی کیمرے۔ ان کے ویڈیو ٹیپ محفوظ رکھے جاتے ہیں.......... اور سرنگ میں داخل ہونے والی ہر گاڑی کا نمبر بھی واردات کے بعد پولیس سب سے پہلے ریڈیو ٹیپ چلا کر دیکھے گی۔ وہ ہر اس گاڑی کو چیک کریں گے جو ڈیوڈ کیلی کار کے پیچھے رہی ہو گی۔ وہ کم از کم ایک ہفتے کے ٹیپ چلا کر دیکھیں گے۔ ہم ہر روز ایک مختلف کار کو ہدف بنا کر پریکٹس کریں گے اور ہر روز خود بھی ایک مختلف کار استعمال کریں گے۔"

اسی لمحے ان کی کار سرنگ کے پونا والے سرے سے باہر آ گئی۔ جے کار کو چنگی کی طرف لے گیا۔ سیمور اسے ستائش بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ "تم نے ہر بات کا خیال

رکھا ہے۔" اس کے لہجے میں بھی ستائش تھی۔ "لیکن اس ٹی وی کے عذاب اور اس ٹائٹ شیڈول سے بچا بھی تو جا سکتا ہے۔ اسے کہیں اور سے کیوں نہیں اٹھا لیتے؟"

"اس لئے کہ کہیں اور یہ اتنا آسان نہیں ہو گا۔" جے نے کہا۔ "یہ وہ واحد جگہ ہے جہاں کیلی کا ریڈیو بے کار ہو جاتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ پولیس ایک غلط سراغ کو پکڑ کر بیٹھ جائے گی۔ وہ اس مفروضے کے تحت کام کریں گے کہ ہم بمبئی والی سائیڈ میں ہیں۔ انہیں اندازہ ہی نہیں ہو گا کہ ہم دوسری سرنگ سے واپس چلے گئے ہیں۔ جب تک انہیں یہ اندازہ ہو' ہم ان کی پہنچ سے دور نکل چکے ہوں گے۔"

وہ چنگی ادا کر کے بڑھے۔ کوئی چار میل دور انہیں صفدر نظر آ گیا۔ وہ پرانی ہنڈا اسپورٹس موٹر سائیکل پر تھا جو جے نے اسے خرید کر دی تھی۔ وہ جینز پہنے ہوئے تھا۔ سر پر ہیلمٹ تھا۔ جے نے گاڑی موٹر سائیکل کے قریب روک دی۔ صفدر نے وائزر ہٹایا۔

"کیا حال ہے جے صاحب؟"

"سب ٹھیک ہے صفدر۔" جے نے کہا اور ادھر اُدھر دیکھا۔ کچھ دور کچھ بچے کرکٹ کھیل رہے تھے۔ دور دور تک کوئی پولیس والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ جے نے ایک واکی ٹاکی ٹرانسیور' سیٹ کے نیچے سے نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ "اسے حتی الامکان چھپائے رکھنا۔" اس نے صفدر سے کہا۔ "اس کے صرف تین کنٹرول ہیں۔ آن' آف اور والیوم۔ جب تمہیں بولنا ہو تو آن کا بٹن دبانا ورنہ سن تو تم ہر وقت سکو گے۔ اب تم ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ ہم ہدف منتخب کریں گے۔"

صفدر نے واکی ٹاکی جینز کی جیب میں ٹھونس لیا۔ وائزر نیچے کرنے کے بعد اس نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور پیچھے کی طرف چل دیا۔ کچھ دور جا کر اس نے موٹر سائیکل روکی پھر اس نے واکی ٹاکی نکالا۔ اس کے اسٹریپ کو کلائی پر لپیٹ کر ٹرانسیور کو اس نے جیکٹ کی آستین میں چھپا لیا۔ اس سے پہلے اس نے آن کا بٹن دبا دیا تھا۔

ٹھیک چار منٹ بعد اسے جے کی صاف اور واضح آواز سنائی دی۔ "یونٹ ون' یونٹ ون۔"

"یونٹ ٹو ریسیونگ۔" صفدر نے جواب دیا۔

"شاندار' ہمارا ہدف ایک سرخ ٹویوٹا ہے.......... رجسٹریشن نمبر بی وائی ٹی 5448۔ اب تم حرکت میں آجاؤ۔"

صفدر نے موٹر سائیکل آگے بڑھائی۔ تیس سیکنڈ بعد وہ ٹریفک کے سرنگ کی طرف جانے والے دھارے میں شامل ہو گیا۔ دس سیکنڈ بعد اسے مطلوبہ کار نظر آ گئی۔ وہ اس کے پیچھے لگ گیا۔ عقب نما آئینے میں اس نے دیکھا' جے کی کار پیچھے آ رہی تھی۔

ریہرسل شروع گئی تھی!

☆==========☆==========☆

رات دس بجے کا وقت تھا۔ سعادت' عثمان خان کے ساتھ مصطفیٰ سے ملنے جا رہا تھا۔ کار عثمان خان ڈرائیور کر رہا تھا۔ وہ آبادی سے نکل آئے تھے۔ سعادت کو اندازہ تھا کہ سفر طویل ہو گا۔ راستے میں کئی چھوٹے چھوٹے گاؤں آئے لیکن وہاں سناٹا تھا۔

اچانک ایک مقام پر عثمان خان نے گاڑی ایک کچے راستے پر ڈال دی۔ کچا راستہ اور چڑھائی کا سفر۔ گاڑی کی رفتار بہت کم تھی۔ اچانک کچھ دور بلندی پر روشنی دکھائی دی۔ وہ روشنی تین بار جلی بجھی۔

"لو.......... ہم پہنچ گئے۔" عثمان نے کہا۔

کچھ چڑھائی چڑھنے اور تین موڑ مڑنے کے بعد وہ ایک مسطح قطعہ زمین پر پہنچے' جہاں انہیں تین سائے کھڑے نظر آئے۔ عثمان خان نے ان کے قریب گاڑی روک دی۔ وہ اور سعادت کار سے اترے۔ انہوں نے سلام کے بعد آپس میں مصافحہ کیا۔ پھر منتظر افراد میں سے ایک نے بے حد احترام سے کہا۔ "آئیے.........."

اب وہ ایک ڈھلوانی پگڈنڈی پر چل رہے تھے جس کے ایک طرف گہری کھائی تھی۔ آگے چلنے والے کے ہاتھ میں ایک روشن ٹارچ تھی۔ پگڈنڈی بائیں جانب مڑی.......... اور پھر وہ ایک غار میں داخل ہو گئے۔ غار میں اندھیرا تھا اور کوئی موجود نہیں تھا۔ آگے چلنے والے کا ہاتھ حرکت میں آیا۔ غار کی دیوار میں ایک خلا نظر آیا۔ وہاں روشنی بھی تھی۔ وہ سب اس خلا میں سے گزرے اور سعادت حیران رہ گیا۔ وہ تو اچھی خاصی زیرِ زمین دنیا تھی۔ عقب میں خلا بند ہو گیا تھا۔

اب اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کوئی غار ہے۔ وہ اچھا خاصا کمرا تھا۔ ایک دیوار میں دروازہ تھا۔ انہیں لانے والے نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ اندر چلے جائیں۔"

سعادت' عثمان خان کے پیچھے اس دروازے سے گزر کر ایک اور کمرے میں داخل ہوا۔ وہاں دو چارپائیاں تھیں۔ ساتھ ہی پانچ کرسیاں بھی رکھی تھیں۔ ایک طرف ایک کشادہ میز تھی۔ کمرے میں پانچ افراد تھے۔ ان میں دو مسلح پہرے دار تھے۔ پانچ افراد میں ایک چینی تھا۔

عثمان خان نے سعادت کو مصطفیٰ خان سے متعارف کرایا۔ مصطفیٰ کی عمر تیس کے قریب ہو گی۔ وہ خوبصورت آدمی تھا۔ کسرتی جسم کا مالک تھا لیکن اپنی عمر سے بڑا لگتا تھا۔ آنکھوں سے توانائی کا اظہار ہوتا تھا۔ مجموعی طور پر اس کی شخصیت بے حد متاثر کن تھا۔

"ہم تم سے ملنے کو بے چین تھے سعادت حسین۔" مصطفیٰ نے گونج دار آواز میں کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔" اس نے خالی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ خود اور چینی چارپائی پر بیٹھے تھے۔

سعادت کرسی پر بیٹھ گیا۔ عثمان خان نے برابر والی کرسی سنبھال لی۔

"میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔" مصطفیٰ نے کہا۔ "تمہاری اسکیم کا خاکہ میں سن چکا ہوں۔ تفصیلات تم بتاؤ گے لیکن میں ایک بات پہلے ہی واضح کر دوں۔ تمہارے منصوبے میں ایک خامی ہے۔ موجودہ شکل میں یہ ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہے۔"

"قابل قبول نہیں ہے؟" سعادت نے دہرایا۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس امکان کے بارے میں تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔

"ہاں.......... میں نے کہا ہے' موجودہ شکل میں۔"

"یعنی تم بغیر کچھ کئے ایک کروڑ ڈالر حاصل کرنے کا چانس گنوا دو گے؟" سعادت کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"رقم کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔" مصطفیٰ نے سادگی سے کہا۔

"وزیراعلیٰ صاحب نے اس آئیڈیے کو سراہا ہے.........."

"ان پر وہ ذمے داریاں عائد نہیں ہوتیں جو مجھ پر ہوتی ہیں۔ وہ ہمارے لئے قابل احترام آدمی ہیں لیکن وہ سیاست داں ہیں' مجاہد نہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آئندہ چار دن کے اندر وہ وزیراعلیٰ بھی نہیں رہیں گے۔ ہمارے لئے سب سے زیادہ اہمیت کا کی ہے۔ وزیراعلیٰ صاحب نے جو کارروائیاں کرائی ہیں' مجھے ان سے اختلاف ہے۔"

سعادت کو اس انکشاف سے شاک لگا تاہم اس نے خود کو سنبھال لیا۔ "منصوبے کی جس خامی کی با.........."

"اس کا تذکرہ بعد میں ہو گا۔ پہلے تو میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم ہماری ضرورت کے مطابق اپنے منصوبے میں تبدیلیاں کر سکتے ہو یا نہیں۔ یہ بتاؤ کہ تمہیں اپنے ساتھیوں کی طرف سے ہم سے مذاکرات کا اختیار ہے یا نہیں؟"

"ہے' لیکن تبدیلیاں میں اکیلا قبول نہیں کر سکتا۔"

"خیر......... ہمیں اپنے پُراسرار ساتھیوں کے متعلق تو بتاؤ۔"

"پہلے تم اپنے ساتھیوں سے میرا تعارف کراؤ۔" سعادت نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔ اس خیال نے اسے سہارا دیا تھا کہ اس کی پوزیشن کمزور ہرگز نہیں۔ وہ ان لوگوں کے لئے مفت میں ایک کروڑ ڈالر کی پیشکش لے کر آیا ہے۔

مصطفیٰ نے کرسی پر بیٹھے کشمیری کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ محمد طارق ہیں......... ہمارے سیاسی ونگ کے سربراہ۔ اور یہ........." اس نے اپنے برابر بیٹھے چینی کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ ہیں میجروین......... ہمارے چینی مشیر۔"

"تو یہاں ہونے والی گفتگو پیکنگ تک جاتی ہو گی۔ میں اسے خطرناک سمجھتا ہوں۔"

"تمہیں اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ چینی ہمارے دوست ہیں اور ہمارے معاملات میں مداخلت بھی نہیں کرتے۔ یہ غیر مشروط مدد کرتے ہیں ہماری۔"

"بہرحال' یہ تمہیں کیش تو نہیں دیتے اور ایسی تحریکوں کو دولت کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اسی کی پیشکش لے کر تمہارے پاس آیا ہوں اور تمہیں ایک اور اہم چیز بھی ملے گی۔ عالمگیر شہرت......... پبلسٹی۔ فلسطینیوں کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ تنظیم آزادیٔ

فلسطین کو اب بین الاقوامی سطح پر ایک حکومت کی سی حیثیت حاصل ہے۔ میں یہ تمام چیزیں تمہیں پلیٹ میں رکھ کر پیش کر رہا ہوں۔ تمہیں کیا اعتراض ہے اس میں؟"

چند لمحے سکوت رہا پھر مصطفیٰ نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "دیکھو سعادت حسین' تم یہاں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی نمائندگی کر رہے ہو۔ تم نے مجھے ایک پیشکش کی ہے۔ تم کسی کو اغوا کرو گے اور کریڈٹ ہمیں ملے گا اور ناکامی کی صورت میں الزام۔"

"الزام کوئی نہیں آئے گا۔ میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ........."

"ٹھہرو۔ میری بات سنو۔" مصطفیٰ نے سخت لہجے میں اس کی بات کاٹ دی۔ "ہمیں اپنے خاموش ہمدردوں کو قائل کرنے کے لئے کسی بہت بڑی کامیابی کی ضرورت ہے لیکن کوئی ناکامی ہمیں پانچ سال پیچھے دھکیل سکتی ہے۔"

"ناکامی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ تمہارا منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ ہم ناکامی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

"تو تم پیچھے ہٹ رہے ہو؟ بہرحال میں تمہیں بتا دوں کہ آئندہ پیر کو ہم ٹائی فون کو اغوا کر لیں گے۔ تم نہ سہی کوئی اور تنظیم ہمیں اسپانسر کر دے گی۔"

مصطفیٰ نے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔ "یہ تمہارا خیال ہے۔ صرف ہم ہی تمہارے مال کے ممکنہ خریدار ہیں۔ لہٰذا ہم شرطیں عائد کرنے کی پوزیشن میں بھی ہیں۔"

"کیسی شرائط؟"

مصطفیٰ چارپائی سے اٹھا اور سعادت کی کرسی کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔ "سنو دوست' میں نے تمہارے منصوبے میں ایک ناکامی کا ذکر کیا تھا لیکن اس سے تمہارے منصوبے کا ناقابل عمل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ تمہارے منصوبے میں خوبیاں بھی ہیں۔ تم نے ہدف بہت اچھا منتخب کیا ہے۔ امریکی سے آزاد کرانے کے لئے سب کچھ گوارا کر سکتے ہیں۔ منصوبہ بہت اچھا ہے لیکن ہمارے نکتہ نظر سے اس میں یہ خامی ہے کہ اس پر ہمارا کنٹرول بالکل نہیں ہے۔ تم چاہتے ہو کہ ہم ان واقعات کی کھلم کھلا ذمے داری قبول کر لیں جن پر ہمارا ازابتدا تا انتہا کوئی اختیار نہیں۔ یہ ہمارے لئے ناممکن ہے۔"

سعادت چند لمحے میز کو گھورتا رہا۔ پھر بولا۔ "اور تم خود یہ کام کر نہیں سکتے؟"

"نہیں ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں اور ہم اس انداز میں کوئی کام کرنا بھی نہیں چاہتے۔"

"تو پھر؟"

مصطفیٰ دوبارہ اپنی جگہ آ بیٹھا۔ "دیکھو سعادت حسین' تم میرے پاس ایک کاروباری بن کر آئے ہو مگر میں تمہاری ایک اور........ اور اصل حیثیت یاد دلانا چاہتا ہوں۔ تم مسلمان ہو اور کشمیری ہو۔ ہماری جدوجہد تمہاری بھی جدوجہد ہے۔" سعادت نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو مصطفیٰ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

"پہلے میری پوری بات سن لو۔ ہم جس مقصد کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں' وہ آزادی ہے........ اور آزادی ایک کروڑ ڈالر سے نہیں خریدی جا سکتی۔ ہم بھارتی سامراج کے سوا کسی کے خلاف جارحیت نہیں کرنا چاہتے۔ ہم صرف جنگجو نہیں' عقل سے بھی کام لینا جانتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تم قرض کی مصیبت میں گرفتار ہو ورنہ کبھی اس معاملے میں ہاتھ نہ ڈالتے۔ میں تمہیں ایک پیشکش کرتا ہوں۔ تمہیں جتنی رقم چاہئے' شیخ سے مل جائے گی۔ اس کے عوض تم اپنی زمین کے لئے کام کرو........ اپنے وطن کے لئے۔"

سعادت بھونچکا بیٹھا تھا۔ چند لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے کہا۔ "کیا مطلب؟ کیسے؟"

"تمہارا منصوبہ بہت اچھا ہے' کچھ تبدیلیوں کے بعد ہمارے بہت کام آ سکتا ہے۔ تم بظاہر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ملے رہو' لیکن درحقیقت ہمارے منصوبے کے مطابق کام کرو۔" مصطفیٰ نے کچھ توقف کیا۔ "تمہیں دنیا کے قرض کی فکر ہے۔ کبھی اپنی مٹی کا قرض بھی یاد آیا تمہیں؟"

سعادت ہل کر رہ گیا۔ "تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ تمہارا منصوبہ کیا ہے؟"

مصطفیٰ کو اپنا منصوبہ بیان کرنے میں پندرہ منٹ لگے۔ اس نے آخر میں کہا۔ "تم ہمارے کشمیری مسلمان بھائی ہو اس لئے میں نے تمہیں سب کچھ بتایا ہے۔ ورنہ میں بے

خبری میں بھی تم سے کام لے سکتا تھا۔ تمہارا منصوبہ ہماری مدد کے بغیر کامیاب ہو ہی نہیں سکتا۔ تمہیں اعتماد میں لینا اس لئے بھی ضروری تھا کہ کوئی گڑبڑ ہونے کی صورت میں تم کشمیر کے مفاد کو فوقیت دو........ اس کے مطابق قدم اٹھاؤ۔"

اس لمحے سعادت نے اپنے اندر ایک ایسا تند جذبہ امنڈتا محسوس کیا جو اس کے لئے بالکل نیا تھا۔ اس نے سوچا........ ابھی چند لمحے پہلے میں ایک عام انسان تھا' اب میں ایک مجاہد ہوں۔ ساتھ ہی وہ مصطفیٰ کی فراست کا بھی قائل ہو گیا۔ "میں انشاء اللہ تمہارے اعتماد پر پورا اتروں گا۔" بالآخر اس نے مصطفیٰ سے کہا۔ "میں پوری طرح تمہارے ساتھ ہوں۔"

مصطفیٰ نے اٹھ کر اسے گلے سے لگا لیا۔ "اب تم اتوار کو واپس جاؤ گے........ آپریشن سے ایک دن پہلے۔" اس نے کہا۔ "اور یاد رکھنا' ٹائی فون کی زندگی بہت اہم ہے۔"

☆============☆============☆

ریٹا پیر کی شام کام سے دیر سے واپس آئی۔ وہ ایک تھکا دینے والا دن تھا۔ دن بھر وہ حسابات چیک کرتی رہی تھی۔ بعض مستقل مریضوں کے بل تیار کر کے بھیجنے تھے۔ وہ آتے ہوئے سیمور کے بارے میں سوچتی رہی جو بہت چڑچڑا ہو گیا تھا۔ ان دونوں کے درمیان معاملات اب بگڑنے لگے تھے۔ ابتداء میں جب وہ آیا تھا تو ریٹا کو ایک عجیب سی ہیجانی مسرت نے بھگو ڈالا تھا۔ اس نے سوچا' اس کے خواب کو تعبیر ملنے والی ہے۔ وہ ہندوستان سے اور اس کی غربت سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔ اپنوں میں جا کر رہنا چاہتی تھی اور انگریز باپ کے حوالے سے تمام مغربی دنیا اس کی اپنی تھی' بھارت اس کے لئے پردیس تھا۔

ابتداء میں تو سیمور کا صرف امریکی ہونا کافی تھا۔ اس پر اس کی رجائیت' اسے یقین تھا کہ زندگی اپنے دامن میں اس کے مستقبل کے لئے بہت کچھ چھپائے بیٹھی ہے۔ یہ رجائیت ایک دولت مند ملک میں پیدا ہونے والے کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے۔ ریٹا سوچتی تھی........ سوچتی تھی اور اس کے جسم میں سنسنی دوڑنے لگتی تھی۔ اسے یقین ہو جاتا

تھا کہ اس کا مستقبل بھی روشن ہے۔ اس لئے کہ اب وہ سیمور سے وابستہ ہو گئی ہے۔

وہ اوپر پہنچی تو فلیٹ کا لوہے کا جنگلے نما اضافی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ سیمور گھر میں موجود ہے۔ اس نے دروازہ کھولا۔ اندر داخل ہوتے ہی اسے مرغی کی اشتہا انگیز خوشبو محسوس ہوئی۔ اسے حیرت ہوئی کیونکہ سیمور شاذو نادر ہی کچھ پکاتا تھا۔ وہ کچن میں گئی۔ سیمور وہاں موجود تھا۔ مرغی کے مسالحے لگے پیس ایک طرف رکھے تھے۔ ایک پیس سیخ میں پرویا ہوا تھا اور سیمور اسے دھیمی آنچ پر سینک رہا تھا۔

سیمور نے مسکرا کے اسے دیکھا۔ "آج تمہیں کھانا تیار ملے گا۔"

"تقریب تو پتا چلے۔" ریٹا نے کہا۔ وہ اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

"تقریب کوئی نہیں۔ بس آج کچھ کرنے کو دل چاہ رہا تھا۔ وائن بھی موجود ہے۔ اپنی مدد آپ کرو۔"

بیڈ سائیڈ ٹیبل پر وائن کی بوتل اور دو گلاس رکھے تھے۔ ریٹا نے دونوں میں وائن انڈیلی اور انہیں کچن میں لے گئی۔ ایک گلاس اس نے سیمور کی طرف بڑھا دیا۔ "سچ بتاؤ سیمور، کوئی خاص بات ہے؟" اس نے پھر پوچھا۔

"میں نے کہا نا، کوئی بات نہیں۔ بس ایک معاملہ بنتا نظر آ رہا ہے۔ یہ اس کا پیشگی جشن ہے۔"

"معاملہ کیا ہے؟ تمہارے اس نئے دوست جے سے تعلق ہے اس کا؟"

سیمور نے مرغی کا پیس نکال کر پلیٹ پر رکھا اور دوسرا پیس سیخ میں پرویا۔ "میری دادی ایک مثل سناتی تھیں۔" اس نے کہا۔ "زیادہ سوال نہ کرو، جھوٹ سننے سے محفوظ رہو گے۔ بس اب کھانا لگاؤ۔"

انہوں نے کھانا کھایا۔ مرغی ذرا کچی تھی پھر بھی ریٹا، سیمور کے لئے شکر گزاری محسوس کر رہی تھی۔ بہت دنوں کے بعد وہ اس پر توجہ دے رہا تھا۔ کھانے کے بعد برتن دھونے میں بھی سیمور نے اس کا ہاتھ بٹایا۔

کھانے اور برتن دھونے کے بعد وہ سکون سے بیٹھ گئے۔ سیمور نے سگریٹ سلگائی اور بولا۔ "تمہیں یاد ہے، تم نے ایک بار مجھے کچھ سرنجیں لا کر دی تھیں۔ کچھ اور مل

سکتی ہیں؟"

ریٹا کا جسم تن سا گیا۔ دو ماہ پہلے وہ ہائپوڈرمکس سرنج کا ایک درجن والا پیکٹ لے آئی تھی۔ بعد میں کلینک میں اچھا خاصا مسئلہ بن گیا تھا۔ حالانکہ وہ بہت معمولی سی، سستی چیز تھی لیکن ہوا یہ کہ مارکیٹ میں سرنجیں شارٹ ہو گئیں اور ڈاکٹر مصر تھا کہ دو دن پہلے اس نے سرنج کا پورا پیکٹ دیکھا تھا، وہ کہاں گیا۔ بحث کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا لیکن ریٹا بہرحال پریشان ہو گئی۔

"تمہیں اور کیوں چاہئیں؟" اس نے کڑے لہجے میں سیمور سے پوچھا۔

"ایک جاننے والا ہے، نشے کا عادی ہے۔ میڈیکل اسٹور والے بھی سب اسے جان گئے ہیں۔ وہ اسے سرنج نہیں دیتے۔ اس کے لئے ضرورت ہے۔"

"جانتے ہو، پچھلی بار خاصا ہنگامہ ہوا تھا۔" ریٹا بولی۔

"وہ اتفاق تھا۔ اب ایسا نہیں ہو گا۔"

"تمہارے لئے یہ کہنا آسان ہے سیمور۔ ملازمت تو میری خطرے میں پڑے گی۔"

"چلو چھوڑو، یہ اتنی اہم بات بھی نہیں۔" سیمور نے بات ختم کر دی لیکن رات کو سوتے وقت اس نے پھر یہ مسئلہ اٹھایا۔ "دراصل ریٹا، اس بے چارے کا حال بہت خراب ہے۔" اس نے کہا۔ "وہ استعمال شدہ سوئیاں استعمال کر رہا ہے، چلو درجن بھر نہیں، تین چار ہی لا دینا۔"

"اس سے مسئلہ تو حل نہیں ہو گا۔ وہ تین چار استعمال ہو جائیں گی تو پھر وہ کیا کرے گا؟"

"اس وقت تک کوئی اور ذریعہ تلاش کر لے گا۔"

"ٹھیک ہے سیمور۔ میں وعدہ نہیں کرتی۔ کوشش کروں گی۔" ریٹا نے کہا۔

"شکریہ ڈارلنگ۔ اور ہاں، تمہیں اس نئی دوا پینٹوتھل کے بارے میں بھی پتا چلا؟"

"ہاں، معلوم ہے۔" ریٹا نے اسے الجھن بھری نظروں سے دیکھا۔ "نئی تو نہیں۔ یہ ایک طرح کی باربی چوریٹ ہے............ مسکن دوا۔"

"وہ تھوڑی بہت لا سکتی ہو کلینک سے؟"

"لیکن کیوں؟" ریٹا کوئی تربیت یافتہ نرس نہیں تھی لیکن کلینک میں اتنا عرصہ کام کرنے کے بعد وہ بیشتر دواؤں کے استعمال سے واقف ہو گئی تھی۔ "اور تم نام ٹھیک لے رہے ہو دوا کا؟"

"اس جاننے والے نے تو یہی بتایا تھا۔ اسے چاہئے تھی تھوڑی سی۔"

"جانتے ہو' آپریشن سے پہلے مریض کو بے ہوش کرنے کے لئے یہ دوا استعمال کی جاتی ہے۔" ریٹا نے بتایا۔ "اسے نشے کے لئے تو استعمال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اسے بہت ہلکا کر لیا جائے تو بس غنودگی پر بات رکے گی۔"

"مجھے کیا۔ ممکن ہے' وہ بے ہوش ہونا چاہتا ہو۔ تم بس مجھے تھوڑی سی پینٹوتھل لا دو۔"

"سیمور.......... تم پاگل ہو گئے ہو۔"

☆============☆============☆

ٹیکسی ڈرائیور نے بلا کا سامان گاڑی کی چھت پر رکھ دیا تھا اور اب اس کا منتظر تھا۔ بلا فلیٹ کے دروازے پر اپنے شوہر کے روبرو کھڑی تھی۔ دونوں کے درمیان اتنا زیادہ فاصلہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

"میں آخری بار تم سے پوچھ رہی ہوں ڈیوڈ۔ تم کلکتہ آؤ گے؟" بلا نے کہا۔ اسے لگتا تھا' وہ میلوں دور کھڑی اس سے بات کر رہی ہے۔

ڈیوڈ کوئی فائل پڑھتے پڑھتے اٹھا تھا اور لگتا تھا کہ اس کا دھیان فائل ہی میں ہے۔ "دیکھو جان' میں تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ یہ مشکل ہے۔ میں واشنگٹن سے واپس آیا ہوں تو مجھے کام کا انبار رکھا ملا ہے.........."

"یہ انبار تو ہمیشہ رہتا ہے' کبھی کم نہیں ہوتا۔ ایک دن تم اسی انبار تلے دفن ہو جاؤ گے مگر اس وقت میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں گی۔"

"مجھے کسی سے ضروری ملاقات بھی کرنی ہے۔ چار ستمبر کو۔ وہ میں منسوخ نہیں کر سکتا۔"

"تمہاری ہر ملاقات ایسی ہی ہوتی ہے۔"

"یہ تو واقعی بہت اہم ہے۔"

"تمہارے لئے وہ ملاقات زیادہ اہم ہے یا ازدواجی زندگی؟ پوری سچائی سے بتاؤ۔"

وہ چند لمحے اسے گھورتا رہا۔ اس کی نگاہوں میں برہمی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "بلا.......... میں جانتا ہوں کہ میرا کام تمہارے لئے بے سکونی کا باعث ہے لیکن سکون سے تو میں بھی نہیں ہوں۔ جس ملاقات کا میں ذکر کر رہا ہوں' وہ بے حد اہم ہے۔ مجھے تمہیں بتانا تو نہیں چاہئے لیکن تمہیں قائل کرنے کے لئے بتانا پڑ رہا ہے۔ چین میں ہمارا ایک اثاثہ ہے.......... ایک بے حد اہم عہدے پر فائز شخص جو ایک قاصد کے ذریعے اہم معلومات بھجواتا ہے۔ وہ دونوں میرے سوا کسی سے تعلق رکھنے پر آمادہ نہیں۔ مجھے ہر ماہ کی پہلی پیر کو اس سے ملنا ہوتا ہے۔ چار ستمبر کو مجھے اس سے ملاقات کرنی ہے۔"

بلا غیر متاثر نظر آ رہی تھی۔ "ممکن ہے' تم سچ بول رہے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جھوٹ ہو۔ تم جھوٹ اور مکرو فریب کی دنیا میں رہتے ہو ڈیوڈ۔ تمہارے نزدیک میں بھی حقیقت نہیں ہوں۔ تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ تمہارے لئے میں زیادہ اہم ہوں یا وہ ملاقات؟"

"میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔"

بلا بغیر کچھ کہے پلٹی اور زینوں کی طرف بڑھ گئی۔

☆============☆============☆

جے پریشان تھا کہ سعادت اب تک واپس نہیں آیا ہے' لیکن وہ اس سلسلے میں کچھ کر بھی نہیں کر سکتا تھا۔ جمعے کی صبح وہ سیمور کے ساتھ بلیو ہیون جیٹی گیا' جہاں صدائے کشمیر موجود تھی۔

"سعادت صاحب آج نہیں آ سکے ہیں۔" جے نے بوٹ بوائے رامو سے کہا۔

"آئندہ ہفتے منگل یا بدھ کو ہم بوٹ پر سفر کریں گے۔"

"موسم اچھا نہیں ہو گا صاحب۔" رامو نے کہا۔

"ہم سمندر میں زیادہ سے زیادہ اڑتالیس گھنٹے رہیں گے۔ سمندری طوفان کی

وارننگ ملی تو واپس آ جائیں گے۔"

رامو نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ اس نے گاڑی سے سامان اتروایا' اپنی کشتی لادا اور انہیں صدائے کشمیر پر لے گیا۔ سامان کریٹوں میں بند تھا۔ رامو کو پتا نہیں چ سکتا تھا کہ کس کریٹ میں کیا ہے۔ سامان میں ٹوائلٹ کیمیکل بھی تھا' کیمپ بیڈ' سلیپنگ بیگ' کھانے کی اشیاء کے ڈبے اور پانی کے کین۔ ممکن ہے رامو نے سوچا ہو کہ آدمیوں کے لئے سامان بہت زیادہ ہے مگر اس نے کچھ کہا نہیں۔ یہ اچھا تھا کہ وہ ا معاملات میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔

سامان بوٹ پر منتقل ہو گیا تو جے نے رامو کو سو روپے ٹپ دی۔ "ذرا خیال رکھنا۔" اس نے رامو سے کہا۔ "آئل کمپنی والے ہمارے لئے ریزرو فیول لائیں گے۔ وہ بوٹ میں رکھ دینا۔"

وہ صدائے کشمیر کو لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ دوپہر کے قریب انہوں نے کھاڑی میں بوٹ کو لنگر انداز کیا اور ربڑ کی کشتی کے ذریعے سامان اپنی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچایا۔ انہوں نے سامان باہر نہیں نکالا۔ یہ کام صفدر اور سیمور کے ذمے تھا اور وقت کی کوئی کمی نہیں تھی۔ تاہم جے نے اوپر والے کریٹ کو کھولا۔ اس میں چھ فٹ لمبی بھاری زنجیر تھی جس کے سرے پر لوہے کا بھاری گولا تھا۔ اس نے کھوہ کی دیوار پر بریکٹ لگایا۔ زنجیر کا ایک سرا بریکٹ میں لگانے کے بعد اس نے زنجیر میں تالا لگا دیا۔ پھر اس نے زور لگا کر بریکٹ کی مضبوطی کو جانچا۔ بریکٹ بے حد مضبوطی سے نصب ہوا تھا۔

"یہ زنجیر اسے روکنے کے لئے بہت کافی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ کام اس کی آمد سے پہلے کرنا ضروری تھا۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" سیمور نے کہا۔

"احتیاط بہت ضروری ہے۔ اس کے اغوا کے بعد پولیس کہیں بھی موجود ہو سکتی ہے۔ میں اس کے آزاد پھرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔"

وہ جیٹی پہنچے تو ان کا فیول آ چکا تھا۔ وہ 44 گیلن والے چھ ڈرم تھے۔ وہ انہوں نے صدائے کشمیر پر منتقل کیے اور انہیں عرشے پر الگ الگ باندھ دیا' پھر وہ چھوٹی کشتی پر

بیٹھ کر کنارے پر آ گئے۔

"ہم پیر کو آئیں گے۔" جے نے رامو سے کہا۔ "کمپاس وغیرہ کی چیکنگ کرنا ہو گی۔"

"میں پیر کو چھٹی کرتا ہوں۔" رامو نے جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں۔ کشتی تو یہاں موجود ہو گی۔"

☆===========☆===========☆

اتوار کی صبح...... آپریشن کے طے شدہ وقت سے 24 گھنٹے پہلے گرمی بہت شدید تھی۔ فضا میں بہت زیادہ نمی نے حال خراب کر دیا تھا۔ چھٹی کا دن تھا۔ سڑکیں سنسان پڑی تھیں۔ ہاربر کے پوسٹ آفس میں بھی چھٹی تھی۔ پوسٹ آفس کی بغل میں ایک تنگ گلی تھی۔ اس گلی میں لوہے کا گیٹ تھا جو برسوں سے استعمال نہیں ہوا تھا۔ سیمور کوئین ہاتھ میں کینوس کا ایک بیگ لئے گلی میں داخل ہوا۔ گیٹ کے پاس پہنچ کر اس نے ادھر اُدھر دیکھا۔ گلی سنسان تھی۔ اس نے بیگ نیچے رکھ کر کھولا اور اس میں سے ربڑ کے دستانوں کی ایک جوڑی اور اسٹیل کا بھاری بولٹ کٹر نکالا' جو اسے جے نے دیا تھا۔ بولٹ کٹر کو اس نے گیٹ کے تالے پر آزمایا۔ ذرا سا زور لگانے پر تالا کٹ گیا۔ اس نے کٹے ہوئے تالے کو اپنی پینٹ کی جیب میں رکھا اور گیٹ کھول دیا۔

گیٹ کے سامنے پوسٹ آفس کا عقبی یارڈ تھا۔ وہاں ڈاک گاڑیاں کھڑی تھیں۔ وہ سائیڈوں سے بند' چھت والی گاڑیاں تھیں۔ عقب میں ڈبل ڈور تھا۔ سائیڈ میں محکمہ ڈاک لکھا تھا اور اس کا مونوگرام بھی بنا ہوا تھا۔ ہر بڑے پوسٹ آفس کے پاس یہ گاڑیاں موجود تھیں اور پورے شہر میں دندناتی نظر آتی تھیں۔ انہیں کوئی نہیں پوچھتا تھا کہ وہ کہاں ہیں اور کیوں ہیں۔ وہ نو پارکنگ میں بھی کھڑی ہوتیں تو پولیس والے انہیں نظرانداز کر دیتے۔ ضرورت سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتیں تو بھی انہیں نظرانداز کر دیا جاتا۔

سیمور نے ایک گاڑی کا عقبی دروازہ کھولا اور کٹر اور بیگ اندر پھینک کر دروازہ بند کر دیا۔ اس نے سوچا' سب سے بڑی خوبی یہ ہے ان گاڑیوں کی کہ انہیں چرانا نہ

دشوار ہے نہ خطرناک۔ ہر گاڑی مختلف شفٹوں میں کئی ڈرائیور استعمال کرتے تھے' اس
لئے گاڑیوں میں ایک عام سا سوئچ لگا تھا' جسے عام سی دھاتی چابی آن کر سکتی تھی اور ایسی
چابی اس کے پاس موجود تھی۔

اس نے چابی لگائی۔ پہلی ہی کوشش میں انجن اسٹارٹ ہو گیا۔ اس نے گاڑی
گیٹ سے نکالا۔ گلی تنگ تھی۔ موڑنا دشوار کام تھا لیکن بہرحال ہو گیا۔ سیمور نے وین
سے اتر کر گیٹ بند کیا اور جیب سے نیا تالا نکال کر زنجیر میں لگا دیا۔ پوسٹ آفس ساڑھے
آٹھ بجے کھلتا تھا۔ یعنی ساڑھے آٹھ بجے سے پہلے وین کی گمشدگی کا کسی کو علم نہیں ہو
سکتا تھا اور اس وقت تک وہ بہت دور نکل چکے ہوں گے۔

اسے جے کی ذہانت کا اعتراف کرنا پڑا۔ اس نے زبردست ریسرچ کی تھی۔ مکمل
تیاری کی تھی۔ پروجیکٹ کی تمام جزئیات پر دھیان دیا تھا۔ کوئی معمولی سی بات بھی
نظرانداز نہیں کی تھی۔ یہ بہت بڑی بات تھی۔ جے سے ملاقات کے بعد پہلی بار سیمور
اپنے دل میں اس کے لئے احترام محسوس کر رہا تھا۔

☆===========☆===========☆

جے کے پاس کرائے کی نیلی ڈاٹسن تھی۔ وہ آخری کار تھی جو اس نے کرائے پر لی
تھی۔ وہ بندرگاہ کے قریب واقع پرائیویٹ پارکنگ لاٹ میں داخل ہوا۔ وہ تین منزلہ
پارکنگ لاٹ تھا۔ اٹینڈنٹ نے نہ اس کی گاڑی پر کوئی توجہ دی نہ اس پر۔ بس بے دھیانی
سے گاڑی اندر لے جانے کا اشارہ کر دیا۔ وہ بڑے لوگوں میں دلچسپی لے رہا تھا جن سے
اسے تگڑی ٹپ ملنے کی امید تھی۔ ایسے لوگ گاڑی نیچے روکتے' اسے ٹپ دیتے اور گاڑی
کی چابیاں۔ وہ گاڑی کو اوپر لے جاتا اور چابی واپس لا کر بورڈ پر لگا دیتا۔ وہاں ایسے لوگ
بھی آتے تھے جو دو تین دن قیام کرتے تھے۔ ایسے لوگ گاڑی پارکنگ لاٹ میں کھڑی کر
جاتے تھے اور واپس جاتے ہوئے گاڑی وہاں سے لے لیتے تھے۔

جے نے اپنی گاڑی اوپری منزل پر کھڑی کی اور پھر نیچے تماشہ دیکھتا رہا۔ ایک گھنٹے
کے انتظار کے بعد اسے اپنے مطلب کی گاڑی نظر آ گئی۔ وہ ایک سیاہ مرسڈیز تھی' رنگین
شیشوں والی۔ اس میں سے ایک موٹا شخص اترا جو دیکھنے میں صاحب ثروت لگ رہا تھا۔

اس کے ساتھ ایک نوخیز' حسین لڑکی تھی جو اس کی بیوی کہیں سے بھی نہیں لگتی تھی۔
ساتھ میں ایک نوکر بھی تھا جس نے ان کا سامان اتارا۔ سامان میں دو سوٹ کیس اور ایک
بیگ تھا۔ وہ یقیناً چند روز قیام کے ارادے سے آئے تھے۔ موٹے نے گاڑی کی چابی
اٹینڈنٹ کو دی۔ اٹینڈنٹ گاڑی میں بیٹھا' گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے اوپر لے گیا۔ جے
جلدی سے نیچے اتر آیا۔ وہ کی بورڈ سے کچھ دور کھڑا تھا۔ اٹینڈنٹ نے چابی لا کر لٹکائی تو
جے نے اس کی جگہ ذہن نشین کر لی۔ وہ پارکنگ لاٹ سے نکل آیا۔

کوئی آدھے گھنٹے کے بعد ایک اور بڑی کار پارکنگ لاٹ میں گئی۔ اس کے مالک
نے ٹپ کے ساتھ چابیاں اٹینڈنٹ کے حوالے کیں اور خود باہر آ گیا۔ اٹینڈنٹ گاڑی
اسٹارٹ کر کے اوپر لے جانے لگا تو جے اندر داخل ہوا۔ اس نے بورڈ سے مرسڈیز کی
چابی اتار لی اور باہر جانے والے دروازے سے اوپر چلا گیا۔ وہ اوپر پہنچا تو اٹینڈنٹ نیچے جا
چکا تھا۔ اس نے جیب سے دستانے نکال کر پہنے' مرسڈیز کا دروازہ کھولا اور اسے اسٹارٹ
کر کے باہر سڑک پر نکال لایا۔

☆===========☆===========☆

سعادت اتوار کو بمبئی واپس پہنچا۔ بارہ بجے اس کی جے سے ملاقات ہوئی۔ سعادت
نے اسے لبریشن فرنٹ والوں سے ملاقات کی تفصیل بتائی۔ جے تو بھونچکا رہ گیا۔ "وہ
مصطفیٰ بہت ضدی آدمی ہے۔ اپنی شرائط پر اڑ گیا ہے۔ پیچھے نہیں ہٹے گا۔" سعادت نے
کہا۔

"لیکن کیوں؟" جے نے کہا۔ اس کے لہجے میں پریشانی تھی۔

"بس........ یہ ان کی عزت کا معاملہ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ایک کام اپنے سر
لیں تو ان کا بھی حصہ ہو۔ انہیں اس طرح استعمال ہونا پسند نہیں۔ مصطفیٰ اسے ڈھونگ
نہیں رہنے دینا چاہتا۔ وہ اسے سچ مچ سیاسی اغوا بنانا چاہتا ہے۔"

"یہ کیا مصیبت ہے!" جے جھنجلا گیا۔ "ہمارے پاس صرف آج کا دن ہے۔ کل
ہمیں واردات کرنی ہے۔" اس نے وہسکی کا ایک طویل گھونٹ لیا۔ وہ اس وقت کوئل
کلب کے ایک تنہا گوشے میں بیٹھے تھے۔ "اسے کشمیر لے جانا تو بہت بڑا درد سر ہے۔"

جے نے مزید کہا۔

"ہمیں منصوبے سے ہاتھ اٹھانا ہو گا۔" سعادت نے کہا۔

"لیکن سوچا جائے تو ناممکن کچھ بھی.........."

"اب تم دیوانوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔"

"انہوں نے اس سلسلے میں کوئی تجویز بھی پیش کی؟"

"ہاں۔ ان کے خیال میں مسئلے کا حل بوٹ ہے۔"

"لیکن ہم بوٹ کے ذریعے بمبئی سے کشمیر تو نہیں پہنچ سکتے۔" جے نے جھنجلا کر کہا۔

"اسی لئے تو میں کہہ رہا ہوں کہ ہمیں منصوبے سے دست کش ہونا پڑے گا۔"

"تم مجھے ان کی تجویز تو بتاؤ۔"

"وہ سن کر تمہارے ہوش اُڑ جائیں گے۔" سعادت نے کہا۔ "ان کی تجویز کے مطابق ہمیں بوٹ کے ذریعے کراچی کے ساحل پر ایک مخصوص مقام پر پہنچنا ہو گا۔ وہاں ہمارے لئے ڈرائیور سمیت ایک گاڑی موجود ہو گی۔ اس گاڑی میں ہم کشمیر جائیں گے.........."

"کیا؟ پاگل ہو گئے ہیں وہ۔"

"وہ ہو گئے ہوں، ہم تو نہیں ہوئے۔ میں کہتا ہوں جے، اس منصوبے کو بھول جاؤ۔"

جے کچھ دیر سوچتا رہا۔ اس کے چہرے کے تاثرات رہ رہ کے بدل رہے تھے۔ بالآخر اس نے کہا۔ "اتنی سرمایہ کاری کرنے کے بعد میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ اچھا.......... تم ذرا مجھے تفصیل سے بتاؤ۔ وہ یہ ضد کیوں کر رہے ہیں؟"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ صرف آریشن کامیاب ہونے کی صورت میں اس کی ذمے داری قبول کریں گے۔ اگر ہم ناکام ہو جاتے ہیں تو ان کا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہو گا۔ وہ ناکامی اپنے سر نہیں لیں گے۔ میں نے ان سے کہا، ہماری کامیابی کا ثبوت خبریں ہوں گی۔ اس پر مصطفیٰ نے اعتراض کیا کہ ممکن ہے، امریکی خبر چھپانے میں کامیاب ہو

جائیں۔ وہ یقیناً اس سلسلے میں بھارتی حکام پر دباؤ ڈالیں گے۔ لہٰذا ان کا ایک نمائندہ یہاں آبزرور کی حیثیت سے موجود رہے گا۔ وہ آپریشن میں حصہ نہیں لے گا۔ اس کا نام افسر خان ہے۔ وہ آج شام یہاں پہنچ رہا ہے۔"

جے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ "بمبئی سے ٹائی فون کو لے کر کراچی پہنچنا آسان کام نہیں ہو گا۔"

"انہوں نے مجھے سفر کا مکمل نقشہ دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ٹائی فون ہمارے قبضے میں ہو گا تو ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جا سکے گی۔"

"یہ تو انہوں نے ٹھیک کہا ہے لیکن کراچی اُترنے کے بعد ہم ان کے کنٹرول میں ہوں گے۔"

"یہی تو وہ چاہتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اتنا لمبا چکر چلایا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپریشن میں ان کا عمل دخل بھی ہو۔"

"بہرحال، ٹائی فون جب تک ہماری تحویل میں رہے گا، بالا دستی ہماری ہی رہے گی۔ وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ ٹائی فون کو کوئی ضرر پہنچے۔ لہٰذا ہم ان کی شرط مان سکتے ہیں۔"

"جے.......... بات اتنی آسان نہیں۔ اس موسم میں، کھلے سمندر میں اتنا طویل سفر کوئی مذاق نہیں۔" سعادت نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس موسم میں یہاں سمندری طوفان کا خطرہ رہتا ہے۔"

"ضروری نہیں کہ ہمارا واسطہ کسی سمندری طوفان سے پڑے۔"

"پاگل ہو گئے ہو۔ اس خطرے کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔"

"تم تو کہتے تھے، تمہاری بوٹ ہر طرح کے موسم کا سامنا کر سکتی ہے۔" جے نے اسے یاد دلایا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن سمندری طوفان.........."

"دیکھو سعادت، میں نے اپنے وجود سمیت اپنا سب کچھ اس پرو[illegible] پر لگا دیا ہے۔" جے نے سنجیدگی سے کہا۔ سعادت نے اس قدر سنجیدہ اسے اب تک نہیں دیکھا

تھا۔ ”میرے پاس واپسی کا راستہ نہیں۔ اب میری بقاء بس اس منصوبے کی کامیابی میں ہے۔ تم پیچھے ہٹنا چاہتے ہو تو ہٹ جاؤ‘ میں تمہارے بغیر بھی کام چلالوں گا۔ اب تم فیصلہ کرلو۔“

سعادت دل ہی دل میں مسکرایا۔ ”اور صفدر اور کوئین کے بارے میں کیا خیال ہے؟“

”وہ میرا ساتھ دیں گے‘ مجھے یقین ہے لیکن مجھے تمہاری اور صدائے کشمیر کی بھی ضرورت ہے۔“

”چلو ٹھیک ہے۔ میں اخلاقاً اس مرحلے پر تمہارا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔“ سعادت نے کہا۔

”یہ ہوئی نا بات۔ اب بتاؤ یہ سمندری سفر کتنی دیر کا ہے؟“

”کم از کم اڑتالیس گھنٹے لگیں گے۔“

”بس تو ہم جلد بازی نہیں کریں گے۔“ جے نے کہا۔ ”کیلی کے اغوا ہونے کے بعد دو تین دن تو ہر راستے کی نگرانی کی جائے گی۔ ہم اس دوران پہاڑی کھوہ میں چھپے رہیں گے۔ اس کے بعد ہم کراچی کا رخ کریں گے لیکن میرا خیال ہے‘ ہمیں صرف رات میں سفر کرنا ہو گا۔ تم یہ کرو کہ ابھی سے کہہ دو کہ تمہارا بوٹ میں جانے کا ارادہ ہے اور میں تمہارے ساتھ جا رہا ہوں۔“

”ٹھیک ہے‘ لیکن.........“

”اب لیکن ویکن کی کوئی گنجائش نہیں سعادت۔“ جے نے سخت لہجے میں کہا۔

”مگر ہمیں مزید فیول کا بندوبست کرنا ہو گا۔“

”وہ بھی میں کرلوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔“

”اور ساڑھے چھ بجے کشمیریوں کا وہ نمائندہ پہنچے گا......... افسرخان۔“

”اسے ہم دونوں ریسیو کریں گے۔“ جے نے فیصلہ سنایا۔ ”میں اب جا کے فیول کا بندوبست کرتا ہوں۔“

☆============☆============☆

دو بجے صفدر وکٹوریہ پارک والے فٹ پاتھ پر تھا۔ وہ ٹہلتا ہوا پارک میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کرش ہیلمٹ تھا۔ پارک میں خاصی تعداد میں لوگ موجود تھے۔ وہ چھٹی کا دن تھا۔ کچھ دیر کھڑا وہ لڑکوں کو مختلف کھیل کھیلتے دیکھتا رہا۔ ایک طرف ایک ریسٹورنٹ تھا۔ وہاں بلند آواز میں فلمی نغموں کا کیسٹ بجایا جا رہا تھا۔

وہ ٹہلتا ہوا جنگلے کی طرف بڑھا جس کے پیچھے کار پارکنگ تھی۔ وہاں کافی تعداد میں موٹر سائیکلیں موجود تھیں۔ اسے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ بیشتر تعداد ہنڈا موٹر سائیکلوں کی تھی۔ اس کے پاس اپنی ہنڈا کی چابی موجود تھی۔ وہ اپنی چابی مختلف موٹر سائیکلوں پر آزماتا پھرا۔ کوئی دس موٹر سائیکلوں پر ناکامی کے بعد بالآخر اس کی ایک چابی ایک بائیک میں لگ ہی گئی۔ وہ بھی ہنڈا 125 اسپورٹس ہی تھی۔ اس نے ہیلمٹ لگایا اور بائیک اسٹارٹ کر دی۔ چند لمحے بعد وہ سڑک پر تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ موٹر سائیکل پونا والی سائیڈ پر اس بلڈنگ کے کمپاؤنڈ میں کھڑی تھی جس میں اس کا فلیٹ تھا۔ موٹر سائیکل کی نمبر پلیٹ تبدیل ہو چکی تھی۔

☆============☆============☆

ساڑھے چھ بجے کشمیر لبریشن فرنٹ کا آبزرور افسرخان فلائٹ 033 سے بمبئی پہنچا۔ سعادت اور جے اس کے منتظر تھے۔ سعادت‘ افسرخان سے مل چکا تھا اور اسے پہچانتا تھا۔ افسرخان کے ہاتھ میں ایک اٹیچی کیس اور ایک بیگ تھا۔ وضع قطع سے وہ کوئی کامیاب اور خوش حال کاروباری لگ رہا تھا جو کسی کاروباری سودے کے سلسلے میں بمبئی آیا ہو۔

”تم کہاں قیام کرو گے؟“ سعادت نے افسرخان سے پوچھا۔

”تاج میں میرا کمرا بک ہے۔“

”ہم تمہیں لفٹ نہیں دے سکتے۔“ سعادت نے کہا۔ ”ہمارا ساتھ نظر آنا ٹھیک نہیں۔“

”تم فکر نہ کرو۔ میں کرائے کی کار لے لوں گا۔“

”صبح ساڑھے آٹھ بجے آتمارام روڈ پر ملنا۔ یہ جگہ معلوم ہے‘ کہاں ہے؟“

"نہیں لیکن میں معلوم کر لوں گا۔"

"وہاں آگے ایک موڑ ہے جو بمبئی کی طرف جاتا ہے۔" سعادت نے بتایا۔ "اتنی صبح وہاں کوئی نہ ہو گا۔ کوئی ہو تو یہی ظاہر کرنا کہ تفریح کے لئے نکلے ہو۔"

"ٹھیک ہے سعادت حسین۔"

"اور ہاں.......... کاغذات لے کر آنا۔"

"تم فکر نہ کرو۔"

☆============☆============☆

ساڑھے آٹھ بجے سیمور کوئین' ریٹا کے فلیٹ میں بستر پر لیٹا بیئر پیتے ہوئے ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ وہ کھانا کھا چکے تھے۔ ریٹا ایک کرسی پر بیٹھی تھی۔ وہ بہت چپ چپ تھی۔ اس کا دھیان ٹی وی کی طرف بھی نہیں تھا۔

سیمور سوچ رہا تھا کہ کل اسے دڑبے سے.......... اور اس قابضانہ فطرت کی مالک عورت سے نجات مل جائے گی۔ اسے جو کچھ ساتھ لے جانا تھا' وہ پہلے ہی ڈاک گاڑی میں پہنچا چکا تھا۔ اب اسے بس رات گزارنا تھی۔

ریٹا نے اسے چونکا دیا۔ "دروازے پر کوئی ہے۔" وہ بولی۔

سیمور نے دستک کی آواز نہیں سنی تھی مگر اب اسے دستک سنائی دے گئی۔ وہ بہت دھیمی آواز تھی۔ کوئی انگلی کی پوروں سے سگنل والے انداز میں دستک دے رہا تھا اور وہ سگنل سیمور کے لئے جانا پہچانا تھا۔

وہ لپک کر اٹھا' دروازے پر گیا اور دروازہ کھول دیا۔ دروازے پر ایک دبلا پتلا سیاہ فام کھڑا تھا۔ وہ کاٹن کی سرخ قمیض اور سفید پینٹ پہنے ہوئے تھا' گلے میں طلائی زنجیر تھی۔

"ارے.......... تم؟ وہاٹ دی ہیل۔" سیمور نے بے ساختہ کہا۔

"ہیلو سیمور.......... کیسے ہو؟"

"جانسن؛ تم یہاں کیسے؟" سیمور اب بھی حیران تھا۔

"میں آج شام ہی یہاں پہنچا ہوں۔ ایک ہفتے کی چھٹی ملی تھی مجھے۔ ایک ہفتے بعد

ملیا پہنچنا ہے۔" جانسن نے کہا۔

"آؤ.......... اندر تو آؤ۔" سیمور نے ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دیا۔ دروازہ بند کر کے جانسن کو ساتھ لے کر وہ اندر آیا۔ "ریٹا.......... ایک مہمان آیا ہے۔ یہ ٹی وی ذرا بند کر دو! اور جانسن' یہ ہے میری دوست ریٹا۔"

"ہیلو.......... ہاؤ ڈو یو ڈو؟" جانسن نے ریٹا سے رسماً پوچھا۔

ریٹا سر کو خفیف سی جنبش دے کر رہ گئی۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔

"جانسن میرا پرانا ساتھی ہے۔ ہم ایک ہی جہاز پر رہے ہیں۔" سیمور نے ریٹا کو بتایا۔ پھر وہ جانسن کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں یہاں ملوں گا؟ اے ریٹا' یہ ٹی وی کی آواز ہی کم کر دو اور جانسن کو بیئر لا دو۔"

ریٹا نے اٹھ کر ٹی وی کی آواز کم کی۔ اس کے انداز میں بیزاری تھی۔ پھر وہ کچن کی طرف چلی گئی۔

"بیٹھو نا۔" سیمور نے جانسن سے کہا۔ جانسن' ریٹا کی خالی کی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ "اس وقت تمہیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔" سیمور نے کہا۔ "ہاں تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم مجھ تک کیسے پہنچے؟"

"تم جانتے ہو کہ جہاز پر تمہاری ایک خاص شہرت تھی۔"

"بہرحال' تم نے مجھ تک پہنچنے کے لئے کیا کیا جتن کئے ہوں گے۔ میں اس زحمت پر تمہارا شکر گزار نہیں ہوں۔"

"میں تمہارے پاس بے سبب نہیں آیا ہوں۔" جانسن بولا۔ "مجھے تمہارا پتا.........." وہ کہتے کہتے رک گیا۔ ریٹا بیئر کی بوتل اور دو گلاس لے آئی تھی۔ اس نے ایک گلاس جانسن کو اور دوسرا سیمور کو دے دیا۔ جانسن نے سوالیہ نظروں سے سیمور کو دیکھا۔ سیمور نے اشارے سے اسے بتایا کہ وہ ریٹا کے سامنے بات کر سکتا ہے۔ ریٹا ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"ہاں.......... تو مجھے تمہارا پتا ایک شخص سے ملا تھا۔ اس کو تم نے کبھی مال دیا تھا۔" جانسن نے کہا۔

"کیسا مال؟" سیمور احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ حالانکہ جانسن اس کا اچھا دوست تھا۔ "کس شخص کی بات کر رہے ہو تم؟"

"ایمرسن کی۔ یاد ہے' وہ شپ پر ہمارے ساتھ تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ تم مجھے مال دلوا سکتے ہو.......... چار نمبر کا۔"

"میں تو اب اس دھندے سے دور ہوں لیکن تم اس چکر میں کیسے پڑ گئے۔"

"مجھے بڑی مقدار میں مال چاہئے۔" جانسن نے کہا۔ "اس نے جیب سے ڈالروں کی خاصی صحت مند گڈی نکالی اور نوٹ گننے لگا۔ ہزار ڈالر الگ کر کے اس نے مٹھی میں بھینچ لئے۔ باقی نوٹ جیب میں رکھ لئے۔ "ایک ہزار ڈالر میں کتنا مال مل سکتا ہے؟"

"یعنی ابھی.......... اسی وقت دیکھو یہ ممکن.........."

"کل رات تک بندوبست کر دو۔" جانسن نے کہا۔

"کل میں یہاں نہیں ہوں گا۔" سیمور نے بے چینی سے پہلو بدلا اور پریشان نظروں سے ریٹا کو دیکھا۔

"تو پھر آج ہی کر دو۔ دیکھو سیمور' میں ملازمت چھوڑ رہا ہوں۔ مجھے ایک اچھا اسٹارٹ چاہئے.......... یہ ایک ہزار ڈالر میری کل جمع پونجی ہے۔ میں اس سے دولت کمانے کا آغاز کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے ایک اچھا اسٹارٹ مل جائے۔ منگل کو مجھے یہاں سے چلے جانا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ ایک ہزار ڈالر میں کتنا مال ملے گا؟"

سیمور اتنی دیر میں اچھا خاصا حساب لگا چکا تھا۔ اچھی ہیروئن کے امریکا میں یہاں کے مقابلے میں دس گنا زیادہ دام تھے۔ وہ اگر جانسن کو تین چار سو ڈالر کی ہیروئن لے دیتا' تب بھی جانسن کو کم از کم چار گنا فائدہ ہوتا اور سیمور کو چھ سو ڈالر بچ جاتے لیکن وہ ہچکچا رہا تھا۔ اس نے جے سے وعدہ کیا تھا کہ پروجیکٹ کو خطرے سے بچانے کے لئے وہ اب اس دھندے میں ہاتھ نہیں ڈالے گا۔ "مشکل ہے دوست۔" بالآخر اس نے جانسن سے کہا۔

"دیکھو سیمور' میرے پاس کوئی اور رابطہ بھی نہیں۔ تم ہی میری آخری امید ہو۔"

"یہ آسان کام نہیں ہے۔" سیمور اب کشمکش سے دوچار تھا۔ لالچ اسے اکسا رہا تھا

اور وہ خطرے میں پڑنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس وقت وہ کہیں الجھ بیٹھتا تو پندرہ لاکھ ڈالر سے ہاتھ دھو بیٹھتا مگر پھر اس نے سوچا کہ وہ پندرہ لاکھ ڈالر تو ابھی خواب و خیال ہیں۔ یہ چھ سو ڈالر جیتی جاگتی حقیقت ہیں اور بہت دنوں سے اس کے ہاتھ میں کوئی تگڑی رقم نہیں آئی تھی۔

"تم میرے دوست ہو سیمور۔ میرے کام آؤ۔" جانسن کہہ رہا تھا۔ "محنتانہ لینا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اپنا حصہ نکال کر حساب لگاؤ اور پھر مجھے بتاؤ کہ اس رقم میں مجھے کتنا مال مل سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے' ڈھائی سو گرام مل جائے گا.......... اور بہت خالص کوالٹی کا مال ہو گا۔"

"برا نہیں ہے۔"

"برا؟ تمہیں اندازہ بھی ہے کہ سان فرانسسکو میں اس کی کیا قیمت ہو گی؟"

"اسے چھوڑو۔ یہ بتاؤ' مجھے مال دلوا سکتے ہو یا نہیں؟"

اس بار سیمور صرف ایک لمحے کو ہچکچایا پھر اس نے فیصلہ کر لیا۔ "کوشش کرتا ہوں۔ آگے تمہاری قسمت۔" وہ بولا۔ "میں ایک شخص کو جانتا ہوں۔ اس کے سوا کوئی فوری طور پر اتنی بڑی مقدار فراہم نہیں کر سکتا۔ تم یہیں رکو' میں ایک گھنٹے میں آتا ہوں۔" اس نے ہاتھ پھیلایا۔

جانسن کی آنکھوں سے شک جھانکنے لگا۔ "کیا مطلب؟ میں یہاں بیٹھا رہوں اور تم میرے ہزار ڈالر لے کر نکل لو۔"

"تم ساتھ نہیں چل سکتے' اس شخص کو کوئی اجنبی چہرہ نظر آ جائے تو وہ دروازہ بھی نہیں کھولتا۔ مجھے وہ جانتا ہے' میری بات اور ہے لیکن تم میرے ساتھ ہو گے تو وہ بھڑک جائے گا اور میں عقلمند آدمی ہوں جانسن۔ جانتا ہوں کہ ڈبل کراس کرنے کے فائدے کم اور نقصان زیادہ ہوتے ہیں۔"

جانسن نے ہچکچاتے ہوئے نوٹ اس کی طرف بڑھا دیے۔ "لیکن جلدی واپس آنا سیمور۔"

"ایک گھنٹا تو لگے گا۔ آئس باکس میں بیئر موجود ہے۔ ریٹا' ذرا میرے دوست کا خیال رکھنا۔"

"ریٹا نے اسکرین سے نظریں ہٹائیں اور ناپسندیدہ نظروں سے سیمور کو دیکھا۔ سیمور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

☆============☆============☆

پونے نو بجے جے منصوبے کی فائنل چیکنگ سے فارغ ہو گیا۔ سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا۔ جزئیات تک پر اس کی گہری نظر تھی۔ اس لئے ہربات کا خیال رکھا تھا لیکن پھر بھی وہ فکرمند تھا کہ کہیں وہ کوئی بات نظرانداز نہ کر گیا ہو۔ کہیں منصوبے میں کوئی ایسی خامی نہ رہ گئی ہو جو منصوبے کو تلپٹ کر دے۔

سیمور کوئین اور صفدر نے فون پر اسے مطلع کر دیا تھا کہ انہوں نے مطلوبہ گاڑیاں حاصل کر لی ہیں۔ جے کو یہ افسر خان آبزرور والا معاملہ اچھا نہیں لگا تھا۔ اس کے خیال میں وہ ایک کمزور پہلو تھا لیکن اس کا تدارک ممکن نہیں تھا۔

جے نے ویلیم کی پانچ گرام والی دو ٹکیاں لیں اور بستر پر دراز ہو گیا۔ اس رات اسے مے نوشی سے پرہیز کرنا تھا۔ بیٹے کی موت کے بعد وہ پہلا دن تھا جب وہ بغیر پیئے سونے کے لئے لیٹا تھا۔ وہ کچھ دیر تک ایک کتاب پڑھتا رہا۔ پھر دوا نے اثر دکھانا شروع کیا۔ اس کی اعصابی کشیدگی دور ہونے لگی۔ بالآخر وہ سو گیا۔

صبح سات بجے کا الارم وہ پہلے ہی لگا چکا تھا۔

☆===========☆===========☆

چینی منشیات فروش یاؤ نے مسکراتے ہوئے سیمور کو رخصت کیا۔ اس کے باہر نکلنے کے بعد اس نے لوہے کا اضافی دروازہ بند کیا اور اس میں تالا لگا دیا۔ پھر اس نے فلیٹ کا دروازہ بھی بند کر لیا۔ دروازے میں دو لاک تھے جو کلک کی آواز کے ساتھ بند ہو گئے۔ یاؤ اس معاملے میں بہت محتاط آدمی تھا۔ دروازے میں باہر جھانکنے والا چھوٹا شیشہ بھی لگا ہوا تھا۔

سیمور کوئین پلٹا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ لفٹ کام نہیں کر رہی تھی۔ بارہ منزل نیچے اترنا بہرحال چڑھنے کے مقابلے میں ہلکا کام تھا۔ سیمور اس وقت احساس فتح سے سرشار تھا لیکن کچھ تشویش زدہ بھی تھا۔ اس نے چار سو ڈالر میں یاؤ سے اتنی ہیروئن خرید لی تھی جو جانسن ایک ہزار ڈالر میں خریدنے کو تیار تھا۔ اب سیمور کو بس واپس فلیٹ پہنچ کر جانسن کو مال دے کر رخصت کرنا تھا۔ جیب میں موجود چھ سو ڈالر اس کے اپنے تھے۔

لیکن جیب میں موجود ہیروئن اسے انگارے کی طرح محسوس ہو رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ جے کو اگر اس معاملے کا علم ہو گیا تو وہ پاگل ہی ہو جائے گا' لیکن جے کو کچھ معلوم ہونے کا سوال ہی نہیں تھا اور چھ سو ڈالر کے لئے خطرہ تو مول لیا جا سکتا ہے۔

وہ نیچے اترا' لابی میں آیا اور وہاں کھڑا چند لمحے پلکیں جھپکاتا رہا۔ لابی میں اندھیرا تھا۔ اوپر لگا ہوا بلب شاید فیوز ہو چکا تھا۔ جس وقت وہ آیا تھا' اس وقت تو اس نے اندھیرے کو نعمت سمجھا تھا کیونکہ وہ ایسی جگہ تھی جہاں غیرملکی شاذونادر ہی دیکھے جاتے تھے۔

لیکن اب وہ اندھیرا اسے برا لگ رہا تھا۔

اچانک اس کے داہنے پہلو کی طرف کسی نے کہا۔ ”ہولڈ اٹ دیئر۔“

لہجے سے وہ کوئی مقامی ہی معلوم ہوتا تھا لیکن وہ آواز سنتے ہی سیمور کوئین کا دماغ سن ہو گیا۔ اس نے آہستگی سے داہنی جانب سر گھما کر دیکھا۔ سیڑھیوں کے پاس کھڑا شخص ہیولا سا نظر آ رہا تھا۔ پھر وہ ہیولا اس کی طرف بڑھا۔

”بس ساکت کھڑے رہو۔“ اس شخص نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ ”مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔“

”کیا بات ہے؟ تم کون ہو؟“ سیمور منمنایا۔ حالانکہ اسے اندازہ ہو گیا تھا اور خوف سے اپنے پیٹ میں گرہیں پڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

”میرا نام وبھاکر ہے.......... انسپکٹر وبھاکر۔ نارکوٹکس بیورو سے تعلق رکھتا ہوں۔ تم ساکت کھڑے رہو اور میرے ایک سادہ سے سوال کا سادہ سا جواب دو۔ تم یہاں کس سے ملنے آئے تھے؟“ یہ کہہ کر اس نے لفٹ کا دروازہ کھول دیا۔

اب سیمور لفٹ کی دھیمی روشنی میں کھڑا تھا جب کہ انسپکٹر اندھیرے میں تھا۔ انسپکٹر گھوم کے اس کے پیچھے آنے لگا۔ سیمور نے سوچا‘ اگر بھاگنے کا کوئی موقع ہو سکتا ہے تو وہ یہی ہے۔ دونوں کے درمیان فاصلہ ذرا بڑھ گیا تھا۔

مگر انسپکٹر نے جیسے اس کی سوچ پڑھ لی۔ ”میں تمہیں بھاگنے کا مشورہ نہیں دوں گا بیٹے۔ ذرا غور سے سنو۔“

لابی میں کلک کی دھاتی آواز گونج گئی۔ وہ ریوالور کا سیفٹی کیچ ہٹائے جانے کی آواز تھی۔

”ہاں.......... تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔“ انسپکٹر وبھاکر نے کہا۔ ”جواب دو‘ تم یہاں کس سے ملنے آئے تھے۔ ویسے میں بڑی سے بڑی شرط لگانے کو تیار ہوں کہ تم بارہویں منزل پر جونی یاؤ سے مل کر آ رہے ہو۔“

”نن.......... نہیں۔ میں تو اس نام کے کسی شخص کو نہیں جانتا۔“

”تو پھر کس سے مل کر آ رہے ہو؟ شاید یاد ہی نہیں رہا تمہیں۔“

سیمور کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا۔ اس پر بے بسی طاری تھی۔ وہ کیا جواب دیتا۔

انسپکٹر وبھاکر اس کے پیچھے نیم دائرے کی شکل میں ٹہل رہا تھا۔ پھر وہ رکا اور اگلے ہی لمحے اس کے ریوالور کی نال سیمور کی ریڑھ کی ہڈی میں چبھنے لگی.......... چلو پیچھے ہٹو اور دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جاؤ۔ دونوں ہاتھ دیوار سے لگے ہوں اور ٹانگیں پھیلی ہوئی ہوں۔“ نارکوٹکس انسپکٹر نے ہدایت دی۔

سیمور نے خود کار انداز میں اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اب وہ جہاں کھڑا تھا‘ وہاں نسبتاً زیادہ روشنی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ اونچے کر کے دیوار سے ہتھیلیاں ٹکا لیں۔ اس کے چہرے کا رخ دیوار کی طرف تھا۔

”میں نے کہا کہ ٹانگیں پھیلی ہوئی ہوں۔“ انسپکٹر غرایا۔

سیمور نے ٹانگیں پھیلا لیں‘ اب وہ پوری طرح بے بس تھا۔ ریوالور پھر اس کی پشت میں چبھ رہا تھا۔ انسپکٹر نے دوسرے ہاتھ کی مدد سے ماہرانہ انداز میں اس کی جامہ تلاشی لی۔ چند سیکنڈ میں اسے پلاسٹک کی وہ تھیلی مل گئی جس میں ہیروئن تھی۔ تھیلی لفافے میں تھی اور لفافہ پتلون کی داہنی جیب میں تھا۔ انسپکٹر نے تھیلی کھول کر اسے سونگھا پھر چہک کر بولا۔ ”جمی یاؤ کا تحفہ خاص۔ دیکھو مسٹر‘ یہ وہ موقع ہے جس کی مجھے عرصہ سے تلاش تھی۔ سمجھے؟ میں مدت سے یاؤ کے چکر میں ہوں۔ اب اسے اندر ہونا ہے اور اس نیک کام میں تم میری مدد کرو گے۔ اچھا‘ پلٹو.......... لیکن آہستگی سے۔“

سیمور پلٹا اور دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اتنی دیر میں اس کا جسم پسینے میں نہا گیا تھا۔ اب پہلی بار اسے انسپکٹر کا چہرہ نظر آیا تھا۔ وہ اوسط قد کا ادھیڑ عمر کا شخص تھا۔ کوتاہ گردن تھا اور اس کے کندھے بھاری تھے۔ صورت سے ہی سخت گیر لگتا تھا۔ اس کے ریوالور کا رخ سیمور کے پیٹ کی طرف تھا۔ دوسرے ہاتھ سے وہ ہیروئن کی تھیلی اپنی جیب میں رکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ”ہاں بیٹے.......... تمہیں اندازہ ہے کہ تم بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہو؟“ وہ بولا۔

”ہاں‘ میں جانتا ہوں۔“ سیمور نے کہا۔

”تم امریکی ہو؟“

”ہاں۔“

"سیلر ہو.......... کسی جہاز سے اترے ہو؟"

"جی ہاں۔" سیمور نے تیزی سے جھوٹ بولا۔

"تفصیلی گفتگو بعد میں ہو گی' پہلے میں تمہیں بتا دوں کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ تم امریکی سیلر جہازوں پر لوگوں کو نشے کی لت میں مبتلا کر دو۔ میرا کام بس یاؤ جیسے لوگوں کو تم جیسے لوگوں کے ہاتھ زہر فروخت کرنے سے روکنا ہے۔ میں اس چینی کو کم از کم دس سال کے لئے سلاخوں کے پیچھے دھکیلنا چاہتا ہوں۔ تم میری مدد کرو گے تو سستے چھوٹ جاؤ گے۔ انکار کرو گے تو.......... کم از کم پانچ سال کے لئے جاؤ گے تم بھی۔"

سیمور کوئین نے اب خاصی حد تک خود پر قابو پا لیا تھا۔ "مجھے کیا کرنا ہو گا؟" اس نے پوچھا۔

"بات سادہ سی ہے اور کام آسان۔ یاؤ تم پر اعتبار کرتا ہے۔ تم دوبارہ اس کے فلیٹ پر جاؤ اور اطلاعی گھنٹی بجاؤ۔ اسے کوئی ایسی کہانی سناؤ کہ وہ تمہارے لئے دروازہ کھول دے۔ اس سے کہنا کہ تمہیں مزید مال چاہئے۔ کچھ بھی کہو' کچھ بھی کہو' بس ایسا ہو کہ وہ دروازہ کھول دے۔ میں اس کے پیپ ہول کی رینج سے دور' تمہارے ساتھ ہی رہوں گا۔ لوہے کا دروازہ کھولتے ہی اسے دھر لوں گا۔ سمجھے؟ یہ ہے میرا طریق کار۔ مجھے اکیلے کام کرنا ہی پسند ہے۔ ویسے میں کسی بھی وقت سرچ وارنٹ لا سکتا ہوں۔ یاؤ کو میرے لئے دروازہ کھولنا پڑے گا مگر دروازہ کھولنے سے پہلے وہ تمام ثبوت مٹا چکا ہو گا۔ تمہاری مدد سے میں اسے بے خبری میں پکڑ سکوں گا۔"

"میں سمجھ گیا۔" سیمور نے کہا۔ وہ اب پُرسکون تھا اور فیصلہ کر چکا تھا۔ اسے انسپکٹر کی اس بات پر یقین نہیں تھا کہ وہ اس کی سزا ہلکی کرا دے گا۔ نارکوٹکس والے دنیا بھر میں ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔ ضرورت پڑنے پر گدھے کو باپ بنا لیتے ہیں مگر بخشتے کسی کو بھی نہیں۔ تاہم یہ ضرور تھا کہ انسپکٹر کو یہ تاثر دیا جائے کہ وہ پوری طرح اس کے قابو میں ہے۔ لہٰذا تعاون کا ڈراما ضروری تھا۔ چنانچہ اس نے کہا۔ "میرے پاس تمہاری بات ماننے کے سوا کوئی چارہ ہی کیا ہے۔"

"عقل مند ہو۔ بس تو پھر چلو میرے ساتھ' اور یاد رکھنا' اگر تم سے نادانستگی میں بھی کوئی ایسی بات سرزد ہوئی جس سے وہ خبردار ہوا تو عمر بھر پچھتاؤ گے۔ بس اب چل دو۔" اس نے سیمور کو آگے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔

سیمور زینوں کی طرف بڑھ گیا۔ انسپکٹر دبھاکر اس کے پیچھے تھا۔ سیمور کو بارہ منزل چڑھنے کی وہ مشقت بہت گراں گزر رہی تھی لیکن وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ انسپکٹر اس سے دو سیڑھی پیچھے چل رہا تھا۔ گیارہویں منزل پر پہنچ کر انسپکٹر نے اسے آخری ہدایات دیں۔

یاؤ کے دروازے پر پہنچنے کے بعد انسپکٹر دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا تاکہ یاؤ کو پیپ ہول سے نظر نہ آ سکے۔ پھر اس نے سیمور کو اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبانے کا اشارہ کیا۔

سیمور نے بٹن دبایا۔ ایک لمحے بعد اسے احساس ہوا کہ یاؤ اندر سے پیپ ہول کے ذریعے اسے دیکھ رہا ہے۔ پھر یاؤ نے پوچھا۔ "اب کیا بات ہے؟"

"مجھے مزید مال درکار ہے۔" سیمور نے کہا۔

"اتنی جلدی؟"

"جس شخص کے لئے میں نے مال لیا ہے' وہ نیچے کار میں بیٹھا ہے۔ اسے مال بہت پسند آیا ہے۔ اس نے مجھے اور رقم دی ہے مال خریدنے کے لئے۔"

"رقم دکھاؤ۔" بند دروازے کے پیچھے سے یاؤ کی آواز آئی۔

سیمور نے جیب سے جانسن کی باقی ماندہ رقم نکال کر پیپ ہول کے سامنے لہرائی۔

"یہ چھ سو ڈالر ہیں۔" اس نے کن انکھیوں سے انسپکٹر کو دیکھنے کی خواہش کو دباتے ہوئے کہا۔ اسے احساس تھا کہ انسپکٹر کے ریوالور کا رخ اس کے پیٹ کی طرف ہے۔

رقم کے جلوے نے کام دکھایا۔ چند لمحوں کی ہچکچاہٹ کے بعد یاؤ نے دروازہ کھولا پھر جیب سے چاقو نکال کر حفاظتی دروازے کا تالا کھولا اور پھر کنڈی کھول دی۔ حفاظتی دروازہ کھلتے ہی انسپکٹر نہایت پھرتی سے سامنے آیا۔ اب اس کے پستول کا رخ یاؤ کی طرف تھا۔ وہ پہلا موقع تھا کہ سیمور ریوالور کی شست سے باہر تھا۔

"چلو میری جان' اندر چلو۔ آہستگی سے.......... شرافت سے۔" انسپکٹر نے یاؤ کو

چمکارا۔

یاؤ کے چہرے پر شاک اور برہمی کا ملا جلا تاثر تھا۔ اس نے ریوالور سے نظریں ہٹائیں اور سیمور کو دیکھا۔

"میں مجبور تھا۔" سیمور نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ "اس نے باہر نکلتے ہی مجھے دھر لیا تھا۔"

"شٹ اپ۔" انسپکٹر نے ڈانٹا۔ "تم بھی اندر چلو......... اس کے پیچھے۔"

سیمور کو اندر جانے کا موقع دینے کے لئے انسپکٹر کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ سیمور نے حرکت میں آنے کے لئے اسی لمحے کا انتخاب کیا۔ وہ یوں انسپکٹر کے سامنے آیا' جیسے اندر داخل ہونا چاہ رہا ہو پھر وہ پیچھے کی طرف جھپٹا' اس کا ہدف انسپکٹر کا ریوالور والا ہاتھ تھا۔ اس نے انسپکٹر کا ریوالور والا ہاتھ تھام کر اسے پوری قوت سے لوہے کے حفاظتی دروازے پر مارا۔ ریوالور نیچے گر گیا۔ انسپکٹر کی کلائی بدستور تھامے ہوئے سیمور نے انسپکٹر کو گھمایا اور اس کے پیٹ میں پوری قوت سے گھونسا مارا۔ انسپکٹر کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ یاؤ کے حلق سے بے اختیار قسم کی عجیب و غریب آوازیں نکل رہی تھیں۔

انسپکٹر وبھاکر جاندار آدمی تھا۔ وہ فوراً سیدھا ہوا اور اس کا داہنا ہاتھ گھوما۔ اس کا ہدف سیمور کا سر تھا لیکن سیمور نے بڑی پھرتی سے بائیں ہاتھ سے اسے بلاک کیا پھر اس نے داہنے ہاتھ کی جھپکی دی۔ انسپکٹر نے اسی حساب سے جھکائی دی اور نیچے گرے ہوئے ریوالور کی طرف لپکا۔ اس کی انگلیاں ریوالور کے دستے پر جمی تھیں کہ سیمور نے پوری قوت سے اپنا بوٹ ریوالور پر رکھ کر اس کی انگلیوں کو مسل دیا۔ انسپکٹر کی چیخ نکل گئی۔ سیمور نے جھک کر ریوالور اٹھالیا۔ اس نے ریوالور کا رخ انسپکٹر کی طرف کر دیا جو اب پہلو کے بل زمین پر پڑا تھا۔ اس نے اپنے سیدھے ہاتھ کی کچلی ہوئی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں دبائی ہوئی تھیں۔

سیمور نے یاؤ کی طرف دیکھا۔ اس کی آوازیں بند ہو گئی تھیں۔ وہ اپنی جگہ پتھر کے بت کی طرح کھڑا تھا۔ بے یقینی نے اس کے جسم کو اکڑا دیا تھا' اس کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ ورنہ وہ اتنی دیر میں اپنے فلیٹ کا دروازہ بند کر لیتا۔

"اٹھو۔" سیمور نے ریوالور لہراتے ہوئے انسپکٹر سے کہا۔ "مگر چاروں ہاتھ پیروں پر۔"

انسپکٹر وبھاکر نے تعمیل میں ہی عافیت جانی۔ وہ چاروں ہاتھوں پیروں پر جانوروں کی طرح کھڑا ہو گیا۔ اس کے سیدھے ہاتھ کی انگلیاں سوج گئی تھیں۔ سیمور کے جسم میں ہلکی سی لرزش تھی جو جدوجہد کا ردعمل تھا۔ اس سے قطع نظر وہ پوری طرح اپنے قابو میں تھا۔

"اب تم رینگتے ہوئے فلیٹ میں چلو۔"

انسپکٹر چاروں ہاتھ پیروں پر چلتا ہوا فلیٹ میں داخل ہو گیا۔

"اٹھنے کی کوشش نہ کرنا۔" سیمور نے اسے چیلنج کیا پھر وہ اس پر ریوالور تانے اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ "تم بھی اندر چلو۔" اس نے یاؤ کو حکم دیا۔

وہ دونوں نشست گاہ تک پہنچے تو سیمور واپس چل دیا۔ اس نے حفاظتی دروازے کی کنڈی میں اٹھا ہوا بھاری تالا نکالا جس میں چابی لگی ہوئی تھی۔ اس نے فلیٹ کا دروازہ بند کیا پھر باہر نکل کر حفاظتی دروازے کی کنڈی لگائی' اس میں تالا لگایا اور چابی اپنی جیب میں رکھ لی۔ "اب تم دونوں اپنے معاملات آپس میں نمٹالو۔" اس نے چیخ کر کہا۔

انسپکٹر وبھاکر صورت حال سمجھتے ہی اٹھ گیا تھا' اس نے لپک کر فلیٹ کا اندرونی دروازہ کھولا۔ "تم سمجھتے ہو کہ تم بچ نکلو گے۔" اس نے سیمور کو چیلنج کیا۔

"بالکل بچ نکلوں گا۔ جب تک تم اس فلیٹ سے نکلو گے' میرا جہاز پورٹ چھوڑ چکا ہو گا۔" سیمور نے سیلر ہونے کا تاثر اور پکا کر دیا۔

"اب تمہیں اور لمبی سزا ہو گی۔" انسپکٹر غرایا۔

"اس صورت میں کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ میں تم دونوں کو ٹھکانے ہی لگا دوں۔" سیمور نے خوفناک لہجے میں کہا۔

یہ سن کر انسپکٹر کو سانپ سونگھ گیا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں تکلیف کیا ہے۔" سیمور بولا۔ "تمہارا شکار تمہارے قبضے میں ہے۔ اپارٹمنٹ کی تلاشی لو' شہادتیں جمع کرو' یوں وقت بھی گزر جائے

گا اور تمہاری مدتوں کی آرزو پوری ہونے کا سامان بھی ہو جائے گا۔"

اس نے انسپکٹر کا ریوالور پتلون کی جیب میں اڑسا' قمیض پتلون سے باہر نکالی اور زینوں کی طرف بڑھ گیا۔ نیچے لابی میں وہ چند لمحوں کے لئے ہچکچایا۔ اس نے تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا کہ کہیں کوئی اور اس کا منتظر نہ ہو لیکن لابی سنسان تھی۔ وہ باہر نکل آیا۔

ریٹا کے فلیٹ تک کا پیدل فاصلہ ڈیڑھ میل کے قریب تھا۔

سیمور پیدل ہی چل پڑا۔ وہ بہت محتاط تھا۔ مین روڈ کو نظرانداز کر کے ذیلی سڑکوں پر چل رہا تھا۔ راستے میں اس نے یاؤ کے حفاظتی دروازے والے تالے کی چابی ایک نالے میں اچھال دی۔ وہ ریوالور بھی پھینکنا چاہتا تھا مگر کچھ دیر غور کرنے کے بعد اس نے ریوالور کو اپنے پاس رکھنے کے حق میں فیصلہ کیا۔ اب دلدل میں اس کا پاؤں پڑ چکا تھا۔ ریوالور کی موجودگی اس کے لئے تقویت کا باعث تھی۔

چلنے کے دوران وہ حساب لگانے کی کوشش بھی کر رہا تھا۔ جانسن کے لئے خریدی ہوئی چوتھائی کلوگرام ہیروئن یاؤ کے فلیٹ میں ہی رہ گئی تھی۔ بلکہ انسپکٹر وبھاکر کی جیب میں۔ وہیں خیال آ جاتا تو وہ انسپکٹر سے ہیروئن ضرور نکلوا لیتا۔ بہرحال یہی غنیمت تھا کہ وہ وہاں سے بخیر و عافیت نکل آیا تھا۔ لابی میں روشنی اتنی کم تھی کہ انسپکٹر اس کی طاقت اور پھرتی کے بارے میں درست تجزیہ نہیں کر پایا تھا۔ دوسرے اس نے خود ہی فرض کر لیا تھا کہ وہ جہاز سے اترا ہوا کوئی سیلر ہے۔ اب وہ اسے غلط سمت میں تلاش کرے گا۔ صورت حال یہ ہے کہ انسپکٹر وبھاکر کو سیمور کوئین کی ظاہری شخصیت کے علاوہ کچھ بھی معلوم نہیں اور ویسے بھی سیمور نے سوچا' کل کے بعد مجھے کوئی پرواہ بھی نہیں رہے گی۔ مجھے شناخت کیا جائے یا نہ کیا جائے' مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

اس نے غور کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ صورت حال خراب ہرگز نہیں ہے۔ اس نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ وہ جے کو یہ سب کچھ نہیں بتائے گا۔ جے کو پہلے ہی کم مسائل درپیش نہیں کہ وہ اسے ایک اور مسئلے میں الجھا دے۔

ایک مسئلہ اور تھا جانسن کو کیسے ٹالا جائے!

☆============☆============☆

"تمہارا خیال ہے' میں اس کہانی پر یقین کر لوں گا۔" جانسن نے کہا۔ "تم پاگل ہو گئے ہو۔"

"دماغ ٹھنڈا رکھو۔" سیمور نے اسے مشورہ دیا۔ "میں نے جو کچھ کہا ہے' حرف بہ حرف درست ہے۔"

وہ دونوں اس وقت فلیٹ کے باتھ روم میں تھے۔ سیمور تھکے تھکے انداز میں فلش کی ٹنکی پر بیٹھا تھا۔ جانسن اس کے سامنے متوحش کھڑا تھا۔ ریٹا بدستور ڈرائنگ روم میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

"جانسن' میں سچ کہہ رہا ہوں۔" سیمور نے زور دے کر کہا۔ "شکر کرو کہ میں پکڑا نہیں گیا ورنہ تم بھی مصیبت میں پھنستے اور یہ چھ سو ڈالر بھی ہاتھ سے جاتے جو بچ گئے ہیں۔ تم خوش قسمت ہو میرے دوست۔"

"لعنت ہو ایسی خوش قسمتی پر!" جانسن نے بھنا کر کہا۔ "تم مجھ سے ہزار ڈالر لے کر نکلے' ڈھائی گھنٹے بعد واپس آئے تو چار سو ڈالر گنوا کے......... اور وہ بھی اپنے نہیں' میرے چار سو ڈالر اور کہتے ہو کہ میں خوش قسمت ہوں۔"

"دیکھو' میں تمہیں ایک ثبوت دکھاتا ہوں۔" سیمور نے کہا اور جیب سے ریوالور نکال کر اسے دکھایا۔ "یہ اس نارکوٹکس انسپکٹر کا ریوالور ہے۔ یہ ثبوت ہے میری سچائی کا جو کچھ ہوا' اس پر مجھے بھی افسوس ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ چار سو ڈالر تمہیں لوٹا دوں گا۔"

"وہ تو بعد کی بات ہے' مجھے تو مال چاہئے۔"

"دیکھو......... اگلے مہینے میں تمہیں سان فرانسکو میں ملوں گا اور تمہارے سارے دلدر دور کر دوں گا۔ تم ریٹا سے کچھ نہ کہنا۔ اسے میں نے نہیں بتایا ہے۔ یقین کرو' میں تمہیں اتنا مال دوں گا کہ تمہارے وارے نیارے ہو جائیں گے۔"

"اچھا......... یہ بتاؤ چار سو ڈالر میں تمہیں کتنی ہیروئن ملی تھی؟" جانسن اب بھی مشکوک نظر آ رہا تھا۔

"سوگرام۔" سیمور نے جھوٹ بھولا۔ "اس کے پاس اس وقت بس اتنی ہی تھی تم فکر نہ کرو جانسن میں تمہیں مال ضرور دوں گا مگر ایک ماہ بعد۔"

☆============☆============☆

مائیکل کو شوفر کی وہ ڈیوٹی بہت بے زار کن لگتی تھی۔ وہ ہمیشہ سوچتا تھا کہ احتیاط اتنی برتی جاتی ہے اور اتنے عرصے میں کوئی معمولی سا خطرہ بھی سامنے نہیں آیا ہے۔ اسے اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ میں کام کرتے ہوئے چار سال ہو چکے تھے۔ گزشتہ دو سال سے وہ بھارت میں تھا۔ اب دو ماہ بعد اس کی جان چھوٹنے والی تھی۔ اسے اس سے غرض نہیں تھی کہ اس کی آئندہ پوسٹنگ کہاں ہو گی۔ بس وہ بھارت سے بے زار ہو چکا تھا۔

یہاں ان دنوں اس کی پہلی ذمے داری ڈیوڈ کیلی کو بحفاظت آفس پہنچانا تھی۔

وہ بہت گرم صبح تھی۔ ہوا ٹھہری ہوئی تھی۔ پلائی ماؤتھ کا ایئر کنڈیشنر چل رہا تھا۔ اس کے باوجود اسے پسینہ آ رہا تھا۔ اس کی وردی کی قمیص کا کالر بھیگ گیا تھا۔ بغلی ہولسٹر میں رکھا ہوا پانچ فائر والا اعشاریہ 38 بور کا ہلکا ریوالور اسے بہت بڑا بوجھ معلوم ہو رہا تھا۔

ٹریفک کی زیادتی کی وجہ سے وہ اپنے معمول سے دو منٹ لیٹ ہو چکا تھا۔ اس نے گاڑی کواری ہل کے ڈرائیو وے میں موڑی اور گارڈ کو اپنا شناختی کارڈ دکھایا۔ گارڈ نے ہاتھ لہرا کر اسے گزرنے کا اشارہ کیا۔ اس نے گاڑی عمارت کے داخلی دروازے کے سامنے روک دی پھر اس نے اپنے وی ایچ ایف ریڈیو کا ہینڈ سیٹ اٹھایا اور سیکیورٹی آفس کے ڈیوٹی انچارج سے رابطہ کیا' اس نے اسے بتایا کہ وہ کواری ہل پہنچ چکا ہے۔ گاڑی کا انجن بدستور چل رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اسٹیئرنگ کے قریب لگا وہ لیور کھینچا جس سے دروازے غیر مقفل ہوتے تھے پھر وہ دروازہ کھول کر اترا اور اس نے آرمرڈ پلیٹ والا بھاری عقبی دروازہ کھولا۔

ڈیوڈ کیلی اس وقت تک کار کے پاس پہنچ چکا تھا اس کے ہاتھ میں اس کا اٹیچی کیس تھا۔ "مارننگ مائیکل۔"

"مارننگ سر۔"

"گرمی بہت شدید ہے۔"

"جی ہاں جناب۔"

ڈیوڈ کیلی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ مائیکل نے دروازہ بند کیا پھر گھوم کر اپنے دروازے کی طرف گیا اور سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کر لیا۔ دروازے کو مقفل کر کے اس نے کار آگے بڑھائی۔ کواری ہل سے نکلتے ہوئے اس نے ریڈیو پر سیکیورٹی آفس کو اطلاع دی۔

"ہم روانہ ہو رہے ہیں۔"

مائیکل نے بیک ویو مرر میں عقبی سیٹ پر بیٹھے شخص کو دیکھا۔ اس نے معمول کے مطابق اپنی چابی سے ڈاک کا وہ چھوٹا سا بکس کھول لیا تھا جو ہر صبح مائیکل خود اسے لا کر دیتا تھا۔ اب وہ اس بکس میں موجود کاغذات کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھا۔ مائیکل نہیں جانتا تھا کہ ان کاغذات کی نوعیت کیا ہے۔ وہ یہ جانتا تھا کہ ڈیوڈ کیلی ایجنسی کا اہم آدمی ہے۔ یہ اندازہ لگانا اس کا کام نہیں تھا کہ ڈیوڈ کیلی کتنا اہم ہے لیکن یہ حقیقت تھی کہ قونصل خانے کے افسران میں قونصل جنرل کے علاوہ ڈیوڈ کیلی وہ واحد آدمی تھا جسے باڈی گارڈ دیا گیا تھا۔ اس کا کھلا مطلب یہ تھا کہ وہ قونصل جنرل کے بعد اہم ترین آدمی تھا۔

چیتھم روڈ پر آنے کے بعد کار کی رفتار بڑھ گئی۔ مائیکل اب اپنی آئندہ پوسٹنگ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یورپ میں پوسٹنگ ہو جائے تو کتنا اچھا رہے۔ وہ ہمیشہ لندن اور پیرس کے خواب دیکھتا رہا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ اسے لاطینی امریکا نہ بھیج دیا جائے۔ وہاں قاتلانہ حملے ہوتے رہتے تھے۔ باڈی گارڈز کا کام وہاں بہت دشوار تھا۔ کئی باڈی گارڈز مارے بھی جا چکے تھے۔

وہ ان خیالوں میں کھویا ہوا تھا لیکن اس کے دماغ کا ایک حصہ اپنے کام پر مرکوز تھا۔ اس کی نگاہیں ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہی تھیں۔ وقتاً فوقتاً وہ عقب نما آئینے میں دائیں بائیں بھی دیکھتا تھا اور جو کچھ دیکھتا تھا' دماغ کی جزئیات محفوظ بھی کرتا تھا اور اس کا تجزیہ بھی کرتا تھا۔ پلائی ماؤتھ کے پیچھے ایک سیاہ مرسڈیز تھی' اس میں دو افراد تھے۔ ایک مقامی تھا اور دوسرا سیاہ فام۔ آگے سبزیوں سے لدا ہوا ایک ٹرک تھا۔

☆============☆============☆

سیمور کوئین سیاہ مرسڈیز ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے پلائی ماؤتھ سے مناسب فاصلہ

رکھا تھا۔ جے اس کے برابر بیٹھا تھا۔ دونوں نے دستانے پہنے ہوئے تھے۔ لباس کے اوپر وہ ہلکے اوور آل پہنے ہوئے تھے۔ پلاسٹک کے وائزز والے دو کرش ہیلمٹ سیٹ پر ان دونوں کے درمیان رکھے تھے۔

جے نے واکی ٹاکی کا ٹرانسیور اٹھایا' ٹرانسیٹر کا بٹن دبایا اور کہا۔ "یونٹ ون یونٹ ٹو سے مخاطب ہے۔"

"یونٹ ٹو ریسیونگ۔" ایک لمحے بعد صفدر کی آواز سنائی دی۔

"ہم ہدف کے پیچھے ہیں۔ چیتھم روڈ پر پہنچنے والے ہیں۔ ہم شیڈول سے ایک منٹ پیچھے ہیں۔"

"راجر۔"

"یونٹ تھری! تم بھی سن رہے ہو؟" جے نے کہا۔

سعادت کی آواز صفدر سے زیادہ صاف سنائی دی۔ وہ سرنگ کے بمبئی والے سرے کے باہر ڈاک خانے کی گاڑی میں بیٹھا تھا۔ "میں سن رہا ہوں نمبرون۔ اس طرف سب ٹھیک ٹھاک ہے۔"

☆============☆============☆

"ہم اب چیتھم روڈ پہنچ رہے ہیں۔" مائیکل نے ریڈیو پر سیکیورٹی آفس کو مطلع کیا۔

"راجر۔"

مائیکل نے ریڈیو آف کیا اور کیلی سے مخاطب ہو گیا۔ "مسز کیلی کیسی ہیں جناب؟"

ڈیوڈ کیلی کو وہ مداخلت ناگوار گزری۔ تاہم اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "وہ کلکتہ گئی ہوئی ہیں.......... اپنی ماں کے گھر۔"

"اوہ.......... تو آپ اکیلے ہیں' یعنی سینڈوچ پر گزارا ہو رہا ہے؟"

کیلی نے جواب نہیں دیا۔ مائیکل سمجھ گیا کہ وہ بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہے۔

☆============☆============☆

چیتھم روڈ پر سیمور نے درمیانی فاصلہ بڑھایا اور اپنی لین تبدیل کر لی۔ اب وہ تیز رفتار گاڑیوں والی لین میں تھے۔

"یونٹ ون' یونٹ ٹو سے مخاطب ہے۔" جے نے ٹرانسیٹر میں کہا۔ "اب ہم فلائی اوور کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ دو منٹ بعد تمہارے ساتھ ہوں گے۔"

"راجر۔" دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

☆============☆============☆

سعادت کو اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے ٹرانسیٹر کا بٹن دبایا۔

"جے!" وہ بولا تو اس کی آواز چیخ سے مشابہ تھی۔

"نام لینے کی ضرورت نہیں بے وقوف۔" جے نے سرگوشی میں اسے ڈپٹا۔

"میری گاڑی کے عین سامنے پولیس کی ایک کار رکی ہے۔" سعادت نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

جے کو اپنا خون رگوں میں سرد ہوتا محسوس ہوا۔ تین سیکنڈ تک تو وہ کچھ بول ہی نہیں سکا پھر اس نے پوچھا۔ "وہ کیا کر رہے ہیں؟"

"خدایا.......... وہ تو گاڑی سے اتر رہے ہیں۔"

"ممکن ہے' چوری کی گاڑیوں کی تلاش میں ہوں۔ تم چوکنے بیٹھے رہو۔" جے نے مشورہ دیا۔

"لیکن ڈاک خانے کی گاڑی.........."

"یہ بات طے ہے کہ ابھی اس کی چوری کی رپورٹ درج نہیں کرائی گئی ہے۔ بس تم اپنی جگہ بیٹھے رہو ڈٹ کر۔"

"اب وہ اسی طرف آ رہے ہیں۔ مجھے واکی ٹاکی چھپانا ہو گا اوور اینڈ آؤٹ۔"

جے نے سر گھما کر سیمور کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں وحشت تھی۔

"ہمارے پاس صرف تین منٹ کی مہلت ہے پھر ہم سرنگ میں داخل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ہمارا سعادت سے رابطہ نہیں رہے گا۔"

"اگر پولیس کی گاڑی نہیں ہٹی تو ہمیں منصوبہ ترک کرنا ہو گا۔" سیمور نے تبصرہ

کرنے والے انداز میں کہا۔

"منصوبہ ترک کرنا ہوگا؟ ناممکن۔" جے نے تند لہجے میں کہا۔ "ہمیں دوسرا موقع نہیں ملے گا۔"

سگنل کی روشنی سرخ تھی۔ وہ رُکے۔ ان کے اور پلائی ماؤتھ کے درمیان دو اور کاریں تھیں۔ سیمور نے حتمی لہجے میں کہا۔ "اگر پولیس والے موجود ہیں تو میں اس کام میں ہرگز ہاتھ نہیں ڈالوں گا۔"

"تم وہی کچھ کرو گے جو میں کہوں گا۔" جے نے وحشیانہ لہجے میں کہا اور گلووز کمپارٹمنٹ میں ہاتھ ڈال کر اپنا ریوالور ٹٹولنے لگا۔

سیمور نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور کوئی چیز باہر نکال لی۔ "کوئی حماقت نہ کرنا دوست۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا مگر اس لہجے میں دھمکی تھی۔ جے نے بڑی بے یقینی سے اسے دیکھا۔ سیمور کے ہاتھ میں موجود ریوالور کا رخ اس کے سینے کی طرف تھا۔

سگنل کی بتی ابھی سرخ تھی۔ کار کے سامنے سے اور عقب سے بے شمار راہ گیر سڑک پار کر رہے تھے۔

"یہ.......... یہ تمہیں کہاں سے مل گیا؟" جے نے پوچھا۔

"یہ بڑی طویل کہانی ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ اس کی موجودگی سے مجھے تقویت کا احساس ہو رہا ہے۔ اب میری بات غور سے سنو مسٹر پال' اگر سعادت ہمیں مطلع کرتا ہے کہ پولیس والے ٹل گئے ہیں تو منصوبے پر عمل درآمد ہوگا ورنہ نہیں' اور ظاہر ہے کہ یہ اطلاع ہمیں سرنگ میں داخل ہونے سے پہلے ملنی چاہئے۔ اب تم فوری طور پر صفدر کو اس صورت حال سے مطلع کر دو۔"

جے نے اسے شعلہ بار نظروں سے دیکھا۔ اسی وقت سگنل کی روشنی تبدیل ہو گئی۔ سیمور نے کار آگے بڑھا دی۔ وہ ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ تھامے ہوئے تھا اور دوسرے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

جے نے واکی ٹاکی پر صفدر سے رابطہ کیا۔ "یونٹ ٹو.......... یونٹ ٹو' تم نے سب کچھ سن لیا ہے؟ تیار رہو۔"

"راجر۔" صفدر نے کہا۔ اس نے سیمور اور جے کی اور جے اور سعادت کی گفتگو سن لی تھی مگر اس کے لہجے میں بے پروائی تھی۔

☆==========☆==========☆

مائیکل نے اس سیاہ موٹر سائیکل کو ایک سائڈ اسٹریٹ سے نمودار ہوتے دیکھا۔ موٹر سائیکل سرنگ کی طرف جانے والی سڑک پر مڑی۔ اس کا ڈرائیور بہت بے پروائی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ وہ گاڑیوں کے درمیان لہراتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ مائیکل کو اس پر غصہ آیا۔ موٹر سائیکل والوں کی غیرذمے داری کا اسے بہت تجربہ تھا۔ موٹر سائیکل چھوٹی سی چیز تھی لہٰذا وہ سمجھتے تھے کہ اسے ذرا سی جگہ سے بھی نکالا جا سکتا ہے اور یہ عجیب بات تھی کہ موٹر سائیکل سوار جب بھی ٹریفک کے ضابطوں کی خلاف ورزی کرتے تھے تو دور دور تک کوئی پولیس والا موجود نہیں ہوتا تھا۔

سرنگ اب قریب آ رہی تھی۔ موٹرسائیکل سوار نے ایک سست رفتار ٹیکسی کو ہوش میں لانے کے لئے بے صبرے پن سے ہارن بجایا پھر اسے اوور ٹیک کر کے فلائی اوور پر پہنچ گیا۔ مائیکل نے جو موٹر سائیکل سے بیس گز پیچھے تھا' عقب نما آئینے میں دیکھا۔ اس کے پیچھے ایک منی بس تھی۔ اس نے ریڈیو آن کیا اور سیکیورٹی آفس کو مطلع کیا۔ "ٹائی فون۔ اب سے تقریباً ایک منٹ بعد ہم سرنگ میں داخل ہونے والے ہیں۔"

☆==========☆==========☆

سعادت ڈاک گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر ساکت بیٹھا تھا۔ اس کا جسم پسینہ اگل رہا تھا۔ وہ پولیس کار میں بیٹھے دو پولیس والوں کو دیکھ رہا تھا۔ جے کا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔ پولیس والے گاڑی سے اتر کر ٹہلتے ہوئے ایک زیر تعمیر عمارت کی طرف گئے۔ وہاں جو گاڑیاں کھڑی تھیں' انہوں نے ان کی نمبر پلیٹیں بطور خاص چیک کی تھیں۔ اس کے لئے انہوں نے جیب سے ایک فہرست بھی نکالی تھی جو بلاشبہ مسروقہ گاڑیوں کی رہی ہوگی۔

اس چیکنگ کے بعد وہ دوبارہ پیٹرول کار کی طرف چلے آئے تھے۔ اس کے بعد سے وہ اب تک گاڑی میں ہی تھے۔ انہوں نے ریڈیو پر کسی سے رابطہ بھی کیا تھا۔

سعادت جانتا تھا کہ اگر وہ رکے رہے تو پروجیکٹ تباہ ہو جائے گا لیکن انہیں وہاں سے ہٹانا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔

اس نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اب بمشکل آدھ منٹ کی مہلت رہ گئی تھی اور وہ ٹرانسیور استعمال کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ ٹرانسیور کو اس نے گاڑی کی سیٹ کے نیچے دھکیل دیا تھا۔

اس نے پھر پیٹرول کار کی طرف دیکھا۔ پولیس والوں کے ٹلنے کے کوئی آثار نہیں تھے۔

☆============☆============☆

سیاہ مرسڈیز منی بس کے پیچھے تھی۔ لہٰذا پلائی ماؤتھ کا ڈرائیور اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اب سڑک چوڑی ہو رہی تھی۔ آگے چنگی تھی۔ وہاں گاڑیوں کی قطار تھی۔ لوگ ٹیکس ادا کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔

انہوں نے پلائی ماؤتھ کو آگے بڑھتے دیکھا۔ وہ معمول کے مطابق بائیں جانب والی لین میں تھی۔ صفدر کی موٹر سائیکل دائیں جانب والی لین میں تھی.......... پھر صفدر نے موٹر سائیکل روک دی۔ وہ مرسڈیز کو آگے نکلنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔

جے ملول تھا۔ ہر چیز صحیح پوزیشن میں تھی.......... منصوبے کے عین مطابق لیکن منصوبہ چوپٹ ہوتا نظر آ رہا تھا۔ چوپٹ تو نہیں! اس نے تلخی سے سوچا۔ ہاں.......... ملتوی کرنا زیادہ مناسب ہے۔ آج نہیں تو چند روز بعد سہی۔

"میرا خیال ہے، منصوبہ تو گیا۔" سیمور نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم نے مجھے قائل کر دیا۔" جے نے چڑ کر کہا۔ "اب یہ ریوالور ہٹالو۔ چنگی والوں کو دکھانا چاہتے ہو کیا؟"

سیمور نے ریوالور جلدی سے جیب میں رکھ لیا۔

انہوں نے ٹیکس ادا کیا۔ جے نے دیکھا، پلائی ماؤتھ اب سرنگ میں داخل ہونے ہی والی تھی اور زیادہ سے زیادہ دس سیکنڈ میں ان کی اپنی گاڑی بھی سرنگ میں داخل ہو جاتی۔ اس وقت تک سعادت کی طرف سے کلیئرنس ملنا ضروری تھا۔ اس نے ملتجی نگاہوں

سے ٹرانسیور کو دیکھا لیکن وہ خاموش تھا۔

سرنگ کا دہانہ تیزی سے انہیں نگلنے کے لئے ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"بس مسٹر پال، اب منصوبہ ترک کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔" سیمور نے کہا۔

جے ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی سیمور سے متفق ہونے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

سرنگ کا دہانہ تیزی سے قریب آ رہا تھا۔ جے مٹھیاں بھینچے بیٹھا تھا۔ "کار کی رفتار تو کم کرو۔ جلدی کیا ہے؟" وہ سیمور پر غرایا۔

سیمور نے گاڑی کی رفتار کم کر دی۔ "اب کچھ نہیں ہو سکتا مسٹر پال۔ منصوبے کو ملتوی سمجھو۔" اور یہ سچ تھا کیونکہ اب محض چند سیکنڈ کی مہلت رہ گئی تھی۔ مگر اسی لمحے جے پال کی گود میں رکھے واکی ٹاکی سے سعادت کی ہسٹریائی آواز ابھری۔ "جے.......... پولیس کار جا رہی ہے۔ مطلع صاف ہے۔ وہ جا رہے.......... اس کی آواز اچانک بے معنی بھنبھناہٹ میں تبدیل ہو گئی۔ مرسڈیز سرنگ میں داخل ہو گئی تھی۔

☆============☆============☆

سیمور اور جے نے ایک دوسرے کو بے یقینی سے دیکھا۔ "اب ہم تیار ہیں۔ "سیمور نے چیخ کر کہا "ایکسی لیٹر پر اس کے پاؤں کا دباؤ بیٹھ گیا۔

سرنگ میں روشنی اتنی نہیں تھی کہ پڑھا جا سکتا۔ مائیکل نے دیکھا کہ ہمیشہ کی طرح ڈیوڈ کیلی نے کاغذات تہہ کرنے شروع کر دیے ہیں۔ اس کے بعد وہ ان کاغذات کو ڈسپیچ باکس میں رکھتا۔ پانچ منٹ بعد انہیں انیکسی پہنچ جانا تھا۔ وہ ایک لمحہ بھی ضائع کرنے کا قائل نہیں تھا۔

مائیکل نے عقب نما شیشے کا جائزہ لیا۔ دائیں جانب والی لین میں ایک سیاہ مرسڈیز اس کی گاڑی کو اوور ٹیک کرنے کے لئے آگے بڑھ رہی تھی۔ مرسڈیز کے پیچھے وہی بے صبرا موٹر سائیکل سوار تھا۔ جس کی بے پروائی اور بے صبری کا مظاہرہ وہ ذرا دیر پہلے دیکھ چکا تھا۔ نہ جانے کیسے وہ پیچھے رہ گیا تھا۔ شاید چنگی پر اٹک گیا ہوگا۔ اب صورت حال یہ تھی کہ مرسڈیز کی رفتار اتنی تیز نہیں تھی جتنی ہونی چاہیے تھی۔ موٹر سائیکل سوار

مرسڈیز سے چپک کر چل رہا تھا اور مسلسل ہارن بجا رہا تھا۔

مرسڈیز اب تقریباً پلائی ماؤتھ کے برابر آچکی تھی۔ اس کی رفتار بھی پلائی ماؤتھ جتنی ہی تھی۔ اب چند سو گز آگے سرنگ کا بمبئی سائیڈ والا دہانہ نظر آرہا تھا۔

سرنگ میں گاڑیوں کے مخصوص شور کے درمیان اچانک مائیکل کو انجن کی غیر معمولی بلند غراہٹ سنائی دی۔ وہ غراہٹ اس کے دائیں جانب سے آرہی تھی۔ پھر اس نے کن انکھیوں سے کوئی متحرک ہیولیٰ دیکھا جو اس کی کار کی داہنی سائیڈ سے خطرناک حد تک قریب تھا۔ مائیکل کو احساس ہوا کہ بے صبرا موٹر سائیکل سوار اس کی گاڑی اور مرسڈیز کے درمیان سے نکلنے کی خطرناک اور احمقانہ کوشش کر رہا ہے جو مہلک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ دونوں کاروں کے درمیان جو سفید پٹی تھی وہ اس پر موٹر سائیکل چلا رہا تھا...... اور دونوں گاڑیوں کا درمیانی فاصلہ بمشکل چار فٹ ہوگا۔

مائیکل کا پہلا غیر شعوری ردعمل یہ تھا کہ اس نے درمیانی فاصلہ بڑھانے کی کوشش کی لیکن ایک سیکنڈ کے دسویں حصے میں اسے احساس ہوگیا کہ حادثہ ناگزیر ہے۔

جو کچھ ہوا، اسے مائیکل کبھی نہیں سمجھ سکا۔ موٹر سائیکل دونوں کاروں کے اگلے پہیوں کی سطح تک آئی پھر یا تو مائیکل کا ہاتھ اسٹیئرنگ پر بہکا اور اس کی گاڑی داہنی سمت ڈگمگائی یا مرسڈیز بائیں جانب جھکی۔ جو کچھ بھی ہوا، نتیجہ یہ نکلا کہ موٹر سائیکل کا عقبی حصہ پلائی ماؤتھ کے مڈگارڈ سے ٹکرایا۔ دھات رگڑنے کی آواز سنائی دی۔ سائیڈ بہت ہلکی تھی لیکن اتنی تھی کہ موٹر سائیکل قابو سے باہر ہوگئی۔

مائیکل عملاً بریک پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہوگیا۔ ڈیوڈ کیلی کا سر اگلی نشست سے ٹکرایا۔ موٹر سائیکل کی رفتار کار سے زیادہ تھی۔ وہ دونوں گاڑیوں کے درمیان سے گولی کی طرح نکلی مگر بری طرح لہرا رہی تھی۔ موٹر سائیکل سوار اسے کنٹرول کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ سرنگ بریکوں کی آواز اور ٹائروں کی احتجاجی چیخوں سے گونج رہی تھی۔ پلائی ماؤتھ کے پیچھے آنے والی منی بس بریک لگائے جانے کے باوجود پلائی ماؤتھ سے ٹکرائی لیکن ٹکر ہلکی سی تھی۔ مائیکل کا سر اسٹیئرنگ سے ٹکرایا اور فوراً ہی جھٹکے سے واپس آیا۔ اس جھٹکے سے سنبھلتے ہی اس نے سامنے دیکھا۔ اسی لمحے موٹر سائیکل ایک

دائرے میں گھومی اور سڑک کے بیچ میں گر گئی۔ سڑک پوری طرح بلاک ہوگئی تھی۔ چند ہی لمحوں میں سرنگ ہارن کی آوازوں سے گونجنے لگی۔ کان پڑی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ بے شمار کاریں ایک دوسرے سے ٹکرائی تھیں۔

مائیکل نے زیرلب موٹر سائیکل سوار کو گالی دی اور گاڑی کے دروازے کھولنے والا لیور دبایا۔

"مائیک...... یہ کیا حماقت......"

لیکن مائیکل نے ڈیوڈ کیلی کے احتجاج پر کوئی توجہ نہیں دی۔ اس نے دروازہ کھولا اور تیزی سے موٹر سائیکل اور سوار کی طرف بھاگا۔

"مائیک، نہیں......" ڈیوڈ کیلی چلایا لیکن اس کی آواز ہارن کے شور اور لوگوں کی چیخ و پکار میں دب گئی۔ سرنگ میں افراتفری مچی ہوئی تھی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ہوا ہے۔ مائیکل موٹر سائیکل سوار کی طرف بھاگ رہا تھا۔ موٹر سائیکل پلائی ماؤتھ سے کوئی بیس گز آگے جاکر گری تھی۔ مائیکل کو احساس تھا کہ مرسڈیز بھی رک گئی ہے۔ اس کو کار کے دروازے کھلنے کا احساس بھی ہوا لیکن اس کی توجہ کا مرکز موٹر سائیکل سوار کا ساکت وجود تھا۔ وہ اس کی طرف سے پریشان بھی تھا اور اس پر غصہ بھی آرہا تھا۔

موٹر سائیکل سوار کے پاس پہنچ کر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ گہرے رنگ کے وائزر نے موٹر سائیکل سوار کا چہرہ پوری طرح چھپایا ہوا تھا۔ بس اس کے دانت نظر آرہے تھے جن کے بھنچے ہونے سے تکلیف کا اظہار ہو رہا تھا۔ بظاہر تو وہ زخمی نہیں تھا لیکن وہ گراہت بے تکا تھا۔ اندرونی چوٹ ہو سکتی تھی۔

"تم ٹھیک تو ہو؟" اس نے موٹر سائیکل سوار سے پوچھا "کہاں چوٹ لگی ہے تمہیں؟"

موٹر سائیکل سوار کراہا اور کچھ بڑبڑایا۔ اس کی زبان مائیکل کی سمجھ میں نہیں آئی، ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ بے بسی محسوس کرنے لگتا تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے مدد کی جستجو میں سر گھما کر دیکھا۔ وہاں اسے جو کچھ نظر آیا، اسے دیکھ کر وہ دہشت زدہ ہوگیا۔ اسے اپنی جلد کے نیچے چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہوئیں۔

مرسڈیز سے دو آدمی اترے تھے۔ ان کے جسموں پر اوور آل تھے اور سروں پر موٹر سائیکل سوار جیسے کرش ہیلمٹ۔ ان میں سے ایک پلائی ماؤتھ کی طرف دوڑ رہا تھا اور اس نے مائیکل کے دیکھتے ہی دیکھتے پلائی ماؤتھ کے کھلے دروازے سے ڈرائیونگ سیٹ پر چھلانگ لگا دی۔

دوسرا آدمی دوڑتا ہوا خود مائیکل کی طرف آرہا تھا۔

☆============☆============☆

کیلی نے حرکت بھی نہیں کی۔ اسے حرکت کرنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ پلائی ماؤتھ کو رکے دس سیکنڈ ہوئے ہوں گے کہ کرش ہیلمٹ لگائے ہوئے وہ شخص کار میں گھس آیا۔ ڈیوڈ کیلی کو وہ بے چہرہ شخص کسی سائنس فکشن فلم کا کوئی کردار لگا۔ اس شخص نے پلٹ کر ڈرائیونگ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائی اور ہاتھ بڑھا کر ایک بہت بڑے ریوالور کی نال ڈیوڈ کیلی کی گردن سے لگا دی۔ دوسرے دستانہ پوش ہاتھ سے اس نے کوئی چیز ڈیوڈ کی طرف اچھالی۔ وہ آٹے کا ایک چھوٹا سا تھیلا تھا۔

"لو.......... اسے جلدی سے اپنے منہ پر چڑھا لو۔" وہ غرایا۔ "ورنہ میں گولی چلانے میں دریغ نہیں کروں گا۔"

☆============☆============☆

تربیت، چھٹی حس اور اس احساس نے کہ اسے بری طرح پھانس لیا گیا ہے، مائیکل کے بدن میں بجلیاں بھر دیں۔ وہ بہت تیزی سے حرکت میں آیا۔ اس نے ناقابل بیان پھرتی سے اپنے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکالا، اس کا گھوڑا چڑھایا اور ساتھ ہی ایک گھٹنے کے بل بیٹھ گیا۔ اس کا نشانہ وہ شخص تھا جو اُس پر جھپٹا چلا آرہا تھا۔ وہ ٹریگر دبا ہی رہا تھا کہ کوئی سخت چیز پوری قوت سے اس کے سر کے عقبی حصے سے ٹکرائی۔ اس کا ریوالور والا ہاتھ اوپر کو اٹھا۔ فائر کی گونج دیواروں کے درمیان گونج کر رہ گئی۔ گولی سرنگ کی چھت میں گھسی اور مائیکل منہ کے بل نیچے گرا۔ اس کے باوجود اس نے ایک کہنی ٹکا کر خود کو بکھرنے سے محفوظ رکھا اور تیزی سے دائیں جانب لڑھکا۔ موٹر سائیکل سوار نے، جس نے اس کے سر پر وار کیا تھا، اسے قابو میں کرنے کے لیے اس پر چھلانگ لگائی لیکن اس کے

لڑھکنے کی وجہ سے گھٹنوں اور کہنیوں کے بل سڑک پر گرا۔

ریوالور اب بھی مائیکل کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے ایک اور قلابازی کھاتے ہوئے خود کو اٹھایا۔ اسے احساس ہو گیا کہ اس پر جھپٹنے والا اس کے سر پر آپہنچا ہے اور یہ احساس اسے اور تاخیر سے ہوا کہ حملہ آور کے ہاتھ میں ریوالور بھی ہے۔

مائیکل نے تیزی سے.......... اور اندھا دھند فائر کیا لیکن ٹریگر دباتے ہوئے بھی اسے احساس تھا کہ وہ ہار گیا ہے۔

گولی ہدف سے بہت دور گئی۔ سیمور کوئین نے بچنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ آٹھ فٹ کے فاصلے سے اس نے دو گولیاں چلائیں۔ پہلی گولی مائیکل کے حلق میں لگی۔ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ وہ سرنگ کی دیوار سے ٹکرایا۔ دوسری گولی اس کی پیشانی پر لگی اور گدی کی طرف سے باہر نکل گئی۔ وہ دیوار سے پھسلتا ہوا نیچے گرا۔

سرنگ میں انجنوں کی آواز اور ہارنوں کے شور سے بلند تر چیخیں ابھریں۔ مرسڈیز اور پلائی ماؤتھ کے پیچھے سو گز تک ٹریفک بلاک ہو چکا تھا۔ گاڑیوں سے اترنے والے ایک چھوٹے سے گروہ کی صورت میں اکٹھے ہو چکے تھے۔ سیمور اور صفدر ان کی طرف لپکے تو وہ گھبرا کر تتر بتر ہو گئے۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" سیمور نے ریوالور لہراتے ہوئے انگریزی میں کہا۔

وہ دونوں پلائی ماؤتھ میں بیٹھ گئے۔ صفدر ڈرائیونگ سیٹ پر تھا۔ سیمور پچھلی نشست پر ڈیوڈ کے برابر بیٹھ گیا۔

جے نے پلٹ کر سیمور کی طرف دیکھا۔ ہیلمٹ کی وجہ سے وہ بے چہرہ نظر آرہا تھا۔ تاثر کا پتا صرف لہجے سے چل سکتا تھا۔ "یہ تم کیا کر آئے؟" اس کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"زندگی اور موت کا معاملہ تھا۔" سیمور نے جواب دیا "وہ نہ مرتا تو میں مارا جاتا۔"

"لیکن جنونی آدمی، تم نے اسے ختم کر دیا۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔"

ڈیوڈ کیلی ایک کونے میں تنا ہوا بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ تھیلے میں چھپا تھا۔ اس نے پہلی

بار زبان کھولی اور لرزتی آواز میں پوچھا۔ "تم لوگوں نے میرے ڈرائیور کو قتل کر دیا؟"

"تم چپ بیٹھے رہو۔" سیمور نے اسے ڈپٹا۔ اس نے ریوالور رکھ دیا تھا اور اب بھری ہوئی ہائپوڈرمک سرنج کے محلول کو ہلا رہا تھا۔

"میری بات کا جواب دو۔ میں نے فائرنگ کی آواز سنی تھی۔ کیا تم نے میرے ڈرائیور کو مار ڈالا ہے؟"

"میں کہتا ہوں' بکواس بند کرو۔" سیمور کوئین چلایا۔ "اور ساکت بیٹھے رہو۔" یہ کہہ کر اس نے مضبوطی سے کیلی کی بائیں کلائی تھام لی۔ اگلے ہی لمحے سرنج کی سوئی کیلی کی نس میں داخل ہوگئی۔ کیلی سسکی لے کر رہ گیا۔

پلائی ماؤتھ ۷۰ کی رفتار سے سرنگ سے باہر نکلی۔ ایک لمحے کو قدرتی روشنی سے ان کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

ٹریفک کی ایک گشتی گاڑی سرنگ کے دہانے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کی چھت پر نارنجی رنگ کا ایمرجنسی لیمپ گردش کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ گشتی پولیس کے دو کارکن سڑک کی طرف جھپٹ رہے تھے۔ انہوں نے پلائی ماؤتھ کو رکنے کا اشارہ کیا۔ صفدر نے گاڑی کا رخ ان کی طرف کر دیا۔ ان دونوں نے پھرتی سے اچھل کر خود کو بچایا۔

"ہمارے منصوبے میں خون خرابے کی گنجائش نہیں تھی۔" جے نے کشیدہ لہجے میں کہا۔

"تمہارے منصوبے میں اس وقت تک خاموش رہنا ضروری ہے جب تک یہ ملعون سو نہ جائے۔" سیمور نے کیلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

جے نے اپنی اسٹاپ واچ کو دیکھا اور بولا "ایک منٹ بیس سیکنڈ ہو چکے ہیں۔" مرسڈیز سے نکلتے ہوئے اس نے اسٹاپ واچ کا بٹن دبا دیا تھا "کام شیڈول کے مطابق ہو رہا ہے۔"

گاڑی کی اسپیڈو میٹر کی سوئی اب ۹۰ کے ہندسے کو چھو رہی تھی۔ اس کا رخ ہاربر روڈ کی طرف تھا۔ کیلی پر دوا کا فوری اثر ہوا تھا۔ وہ سیٹ پر ڈھے گیا تھا۔ سیمور نے اس کے چہرے پر چڑھا ہوا تھیلا اتارا اور اس کا چہرہ غور سے دیکھا کہ کہیں وہ پن تو نہیں رہا

ہے۔

آپریشن شروع ہونے کے ایک منٹ پچاس سیکنڈ بعد پلائی ماؤتھ وہاں جا کر رکی جہاں سعادت ڈاک گاڑی میں ان کا منتظر تھا۔ اس کی گاڑی کا انجن اسٹارٹ تھا۔ پچھلا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ انہیں کیلی کو کار سے اتارنے اور ڈاک گاڑی کے عقبی حصے میں منتقل کرنے میں پندرہ سیکنڈ لگے۔ مزید دس سیکنڈ انہوں نے پلائی ماؤتھ کو چیک کرنے میں لگائے کہ کہیں وہ کوئی نشان چھوڑ کر تو نہیں جا رہے۔ واکی ٹاکی' ہائپوڈرمک سرنج اور تھیلا بھی ڈاک وین کے عقبی حصے میں ڈال دیا گیا۔ صفدر' سیمور اور جے بھی عقبی حصے میں بیٹھ گئے۔ عقبی دروازے کے دونوں پٹ بند کر دیے گئے۔

وین روانہ ہوگئی۔ اس کا رخ سرنگ کی طرف تھا۔

☆============☆============☆

موقع پر سب سے پہلے پہنچنے والے سرکاری افراد وہ چار گشتی پولیس مین تھے جنہیں جے بینڈ کمپنی نے سرنگ کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ انہوں نے ٹیلی ویژن مونیٹر پر دیکھ لیا تھا کہ وہ کوئی عام حادثہ نہیں لیکن وہ صورت ہال کو پوری طرح سمجھ نہیں سکے تھے۔ جائے واقعہ پر پہنچنے کے دو منٹ بعد تک بھی وہ صورت حال کو نہیں سمجھ سکے۔ وہاں کی ہسٹریائی صورت حال میں ان کے لیے توجہ مرتکز کرنا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ سو سے زیادہ افراد مسلسل ان کے کان پر بولے جا رہے تھے۔

الیکٹرونک کیمرے اس نوعیت کے تھے اور ان کی پوزیشن ایسی رکھی گئی تھی کہ وہ ٹریفک کنٹرول کر سکتے تھے۔ وہ بڑے پیمانے پر جذیات دکھانے کے لئے نہیں تھے۔ لہٰذا صورت حال بہت الجھی ہوئی تھی۔ ایک موٹر سائیکل سوار اپنی سواری سمیت یوں گرا تھا کہ اس نے سڑک کے دونوں حصوں کو بلاک کر دیا تھا۔ آگے والی دو کاروں سے مسافر اتر کر اس کی مدد کے لئے لپکے تھے۔ پھر جانے کس بات پر جھگڑا ہوا۔ ایک آدمی نے دوسرے کو ریوالور سے دھمکایا۔ وہاں آڈیو کا بندوبست نہیں تھا لہٰذا مونیٹرز پر فائرنگ کی آوازیں نہیں سنی گئیں۔ آخر میں انہوں نے آگے والی ایک گاڑی کو بہت تیز رفتاری سے جاتے دیکھا۔

گشتی پارٹی کے لیڈر نے اندازے لگانے میں وقت ضائع نہیں کیا۔ اس نے سوچا بعد میں بہت وقت ہوگا' دیکھ لیا جائے گا کہ ہوا کیا ہے۔ اس نے اپنے ایک ماتحت کو سرنگ کی دیوار کے قریب گرے ہوئے آدمی کے متعلق تفتیش کرنے کے لئے بھیجا۔ دوسرے دو کو اس نے گاڑیوں کا جائزہ لینے اور زخمیوں کی تعداد معلوم کرنے پر مامور کیا۔

جو کچھ اس نے دیکھا تھا' اس سے اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ وہ قریب ترین ایمرجنسی ٹیلی فون کی طرف لپکا۔ فون پر اس نے پونا سائیڈ کے کنٹرول سینٹر سے رابطہ کیا۔

"ہمیں گاڑی کھینچنے والی بھاری گاڑیوں کی ضرورت ہوگی۔" اس نے کہا "اس طرف سے وہ گاڑیاں نہیں آسکتیں لہٰذا ہمیں دوسری سرنگ بند کرنا ہوگی۔ آپ کے مونیٹر نے جانے والی گاڑی دکھائی ہوگی۔ اس کے متعلق ہر تھانے کو مطلع کر دیں۔ ایک منٹ............"

اس نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھا اور اپنے ماتحت کی طرف متوجہ ہوگیا جو ہانپتا ہوا اس کی طرف آیا تھا اور بے حد متوحش دکھائی دے رہا تھا۔ "ہاں........... کیا بات ہے؟" اس نے ماتحت سے پوچھا۔

"ماتحت نے اسے تفصیل بتائی.......... وہ سننے کے بعد اس نے ماؤتھ پیس میں کہا "یہ اطلاع بھی دے دیں کہ یہاں کسی کو شوٹ کر دیا گیا ہے۔ جی ہاں.......... وہ مر چکا ہے۔"

☆===========☆===========☆

"تم نے باڈی گارڈ کو ختم کر دیا۔" سعادت نے چیخ کر کہا "خدا کی پناہ!" اس نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا۔ اسٹیئرنگ پر اس کا ہاتھ بہکا۔ اس نے تیزی سے وین کو سنبھالا۔

"ہاں' ایسا ہی ہوا ہے۔ سن تو لیا تم نے۔" سیمور نے چڑ کر کہا۔ وہ وین کے عقبی حصے میں بیٹھا اپنے ہیلمٹ سے چھٹکارا پا رہا تھا۔ "میں اور کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔"

"یہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔" جے بولا "اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ تمہیں بروقت وہاں پہنچ کر اسے غیر مسلح کر دینا تھا اور جسمانی طور پر اسے زیر کرنا تھا۔ یہ تمہاری غیرذمہ داری تھی۔"

"میں ایسا نہیں کرسکا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہماری توقع سے بڑھ کر پھرتیلا ثابت ہوا۔" سیمور نے یہ کہہ کر اوور آل اتار پھینکا۔ "تم بڑے عقل مند بنتے ہو۔ یہ بتاؤ' میری جگہ تم ہوتے تو کیا کرتے؟ سوچو' تمہارے ہاتھ میں ریوالور ہے اور ایک شخص تمہیں ریوالور سے نشانہ بنانے والا ہے۔ ایسے میں تم کیا کرو گے؟" پھر وہ سعادت سے بولا "اے بھائی! تم گاڑی تیز نہیں چلا سکتے؟"

"چلا سکتا ہوں لیکن چلاؤں گا نہیں۔" سعادت نے جواب دیا۔

"اگر انہوں نے سرنگ بند کر دی تو ہم یہاں چوہوں کی طرح پھنس کر رہ جائیں گے۔"

"اور اگر تیز رفتاری کی وجہ سے روک لیے گئے تو اور برا ہوگا۔" سعادت نے دلیل دی۔

جے نے اسٹاپ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے کہا "ساڑھے تین منٹ ہو چکے ہیں۔ اب تیس سیکنڈ کے اندر ہمیں سرنگ میں داخل ہو جانا چاہیے۔"

سعادت ساٹھ کی رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ چند سیکنڈ بعد وین فلائی اوور پر پہنچی۔ اب سرنگ دور نہیں تھی۔

"کیلی کا کیا حال ہے؟" سعادت نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"ٹھیک ٹھاک ہے۔" عقبی حصے سے صفدر نے بتایا۔ وہ وہاں کیلی سے لگا بیٹھا تھا۔ کیلی چیت لیٹا ہوا تھا۔ وہ پُرشور انداز میں سانس لے رہا تھا۔ اس کی جلد کی رنگت زرد ہو رہی تھی لیکن یہ غیر معمولی بات نہیں تھی۔ وہ بے ہوش کرنے والی دوا کا رد عمل تھا۔ یہ بات جے نے پہلے ہی بتا دی تھی۔ جے نے اس سلسلے میں بھی خاصی ریسرچ کی تھی۔ یہ امکان بھی تھا کہ کیلی کو قے ہو جائے گی یا پھندا لگے گا لیکن اب تک ایسی کوئی علامت سامنے نہیں آئی تھی۔

"آل رائٹ۔ اب سب فرش پر لیٹ جائیں۔" جے نے ہدایت دی اور پھر خود بھی لیٹ گیا۔

اسی وقت کہیں سے پولیس کے سائرن کی آواز سنائی دینے لگی۔

☆============☆============☆

سرنگ کے کنٹرول روم کا سرخ ٹیلی فون کے ذریعے پولیس ہیڈ کوارٹر سے براہ راست رابطہ تھا۔ جس نے کال ریسیو کی' وہی ایک منٹ پہلے امریکی قونصلیٹ سے سیکیورٹی آفیسر کی کال ریسیو کر چکا تھا۔ اس نے پیغامات کی کتاب میں کال کا وقت درج کیا...... آٹھ بج کر اکیس منٹ۔ پھر اس نے انٹرکام پر ایس پی کو مطلع کیا "سر' پونا اور

بمبئی کی درمیانی سرنگ میں حادثہ ہوا ہے۔ سرنگ کو دونوں طرف سے بند کیا جا رہا ہے۔"

"ٹریفک پولیس کو مطلع کر دیا گیا ہے؟" ایس پی نے پوچھا۔

"جی ہاں جناب۔ لیکن سرنگ میں گولیاں بھی چلی ہیں۔ ایک آدمی فائرنگ سے ہلاک ہوا ہے۔"

"یہ اطلاع سی آئی ڈی کو بھی دے دو۔ اور ہاں........ تم نے کسی کو وہاں بھیجا ہے؟"

"جی ہاں۔ لیکن سبب کچھ اور تھا۔ ابھی امریکی قونصلیٹ سے فون آیا تھا۔ ان کا ایک سفارت کار حادثے سے ذرا پہلے سرنگ میں داخل ہوا تھا۔ اس کا ریڈیو پر قونصلیٹ سے رابطہ رہتا ہے۔ وہ ابھی تک سرنگ سے باہر نہیں آیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ حادثے میں ملوث ہو۔" ایس پی نے کہا "یہ بڑا منحوس سوموار ہے۔ پورا ہفتہ ہی خراب گزرے گا۔"

☆============☆============☆

سرنگ کا دہانہ نظر آتے ہی سعادت کا دل ڈوبنے لگا "سگنل کی بتی سرخ کر دی گئی ہے۔" اس نے کہا "میرا خیال ہے ہمیں دیر ہو گئی۔"

بائیں جانب والی لین کے ساتھ ایک گشتی کار کھڑی تھی۔ اسے راستہ بند کرنے کے لئے آڑا کھڑا کیا گیا تھا۔ ایک باوردی پولیس مین بھی کھڑا تھا۔

"آخری کار گزر چکی ہے۔" سعادت بڑبڑایا۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تم گاڑی آہستہ چلا رہے ہو۔" سیمور نے تیز لہجے میں کہا۔

"اب میں کیا کروں؟" سعادت کے لہجے میں پریشانی تھی۔

"توڑ پھوڑ کر گھس جاؤ۔ رکنے کی ضرورت نہیں۔" سیمور نے مشورہ دیا۔

"احمقانہ باتیں مت کرو۔" جے بولا "رک کر انہیں قائل کرو۔ ہمیں لازماً گزرنا ہے۔"

لیکن دونوں مشوروں میں سے ایک پر بھی عمل کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی

اور گاڑی ہوتی تو اسے یقیناً واپس کر دیا جاتا۔ پولیس والے نے ایک نظر دیکھا کہ وہ ڈاک خانے کی گاڑی ہے۔ پھر اس نے سعادت کو اشارہ کیا کہ وہ داہنی لین سے سرنگ میں داخل ہو جائے۔

جے نے سکون کی گہری سانس لی۔ وہ اٹھ کر بیٹھا اور اپنے بازو سے چہرے کا پسینہ صاف کیا۔ دوسرے دونوں بھی اٹھ بیٹھے تھے۔

"یہ ہم دشوار ترین مرحلے سے گزرے ہیں۔" جے نے کہا "لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم پُرسکون ہو جائیں۔ اس لمحے سے ہم پورے بھارت کی پولیس کو سب سے زیادہ مطلوب مجرم ہیں۔ ہماری تلاش میں وہ کوئی کمی نہیں چھوڑیں گے۔ اب ہماری ایک غلطی سب کچھ تباہ کر سکتی ہے۔ اور مسٹر کوئین' اب تمہاری مہربانی سے ہم صرف اغوا برائے تاوان ہی کے نہیں' قتل کے مجرم بھی ہیں۔" اس کا لہجہ سخت تھا اور اس کی گود میں پڑا ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا۔

سیمور کوئین بے چین سا نظر آنے لگا۔ "کیا اب تمام عمر اس موضوع پر باتیں ہوں گی؟"

"یہ کوئی معمولی موضوع نہیں۔"

"دیکھو جو کچھ ہوا' تمہارے سامنے ہوا۔ چلو.......... کسی حد تک ہی سہی۔ اگر میں نے اسے شوٹ نہ کیا ہوتا وہ مجھے شوٹ کر دیتا۔" سیمور نے بڑے تحمل سے اسے سمجھایا۔ "اور میں ہی نہیں صفدر بھی مارا جاتا۔ پھر تم کہاں ہوتے مسٹر جینیس؟"

"یہ بتاؤ' تمہیں ریوالور کہاں سے ملا؟" جے نے پوچھا۔

"یہ بھی ایک پولیس والے کا ہے۔"

"کیا.......... کیا..........؟"

سیمور نے کندھے جھٹک دیے۔ "ایک نارکوٹکس انسپکٹر کا ہے۔" اس نے وضاحت کی۔ "وہ بھی تو پولیس والا ہی ہوا۔ اس نے گزشتہ رات ایک چینی منشیات فروش کے فلیٹ کے باہر مجھے پکڑ لیا تھا۔ میں نے ریوالور اس سے چھینا اور اسے فلیٹ میں بند کر دیا۔ تم فکر مت کرو' اسے میرے متعلق کچھ بھی نہیں معلوم۔ وہ مجھے کوئی سیلر سمجھا

تھا۔

"بھگوان.......... مجھے قوت دینا۔" جے نے کراہتے ہوئے کہا۔ پھر دانت بھینچ کر پوچھا "تم چینی منشیات فروش کے فلیٹ میں گئے ہی کیوں تھے؟ یعنی اگلے دن پروجیکٹ پر عمل درآمد ہونا تھا اور تم نے عملاً خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا تھا۔"

"مجھے کچھ مال خریدنا تھا.......... ایک دوست کی مدد کی خاطر۔ میں مانتا ہوں کہ وہ میری حماقت تھی مگر اب میری مذمت کرنے سے کچھ بدلے گا تو نہیں۔"

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا یہ سب کچھ؟"

"اس لیے کہ تم پاگل ہو جاتے.......... جیسے اب ہو رہے ہو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' پولیس یہ ریوالور ٹریس نہیں کر لے گی؟ انہیں پتا چل جائے گا کہ جس شخص نے یہ ریوالور چھینا اور جس نے باڈی گارڈ کو شوٹ کیا' دونوں ایک ہی تھے۔"

"یقین کرو' اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں جان سکیں گے۔ وہ چینی بھی میرے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"کاش ایسا ہی ہو۔" جے نے سخت لہجے میں کہا "کیونکہ تمہاری وجہ سے پولیس ہم تک پہنچی تو ہمارے حصے کی جواب دہی بھی تمہی کرو گے۔"

☆============☆============☆

پونے نو بجے تک پونا سے بمبئی آنے والی سرنگ پولیس والوں سے بھر چکی تھی۔ وہاں تقریباً ہر برانچ کے پولیس مین موجود تھے۔ وزارت مواصلات نے ایک بڑی گاڑی فراہم کر دی تھی جس میں ریڈیو وائرلیس سسٹم نصب تھا۔ اسے بس کے ایک چیسز پر رکھ دیا گیا تھا۔ وہ عارضی ہیڈ کوارٹر کے طور پر استعمال ہو رہی تھی۔ اسے سرنگ کے باہر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ سرنگ کی انتظامیہ کے ایمرجنسی ٹرک بھی باہر کھڑے تھے۔ انہیں پولیس نے سرنگ میں داخل ہونے سے روک رکھا تھا۔ ان ٹرکوں کے ذریعے سرنگ میں پھنسی ہوئی گاڑیاں کھینچ کھینچ کر نکالی جاتیں۔

پولیس کی جو گشتی گاڑی سب سے پہلے موقع پر پہنچی تھی' اس نے زخمیوں کو

اسپتال پہنچایا تھا۔ آٹھ گاڑیاں ایسی تھیں جنہیں ٹکرانے کی وجہ سے بہت زیادہ نقصان پہ
تھا۔ زخمیوں کی تعداد سولہ تھی۔

سرنگ میں سی آئی ڈی والوں کی ایک ٹیم موجود تھی۔ وہ لوگ پھنسی ہوئی گاڑیو
کے ان مسافروں سے مختصر پوچھ گچھ کر رہے تھی جو زخمی نہیں ہوئے تھے۔ پہلا مسئلہ
جاننا تھا کہ سرنگ میں کیا واقعہ پیش آیا ہے۔ بیانات عارضی ہیڈ کوارٹر میں لیے جار
تھے۔

دو فوٹو گرافر ہر زاویے سے جائے وقوعہ کی تصویریں اتارنے میں مصروف تھے۔
چھ افراد پر مشتمل دو ٹیمیں سڑک پر تیل کے بڑے بڑے دھبوں کے درمیان قدموں ک
پرنٹ تلاش کر رہی تھیں۔ ایک ٹیم مرسڈیز اور موٹر سائیکل پر موجود انگلیوں کے نشانات
اٹھا رہی تھی۔ دو چلے ہوئے کارتوس جو سڑک پر ملے تھے، انہیں لیبل لگانے کے بعد
لیبارٹری بھیج دیا گیا تھا۔

نو بجنے میں دس منٹ پر ایس پی، امریکی قونصلیٹ کے سیکیورٹی آفیسر ہوریس اسٹینلے
کے ساتھ وہاں پہنچا۔ اسٹینلے نے مرنے والے کو باڈی گارڈ مائیکل گارنر کی حیثیت سے
شناخت کرلیا۔ اس کے بیان کے مطابق مائیکل اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ، حکومت امریکہ کا ملازم
تھا۔ اس کا تعلق سیکیورٹی سروس سے تھا۔ یہ وہ موقع تھا جب اسٹینلے اس سفارت کار کا نام
بتانے پر آمادہ ہوا جس کی حفاظت مائیکل کے ذمے تھی......... اور جو غائب تھا۔ اس سے
پہلے اس نے افسران کے اصرار کے باوجود اس کا نام نہیں بتایا تھا۔

☆============☆============☆

وہ وقت ایسا تھا کہ ائر پورٹ کا پارکنگ لاٹ تین چوتھائی خالی پڑا تھا۔ سعادت کو
ڈاک وین اپنی رینج روور کے سامنے پارک کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ اس کی
رینج روور صبح سات بجے سے وہاں موجود تھی۔ وہ وین سے اتر کر رینج روور کی طرف گیا
اور عقبی دروازہ کھول کر کینوس کے وہ دو سلنڈر نکالے جن میں صدائے کشمیر کے بادبان
رکھے جاتے تھے۔ وہ سات فٹ لمبے تھے اور ان کا نصف قطر دو فٹ تھا۔ ہر سلنڈر میں
اوپری قطاروں پر پیتل کے کناروں والے دو سوراخ تھے جن سے ڈوری گزار کر انہیں

کس دیا گیا تھا۔ ایک سلنڈر میں بادبان موجود تھا۔ وہ بندھا ہوا تھا۔

سعادت نے خالی سلنڈر اتارا اور ڈاک وین کے ڈرائیونگ کمپارٹمنٹ کی کھڑکی
سے جے کی طرف بڑھا دیا۔ جے نے اسے وین کے عقب حصے میں کھینچنے کے بعد کھول کر
پھیلا دیا۔ پھر بے ہوش کیلی کو اس سلنڈر میں منتقل کر دیا گیا۔ جے نے ڈوری کئی بار پیتل
کے کناروں والے سوراخوں سے گزاری اور اس طرح باندھا کہ اوپر والا حصہ پوری طرح
بند ہوگیا۔

"یہ مرے گا تو نہیں؟" صفدر نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا "سانس تو نہیں رک
جائے گی اس کی؟"

"ہم نے بہت احتیاط سے باندھا ہے اسے۔ اب سے ایک گھنٹے بعد یہ آہستہ آہستہ
ہوش میں آنے لگے گا۔ تب ہمیں اسے دوسرا انجکشن دینا پڑے گا۔"

اس کام سے نمٹنے کے بعد انہوں نے سلنڈر میں لپٹے ہوئے کیلی کو عقبی دروازہ
کھول کر وین سے نکالا۔ سیمور نے اسے کندھے پر لادا اور رینج روور کے کھلے ہوئے
دروازے کی طرف لے گیا۔ اسے وہاں رکھنے کے بعد اس نے اس پر دوسرا سلنڈر
رکھا......... بادبان والا۔ پھر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اتنی دیر میں وہ ہانپ چکا تھا۔

انہوں نے وین کے عقبی حصے سے اپنے اوور آل، ہیلمٹ، ریوالور اور واکی ٹاکی
نکالے۔ دستانے وہ واحد چیز تھے جنہیں انہوں نے وین کے عقبی حصے میں ہی چھوڑ دیا۔
پھر جے نے کندھوں سے زور لگا کر ڈاک وین کے عقبی دروازے کے دونوں پٹ مضبوطی
سے بند کر دیئے۔

یہاں سیمور اور صفدر ان سے جدا ہوگئے۔ وہ دونوں الگ الگ نکلے۔ باہر آکر وہ
مختلف سمتوں میں خاصی دور تک پیدل چلے۔ پھر انہوں نے ٹیکسی روکی اور ڈرائیور کو بلیو
ہیون جیٹی چلنے کی ہدایت دی۔

سعادت اور جے رینج روور میں بیٹھ کر نکلے۔ سعادت ڈرائیو کر رہا تھا۔

☆============☆============☆

اس وقت تک ایس پی، ٹریفک کنٹرول عارضی ہیڈ کوارٹرز پہنچ چکا تھا۔ وہ زور دے

رہا تھا کہ سرنگ جلد از جلد کھول دی جائے۔ اس کی بات بھی معقول تھی۔ پونا والی سائیڈ سرنگ کے باہر گاڑیوں کی ایک میل لمبی قطار تھی۔ وہاں ٹریفک عملاً معطل ہو چکا تھا۔ پھر یہ بھی تھا کہ اب تک تفتیش کی گاڑی جس حد تک بھی کھسکی تھی' ٹریفک ڈیپارٹمنٹ ہی کی وجہ سے کھسکی تھی۔ ریکارڈ کی چھان بین کے بعد ثابت ہوگیا تھا کہ موٹر سائیکل کی نمبر پلیٹ جعلی ہے۔ انجن نمبر سے پتا چلا کہ اسے گذشتہ روز وکٹوریہ پارک سے چوری کیا گیا تھا۔ مرسڈیز کی چوری کی رپورٹ تو درج نہیں کرائی گئی تھی مگر یہ پتا چل گیا کہ اسے اتوار کی دوپہر ایک پارکنگ میں چھوڑا گیا تھا۔

اور ابھی تین منٹ پہلے ٹریفک پولیس کے ایک سپاہی نے ہاربر روڈ پر کچرا گھر کے قریب پلائی ماؤتھ دریافت کی تھی۔

یہ اطلاع سی آئی ڈی کے چیف سنیل موہن کو نو بج کر چار منٹ پر ملی۔ اس نے جان لیا کہ یہ سیاسی اغوا کا کیس ہے جس کے ساتھ ایک قتل بھی نتھی ہے۔

سنیل موہن کی عمر پچاس کے قریب تھی۔ وہ اس قدر باصلاحیت تھا کہ اسے اب تک کسی بہت بڑے عہدے پر فائز ہونا چاہیے تھا لیکن وہ منہ پھٹ اور سمجھوتا نہ کرنے والا آدمی تھا۔ اس کے افسران اس کی زبان سے گھبراتے تھے۔ وہ غیر لچک دار اور بااصول آدمی تھا۔ ایسے لوگ پولیس میں کہاں چلتے ہیں۔ لوگ اس پر حیران ہوتے تھے کہ وہ یہاں تک بھی کیسے پہنچ گیا لیکن اس بات پر کمشنر سے لے کر نیچے تک سب متفق تھے کہ پولیس فورس میں اس سے اچھا کوئی تفتیش کار موجود ہی نہیں بلکہ کبھی آیا ہی نہیں۔ اور سنیل موہن اس کیس کا انچارج تھا!

پولیس ہیڈ کوارٹر کی تیسری منزل پر اپنے آفس سے سنیل نے اپنے افسر اعلیٰ ڈائریکٹر آف کرمنل انویسٹی گیشن کو فون کیا۔ وہ ڈائریکٹر کو معاملے کی سنگینی سے پہلے ہی مطلع کر چکا تھا۔ اب اس نے اسے تازہ ترین تفصیلات سے آگاہ کیا۔

ڈائریکٹر نے فوری طور پر وہ معلومات پولیس کمشنر کو منتقل کر دیں۔ پانچ منٹ کے اندر وزیر اعلیٰ تک صورت حال پہنچ گئی۔ کمشنر پولیس خود چیف منسٹر ہاؤس پہنچا تھا اور تنہائی میں وزیر اعلیٰ سے بات کی تھی۔ وزیر اعلیٰ سے بات وزیر اعظم تک پہنچی۔

وزیر اعلیٰ بہت زیرک اور معاملہ فہم شخص تھا۔ اس کی ایک خوبی یہ تھی کہ وہ سیاست دانوں کے انداز میں سوچ سکتا تھا اور بیورو کریٹ بن کر بھی۔ وجہ یہ تھی کہ وہ خود آئی سی ایس تھا اور اعلیٰ سرکاری عہدے سے ریٹائر ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کمشنر کی بات سن کر اس نے سمجھ لیا کہ اس بحران کی وسعت اور پھیلاؤ کتنا زیادہ ہے۔ اس نے یہ بھی سمجھ لیا کہ اس صورت حال کے لئے بحران ہی مناسب ترین لفظ ہے۔ اس سے پہلے اس کا واسطہ اس قسم کی صورت حال سے نہیں پڑا تھا۔

کمشنر شرما سے تفصیل سننے کے بعد وزیر اعلیٰ راؤ نے پوچھا "قونصل جنرل کو معلوم ہے سب؟"

"سرکاری طور پر نہیں۔ ہم ان کے سیکیورٹی عملے سے ڈیل کر رہے ہیں۔ سرکاری طور پر تو آپ ہی کو ان سے بات کرنی چاہیئے۔"

"ٹھیک ہے شرما۔ میں فوری طور پر ان سے بات کروں گا۔ میرا خیال ہے' ابھی تم سے یہ پوچھنا قبل از وقت ہوگا کہ تم نے اس اغوا کے سلسلے میں کیا نظریہ قائم کیا اور یہ کہ کون لوگ اس کے ذمے دار ہو سکتے ہیں۔"

"ہم صرف قیاس کر سکتے ہیں۔ پہلا خیال تو یہ ہے کہ اغوا کا محرک سیاسی ہے۔ میں نے اسپیشل برانچ کو اس زاویے سے تفتیش کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اور ہاں.......... مجھے ایک پیچیدگی کے بارے میں بھی بتایا گیا ہے۔ اسپیشل والوں کا خیال ہے کہ یہ ڈیوڈ کیلی کوئی عام سفارت کار نہیں بلکہ سی آئی اے کا کوئی بڑا عہدیدار ہے لیکن سرکاری طور پر ہمیں یہ بات معلوم نہیں اور امریکی اس معاملے کو دبانا چاہیں گے۔"

"اوہ.......... یہ تو واقعی پیچیدہ معاملہ ہے۔" راؤ نے گہری سانس لے کر کہا "خیر.......... اب تم کیا قدم اٹھاؤ گے؟"

"تمام بڑی سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کر کے گاڑیوں کی تلاشی لی جائے گی۔ بندرگاہوں اور ہوائی اڈوں کی سخت چیکنگ کی جائے گی۔ ہم زیادہ سے زیادہ نفری استعمال کریں گے لیکن آپ جانتے ہیں کہ پورے شہر کی پولیس تو نہیں جھونکی جا سکتی۔ یہ پورا واقعہ ویڈیو ٹیپ پر ریکارڈ ہوا ہے۔ اسے دیکھیں گے۔ ممکن ہے' ہمیں کوئی اہم سراغ مل

جائے۔"

"لیکن امریکی اس معاملے میں فعال کردار ادا کرنا چاہیں گے۔"

"جی ہاں۔ ظاہر ہے۔ ان کا ایک اہم آدمی اغوا ہوا ہے۔" شرما نے مدافعانہ لہجے میں کہا "لیکن یہاں صرف ہم ہی اسے تلاش کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔"

"بات اتنی سیدھی سادی نہیں۔" وزیراعلیٰ بہت احتیاط سے الفاظ منتخب کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ شرما مت اچھا پولیس افسر ہے لیکن اچھے پولیس مین بھی محکموں کے اور اپنے اختیارات کے معاملے میں بے حد حاسد طبیعت رکھتے ہیں۔ وہ شرما کو باور کرانا چاہتا تھا کہ اس معاملے میں ان پر بہت زیادہ دباؤ ہوگا۔

"مجھے ایک بات بتاؤ۔ کیا تمہارے خیال میں تمہارا محکمہ بغیر کسی مدد کے یہ معاملہ نمٹانے کی اہلیت رکھتا ہے؟ ملٹری انٹیلی جنس کو بھی ذہن میں رکھنا۔"

کمشنر پولیس کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا "کوئی محکمہ نہیں سمجھ سکتا کہ تفتیش کا آغاز کہاں سے ہونا چاہیے۔" اس کے لہجے میں قطعیت تھی۔ "ہمارے پاس افرادی قوت بھی ہے اور وسائل بھی ہیں۔ یہ ہمارا اپنا علاقہ ہے۔ اگر ڈیوڈ کیلی کو ہم بازیاب نہیں کرا سکتے تو کوئی بھی نہیں کرا سکتا۔"

"گڈ۔ اگر تم چاہو تو میں آرمی سے تمہیں مدد فراہم کرا سکتا ہوں۔ اب ایک اہم سوال یہ بھی ہے کہ ہمیں دیکھنا ہے کہ اس اغوا کی ذمے داری کون قبول کرتا ہے۔ اس بات کا امکان بھی ہے کہ امریکی تاوان ادا کرکے اس معاملے کو خاموشی سے نمٹانے کی کوشش کریں۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ ممکن ہے' یہ کوئی سیاسی واردات نہ ہو۔"

"تاوان ادا کرکے وہ مجرموں کی حوصلہ افزائی کریں گے۔" شرما کا لہجہ سخت ہوگیا۔

"جب اپنے مفادات سامنے ہوں تو کون یہ سوچتا ہے۔" وزیراعلیٰ نے سیاست داں کی حیثیت سے پوری سچائی سے کہا۔

"ہمیں اس طرح کے منظم جرم سے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔ یہ ضروری ہے کہ اس پہلی کوشش کو ناکام بنادیا جائے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں لیکن پہلے ہمیں امریکیوں کا اعتماد حاصل کرنا ہوگا۔

ہماری پولیس کے بارے میں ان کی اچھی رائے نہیں۔ سب سے پہلے ہمیں ان کو اعتماد میں لینا ہوگا۔ میری تجویز ایک میٹنگ کی ہے جس میں تمہارے اور میرے علاوہ امریکی قونصل جنرل موجود ہو۔ یوں تمام معلومات یکجا ہو سکیں گی۔ میں قونصل سے کہوں گا کہ وہ اپنے ساتھ مشیر بھی لائے۔ میرے خیال میں تم بھی اپنے ساتھ کچھ لوگ لے آنا۔ ان برانچوں کے سربراہ جو تفتیش میں شامل ہیں۔ تین چار افسر ہونے چاہئیں۔ میں امریکیوں کو متاثر کرنا چاہتا ہوں۔"

شرما کے جانے کے بعد وزیراعلیٰ راؤ نے بزر دے کر اپنی سیکریٹری کو بلایا "سونیا............ ذرا امریکی قونصل جنرل سے فون پر میری بات کراؤ۔"

"انہوں نے خود بھی آپ کو فون کیا ہے۔" سونیا بولی "ان کا آفس میری لائن پر آپ سے رابطے کا منتظر ہے۔" سونیا نے بتایا۔

"بس تو ٹھیک ہے۔ بات کراؤ۔"

☆============☆============☆

بلیو ہیون جیٹی جاتے ہوئے ان کا واسطہ بس ایک روڈ بلاک سے پڑا اور وہ اس کے لئے تیار تھے۔ وہاں چند نوجوان پولیس مین موجود تھے جن کے چہروں سے تھکن عیاں تھی۔ ٹریفک اب بڑھ گیا تھا لہٰذا روکی جانے والی گاڑیوں کی قطار خاصی لمبی ہوگئی تھی۔ اور پولیس والے جلد از جلد سب کو نمٹانے کے چکر میں تھے۔ جے اور سعادت اپنی باری کا انتظار کرتے رہے۔ دس منٹ بعد ان کی باری آئی۔

"پیچھے کا دروازہ کھولیں۔" ایک پولیس مین نے کہا۔

"یہ کیا چکر ہے؟" جے نے متجسس لہجے میں پوچھا پھر وہ بھی نیچے اتر آیا اور سعادت کے پاس کھڑا ہوگیا۔

"ایک آدمی کو اغوا کرلیا گیا ہے۔"

"اوہ۔"

سعادت نے عقبی حصہ کھول دیا۔ پولیس والے نے کینوس کے منہ بند سلنڈروں کو بڑی بدمزگی سے دیکھا۔ ان کے علاوہ وہاں رسی کے لچھے' لائف جیکٹس اور ایسی ہی

دوسری چیزیں بھی تھیں۔

"یہ کیا ہے؟"

"بادبان ہیں کشتی کے۔ بلیو ہیون پر میری بوٹ موجود ہے۔ یہ ہم وہاں لے جا رہے ہیں۔ دیکھنا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں۔ کھولیں ذرا۔"

سلنڈر کو بہت اچھی طرح باندھا گیا تھا۔ اسے کھولنا آسان نہیں تھا۔ بہرکیف سعادت نے اسے کھولا اور پولیس والے کو بادبان دکھایا۔ پھر وہ بڑبڑایا۔ "دوسرا بھی دیکھو گے؟ کیا مصیبت ہے۔ ابھی تو اسے دوبارہ باندھنا ہوگا۔ یہ بھی کوئی آسان کام نہیں۔"

پولیس والے نے پیچھے کاروں کی بڑھتی ہوئی قطار کو بے زاری سے دیکھا اور پھر سعادت اور جے کو دیکھا۔ اس نے سوچا' دوسرے سلنڈر میں بھی بادبان ہی ہوگا۔ اغوا ہونے والا تو بہرحال نہیں ہو سکتا۔ وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ۔ "آپ لوگ جائیں۔" اس نے کہا اور پیچھے والی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

☆============☆============☆

بیس منٹ بعد وہ چاروں بلیو ہیون جیٹی پر یکجا ہوئے۔ پروگرام کے مطابق لبریشن فرنٹ کا نمائندہ افسر خان بھی ان سے آملا تھا۔ جیٹی سنسان تھی۔ پیر کا دن تو لوگوں کے لئے آرام کا دن ہوتا ہے۔ وہ رامو کی چھٹی کا دن تھا للذا جیٹی پر ان لوگوں کے سوائی کوئی نہیں تھا۔

انہوں نے بادبادن کی طرح بندھے ہوئے کیلی کو اتارا اور رامو کی کشتی پر لادا۔ پھر وہ کشتی کھیتے ہوئے صدائے کشمیر تک چلے گئے۔ انہوں نے رامو کی کشتی کو صدائے کشمیر سے باندھ دیا۔ ربڑ کی کشتی جو بوٹ میں موجود ہوتی تھی' نکالنے میں وقت لگتا۔ اس طرح وقت کی بچت ہوگئی تھی۔

افسر خان سمیت تمام لوگ بوٹ پر آگئے تو جے نے کہا "میرے اور سعادت کے علاوہ سب لوگ نیچے چلے جائیں۔"

ڈیوڈ کیلی کو بوٹ پر منتقل کرنا بہت دشوار ثابت ہوا تھا۔ سیمور ساتھ نہ ہوتا تو شاید

یہ ممکن ہی نہ ہوتا۔ بہرحال وہ اسے نیچے لے گئے۔

جے نے کاک پٹ میں جاکر انجن اسٹارٹ کیے۔ سعادت بوٹ کو کھولنے کے لیے چلا گیا۔

ٹھیک دس بجے صدائے کشمیر اپنے خاص سفر پر روانہ ہوگئی!

☆============☆============☆

اسپیشل برانچ کا چیف انسپکٹر جگن ناتھ مہینے میں ایک بار تفریح کے لیے ضرور نکلتا تھا۔ اس کے لئے وہ مہینے میں تین ہفتے چھٹی کے دن بھی کام کرتا تھا۔ اور جب تفریح کے لیے نکلتا تو ان دنوں کے بدلے چھٹی لے لیتا تھا۔ یوں اس کی چھٹیاں ذرا طویل ہو جاتی تھیں۔ پیر کی رات سے پہلے وہ تفریح سے واپس نہیں آتا تھا۔ سرکاری طور پر اسے یہ سہولت میسر نہیں ہو سکتی تھی لیکن اس کا کہنا تھا کہ سینئر ہونے کا بھی کچھ تو فائدہ ہونا چاہئے۔

مگر اس ہفتے جگن اور اس کی بیوی گیتا گھر پر ہی تھے۔ ہفتے کو جگن کے ایک ساتھی افسر کی شادی تھی۔ انہوں نے سوچا تھا کہ شادی میں شرکت کے بعد کہیں نکل لیں گے لیکن پھر سستی نے انہیں رکنے پر مجبور کر دیا۔ گرمی بھی بہت زیادہ تھی۔

پیر کی صبح انہوں نے ایک رشتے دار کے ہاں جانے کا پروگرام بنایا۔ شام کو وہیں سے وہ کلب جاتے۔ جگن کا ارادہ گولف کھیلنے کا تھا جبکہ گیتا ٹینس کھیلنے کے موڈ میں تھی۔

وہ فلیٹ سے باہر نکل کر دروازہ بند کر چکے تھے کہ اندر سے فون کی گھنٹی چلائی۔

"مصیبت.........." جگن بڑبڑایا۔

"بجنے دو۔ پروا مت کرو۔" گیتا نے جلدی سے کہا۔

لیکن جگن ناتھ کو یہ ایک کام مشکل لگتا تھا۔ چند لمحے وہ گو مگو کے عالم میں کھڑا رہا۔ گھنٹی بدستور بجے جا رہی تھی۔ وہ سوچتا رہا.......... ابھی یہ چپ ہو جائے گی مگر اس کی توقع پوری نہیں ہوئی۔ بالآخر اس نے دروازہ کھولا اور ٹیلی فون کی طرف بڑھا۔

"کمار بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔ "میں تو اب نا امید ہو کر فون

رکھنے ہی والا تھا۔"

"میں فلیٹ سے نکل چکا تھا۔ کہیں جا رہے تھے ہم۔" جگن بے چین ہو گیا۔

کمار ہیڈ کوارٹر میں دن کی ڈیوٹی کرتا تھا۔ "ہاں' کیا بات ہے کمار؟"

"باس آپ کو طلب کر رہا ہے۔ معاملہ سنگین ہے۔"

"باس نے روسٹر نہیں دیکھا؟ میں ان دنوں نائٹ پر ہوں۔"

"یہ ایمرجنسی ہے دوست۔"

"کیا وہاں کوئی اور موجود نہیں؟"

"سنو.......... ایک تم ہی اس طرح نہیں بلائے جا رہے ہو۔ اور بھی ہیں۔"

"مسئلہ کیا ہے؟" جگن نے جھنجلا کر پوچھا۔

"مجھے تو کوئی کچھ بتاتا ہی نہیں۔ ویسے یہ اپنا کیس نہیں ہے۔ ہم شاید تعاون کر رہے ہیں کسی اور محکمے سے.......... شاید سی آئی ڈی سے۔ سنا ہے کسی امریکی سفارت کار کو اغوا کر لیا گیا ہے اور اس کے باڈی گارڈ کو گولی مار دی گئی ہے۔ باس نے تمہیں ساڑھے دس بجے بلایا ہے۔ یہاں نہیں' چیف منسٹر ہاؤس میں۔ تمہیں اچھا موقع مل رہا ہے۔ کمشنر صاحب بھی وہاں ہوں گے اور وزیر اعلیٰ بھی۔"

"ٹھیک ہے۔" جگن نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ ابتدا میں جو اسے تفریح خراب ہونے پر مایوسی اور جھنجلاہٹ ہوئی تھی' اب اس کی جگہ اس سنسنی نے لے لی تھی جو کوئی بڑا کیس ملنے پر اسے ہمیشہ ہوتی تھی لیکن اس نے اپنا یہ تاثر بیوی سے چھپانے کی کوشش کی۔

"آفس سے فون آیا تھا۔ مجھے طلب کر لیا گیا ہے۔" اس نے سوکھا سا منہ بنا کر گیتا کو بتایا۔

"میں تو گھنٹی کی آواز سنتے ہی سمجھ گئی تھی۔" گیتا نے تیوریاں چڑھا کر کہا "میں نے تم سے کہا تھا کہ بجنے دو۔ اگر ہم صرف ایک منٹ پہلے نکل لیے.........."

"لیکن ایسا نہیں ہوا جان اور یہ بہت سنگین معاملہ ہے ورنہ تم جانتی ہو کہ وہ مجھے ڈسٹرب نہیں کرتے۔ اب ایسا کرو کہ تم چلی جاؤ۔"

"میں اکیلی نہیں جاؤں گی۔"

"حالانکہ تم اکیلی جاتی رہی ہو۔ سنو.......... ممکن ہے میں گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں فارغ ہو جاؤں۔ میں اس صورت میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"پچھلی بار تم یہی کہہ کر گئے تھے تو میں دو دن تک تمہاری صورت نہیں دیکھ سکی تھی۔ تم جاؤ میں گھر پر ہی تمہارا انتظار کروں گی۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" جگن نے نرم لہجے میں کہا' مگر گیتا بدستور اکڑی رہی۔

"میں تو بس یہ چاہتا تھا کہ تم گھر پر بور نہ ہوتی رہو۔ بہرحال میں پہلی فرصت میں تمہیں فون پر صورت حال بتا دوں گا۔"

جگن نیچے آیا تو اسے خود پر بھی غصہ آرہا تھا اور گیتا پر بھی۔ وہ احساس جرم اور بے بسی کے محسوسات کے درمیان معلق تھا۔ احساس جرم اس بات پر کہ اسے اپنے کام میں لطف آتا تھا اور گھریلو معاملات میں اس طرح کی مداخلت اسے بری نہیں لگتی تھی۔ بے بسی یوں تھی کہ گیتا ناخوش تھی اور جب بھی ایسا ہوتا تھا' وہ خاموش رہ کر بھی اسے احساس دلاتی تھی کہ اس کے ناخوش ہونے کی ذمے داری اس پر عائد ہوتی ہے۔ اکثر وہ سوچتا تھا کہ اس نے شادی کرکے غلطی کی ہے لیکن یہ بھی تھا کہ وہ گیتا سے محبت کرتا تھا اور اب اس کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔

ٹیکسی میں بیٹھ کر چیف منسٹر ہاؤس جاتے ہوئے احساس جرم اور بے بسی' سب معدوم ہوگیا۔ جگن کا تعلق بمبئی سے تھا جبکہ گیتا راجستھانی تھی۔ ان کی شادی سے ان دونوں ہی کے والدین ناخوش تھے۔ گیتا کے والد بہت دولت مند تھے۔ بمبئی میں ان کا بہت پھیلا ہوا کاروبار تھا۔ گیتا نے جگن سے شادی کرلی تو گیتا کے باپ نے چاہا کہ جگن پولیس کی نوکری چھوڑ کر کوئی کاروبار کرلے لیکن جگن کو اپنے پیشے سے عشق تھا۔ لہٰذا اب ان کے درمیان بس رسمی تعلقات تھے۔ گیتا کبھی کبھار والدین سے ملنے چلی جاتی تھی لیکن وہ لوگ اب تک ان کے گھر نہیں آئے تھے۔

دس منٹ میں وہ چیف منسٹر ہاؤس پہنچ گیا۔ گیٹ پر اس نے اپنا شناختی کارڈ دکھایا۔

اس کی آمد کی اطلاع وہاں پہلے سے موجود تھی۔

"ٹھیک ہے۔ آجایئے۔"

وہ اندر داخل ہوا۔ اندر ایک سے بڑھ کر ایک کار موجود تھی۔ امریکی قونصل جنرل کی کیڈلاک کو وہ پہچان گیا۔ اس پر سفارتی نمبرپلیٹ تھی۔ اس کے علاوہ پولیس کمشنر کی کار تھی.......... اور اس کے اپنے باس آرتھر ڈی سوزا کی کار بھی موجود تھی۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر لابی میں پہنچا۔ وہاں وزیراعلیٰ کا فوجی محافظ وردی میں موجود تھا۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے جگن سے پوچھا

"آپ کا نام۔"

"جگن ناتھ' فرام اسپیشل برانچ۔"

محافظ نے ساتھ کھڑے چپراسی سے ایک کلپ بورڈ لے کر اس پر لگے کاغذ پر نظر ڈالی۔ پھر بولا "آپ میرے ساتھ آیئے۔"

وہ اسے اندر لے گیا اور ایک دروازے پر دستک دی۔ پھر اس نے دروازہ کھول کر جگن کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

وہ ایک بڑا اور لمبا کمرا تھا۔ ایک بہت بڑی چمکتی ہوئی میز تھی۔ اس کے گرد کرسیاں تھیں۔ کم از کم بیس افراد کی گنجائش تھی۔ اس وقت وہاں سات افراد بیٹھے تھے۔ اتنی بڑی میز کے گرد بیٹھے وہ سب کے سب بے حد غیر اہم لگ رہے تھے۔ میز پر ٹھنڈے پانی کے ایک جگ اور گلاسوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ سامنے والی دیوار پر گاندھی جی کی بڑی تصویر آویزاں تھی۔

جگن ناتھ اچانک ہی نروس ہوگیا۔ اسے محسوس ہوا کہ یہاں وہ بالکل بے وقعت ہے۔ بہرحال اسے وہاں اب بڑے لوگوں کے درمیان بیٹھنا تھا۔ وہ ہچکچاتے قدموں سے میز کی طرف بڑھنے لگا۔

پھر اچانک اس کے چیف آرتھر ڈی سوزا نے اس کی مشکل آسان کردی۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔ "ہیلو جگن ناتھ! آؤ' یہاں آجاؤ۔" اس نے کہا اور اپنے برابر والی خالی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ "میرا خیال ہے' اب پارٹی مکمل ہوگئی۔"

جگن ناتھ شکر گزاری سے مجوزہ کرسی کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ ہے چیف انسپکٹر جگن ناتھ۔" آرتھرڈی سوزا نے اعلان کرنے کے انداز
کہا "میں وقت ضائع کرنے سے بچوں گا اور سب کا مختصر سا تعارف کراؤں گا۔ وزیر
صاحب کی شخصیت تو محتاج تعارف نہیں۔" اس نے راؤ کی طرف اشارہ کیا "پولیس کم
شرما صاحب۔ چیف انسپکٹر سی آئی ڈی' مسٹر سنیل موہن۔ امریکی قونصل جنرل مسٹر کر
مین۔ وائس قونصل مسٹر کوش اور ان کے چیف آف سیکیورٹی اسٹیلے۔" آرتھر نے تی
امریکیوں کی طرف اشارہ کیا جو میز کے ایک طرف بیٹھے تھے۔ قونصل جنرل بہت پریش
اور متوحش دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے برابر بیٹھے دونوں امریکی نسبتاً پُرسکون تھے۔

وزیر اعلیٰ نے کمشنر پولیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "سب سے پہلے م
شرما ہمیں اس واقعے کی تفصیل بتائیں گے جس کی وجہ سے یہ میٹنگ ہو رہی ہے۔

کمشنر نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور اپنے دونوں ہاتھ میز پر پھیلا دیئے۔ اس ک
پاس نوٹس نہیں تھے لیکن تمام حقائق اس کی یادداشت پر نقش تھے۔ "حضرات' جو
ہوا ہے' اس میں سے کچھ' آپ میں سے کچھ حضرات جانتے ہیں لیکن کچھ ایسے بھی ہیں
بالکل بے خبر ہیں۔ بہرحال اب تک جو حقائق ہم تک پہنچے ہیں' وہ یہ ہیں۔ آٹھ بج کر
منٹ پر ایک کار' جو امریکی قونصلیٹ سے وابستہ ایک سفارت کار کو لے کر جا رہی تھ
اسے بہت باریک بینی سے بنائے گئے منصوبے کے تحت ایک مصنوعی حادثے کے ذر
رکوا لیا گیا۔ یہ واقعہ بمبئی اور پونا کے درمیان والی سرنگ میں رونما ہوا۔ کار رکنے کے بع
سفارت کار مسٹر ڈیوڈ کیلی کو اغوا کر لیا گیا۔ اس دوران مسٹر کیلی کے باڈی گارڈ کو شوٹ کر
گیا............"

کمشنر کو یہ تفصیل سنانے میں دو منٹ لگے۔ اس نے بتایا کہ پولیس نے ابھی تک
اس سلسلے میں کوئی بیان نہیں جاری کیا ہے لیکن رپورٹرز پولیس ہیڈ کوارٹرز کے گر
منڈلا رہے ہیں اور افواہیں پھیل رہی ہیں۔ اس نے تجویز پیش کی کہ اس میٹنگ کے بع
فوری طور پر ایک سرکاری بیان جاری کرنا ضروری ہے۔ اس نے بتایا کہ قونصل جنرل۔
اس امر کی تصدیق کر دی ہے کہ اس واقعے کے دوران ہلاک ہونے اور اغوا ہونے وال

کے لواحقین کو مطلع کر دیا گیا ہے۔ مسز کیلی جو کلکتہ گئی ہوئی تھیں۔ واپس آنے والی ہیں۔
"اغوا کرنے والوں کو گرفتار کرنے اور مسٹر کیلی کو رہا کرانے کے آپریشن کی نگرانی میں خود
کروں گا۔" شرما نے کہا "تاہم اس جرم کی باضابطہ تفتیش سنیل موہن کر رہے ہیں۔ وہ
آپ کو طریق کار کے متعلق بتا سکیں گے۔"

سنیل موہن کا موڈ ٹھیک نہیں تھا۔ وہ اس میٹنگ میں شرکت نہیں کرنا چاہتا تھا۔
اس کے نزدیک وہ وقت کا بدترین زیاں تھا۔ تاہم کمشنر کے بے حد اصرار پر وہ اپنی میز
چھوڑنے پر بمشکل رضامند ہوا تھا لیکن وہ اپنے ڈپٹی سے قسم کھا کر کہہ آیا تھا کہ آدھے
گھنٹے کے اندر واپس آجائے گا۔

اس نے میٹنگ کے شرکا کو بتایا کہ تمام شاہراہوں پر رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں۔
اردگرد کے علاقے کی تفصیلی تلاشی لی جا رہی ہے۔ لوگوں سے پوچھ گچھ کا دائرہ وسیع تر کیا
جا رہا ہے۔ جائے واردات سے جتنے بھی سراغ ملے ہیں' ان کی چھان بین کی جا رہی ہے۔
اس نے بے حد کھردرے پن سے بتایا کہ جب تک لیبارٹری سے کوئی مثبت نتیجہ سامنے
نہیں آتا' پروگریس کے بارے میں کچھ کہنا ناممکن ہے۔

قونصل جنرل کی پریشانی بڑھ گئی تھی۔ "آپ لوگوں کو یہ اندازہ قائم کرنے میں کتنی
دیر لگے گی کہ اغوا کرنے والے کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟" اس نے سنیل سے پوچھا۔

"اس کا انحصار تو اس بات پر ہے کہ وہ ہم سے کتنی جلدی رابطہ کرتے ہیں.........
یا ممکن ہے' وہ آپ سے رابطہ کریں۔" سنیل نے جواب دیا "اب تک جو کچھ سامنے آیا
ہے' اس سے پتا چلتا ہے کہ بہترین منصوبہ بندی سے کام کیا گیا ہے اور ممکن ہے کہ پس
پردہ محرکات سیاسی ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب وہ مطالبات پیش کریں گے۔
اس وقت تک ہم صرف روایتی تفتیشی طریق کار آزما سکتے ہیں۔ یہ کام ہم اس وقت بھی
کافی حد تک تیزی سے کر رہے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ ہم مجرموں کو شناخت کر پائیں۔
تاآنکہ وہ اپنی شناخت خود نہ کرا دیں۔"

"اگر تمہارے خیال میں اس جرم کے محرکات سیاسی ہیں تو تم یہ اندازہ بھی لگا سکتے
ہو کہ اس جرم کے ذمے دار کون لوگ ہیں۔" قونصل جنرل نے کہا۔

"میں ایک پولیس مین ہوں جناب۔ قیاس آرائی میری فیلڈ نہیں۔ مجھے تو بر
شواہد سے دلچسپی..........."

"ٹھیک ہے سنیل، شکریہ۔" کمشنر نے جلدی سے اس کی بات کاٹ دی۔ وہ نہ
چاہتا تھا کہ.......... ابتدا میں ہی امریکی بھڑک جائیں۔ "پولیس کے کام میں قیاس آرائی
پر انحصار نہیں کیا جاتا لیکن ہمارا ایک محکمہ یہ شعبہ ڈیل کرتا ہے۔ آرتھر ڈی سوزا کی یہا
موجودگی کا یہی سبب ہے۔ اسپیشل برانچ والے سیاسی معاملات پر نظر رکھتے ہیں۔" پھر
آرتھر کی طرف مڑا۔ "آرتھر، تمہارے ہاں کوئی ایسا ہے جو اس سلسلے میں بتا سکے؟"

"جی ہاں جناب۔" آرتھر ڈی سوزا نے کہا۔ اس نے اپنا چشمہ ٹھیک سے لگایا
سامنے بیٹھے امریکیوں کو غور سے دیکھا۔ جگن ناتھ بھی انہی لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ قونص
جنرل اپنی بے بسی چھپانے کی کوشش کر رہا تھا مگر ناکام تھا۔ جگن کو یقین تھا کہ امریکہ
کوئی آدمی یقینی طور پر بھیجا جا رہا ہوگا جو اس صورت حال کو سمجھ سکتا ہوگا.......... اور نئے
کی اہلیت بھی رکھتا ہوگا۔ سیکیورٹی چیف بھی فکر مند تھا۔ شاید ڈیوڈ کیلی کے مستقبل کے
علاوہ اسے اپنے مستقبل کی فکر بھی تھی۔ کوش کا چہرہ بے تاثر تھا۔ وہ اپنی وضع قطع
کوئی اسکالر لگتا تھا۔

"اسپیشل برانچ سیاسی معاملات پر نظر رکھتی ہے۔" آرتھر نے کہا "اور ہمارے ملک
میں یہ بہت مشکل کام ہے۔ یہاں اتنی زبانیں بولی جاتی ہیں اور علیحدگی کی اتنی تحریکیں
چل رہی ہیں کہ سیاست میں تشدد کا عنصر بہت نمایاں ہے۔ ایسے صوبے، ایسے علاقے ہیں
جو وفاق سے الگ ہونا چاہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ بغاوت ہے۔ وہ اپنی دانست میں
آزادی کی تحریک چلاتے ہیں۔ ناگا اور میزو قبائل ہیں۔ تامل صوبے میں باقاعدہ تربیت
یافتہ چھاپا مار موجود ہیں۔ پنجاب میں سکھوں کی تحریک ہے۔ کشمیر میں بھی یہ مسئلہ
ہے.......... لیکن اتنا سنگین نہیں۔"

قونصل جنرل نے پہلو بدلا۔ "میں نہیں سمجھ پایا کہ ہمارے معاملے سے ان کا
تعلق ہے۔"

"ذرا دیر بعد آپ سمجھ جائیں گے۔" آرتھر نے کہا "پہلے آپ مجھے ایک سوال

جواب دیں۔ آپ نے ہمیں یہ اندازہ لگانے کی دعوت دی ہے کہ اغوا کرنے والے کون
ہیں۔ تو ہمیں یہ حساب بھی لگانا ہوگا کہ وہ کوئی اینٹی امریکن بنیاد رکھنے والی تنظیم ہوگی یا
اس کی بنیاد کچھ اور ہوگی؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اغوا کرنے والے مسٹر کیلی کے دشمن بھی ہو سکتے ہیں اور وہ بھی
جنہیں ان کے ادارے یعنی سی آئی اے سے عناد ہو۔"

تینوں امریکیوں کے جسم تنتے محسوس ہوئے۔ آرتھر انہیں بہت غور سے دیکھ رہا
تھا۔ اس خاص الخاص لمحے کی منصوبہ بندی میں اس کے ساتھ وزیراعلیٰ اور کمشنر شریک
تھے۔

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔" قونصل جنرل نے سخت لہجے میں کہا۔

"اچھا.......... آپ ہمیں یہ بتائیں کہ ایک عام سفارت کار، وائس قونصل کو اری
ہل جیسے حفاظتی قلعے میں بہت زیادہ حفاظتی انتظامات کے ساتھ کیوں رہتا تھا؟ اسے ایک
مسلح باڈی گارڈ کی کیا ضرورت تھی؟ اس کی کار آرمر پلیٹ والی کیوں تھی؟ آفس سے اس
کا ریڈیو کے ذریعے رابطہ کیوں رہتا تھا؟"

"ہورلیس.......... یہ تمہارا ڈیپارٹمنٹ ہے۔" قونصل جنرل نے اپنے سیکیورٹی
چیف سے کہا۔

"دیکھئے.......... حفاظتی انتظامات ہم افراد کی اہمیت کے حساب سے کرتے ہیں۔"
ہورلیس اسٹینلے نے کہا "قونصل جنرل صاحب کو مستقل طور پر تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔
ایسے ہی دوسروں لوگوں کے لیے بھی.........."

"مسٹر کیلی کو باڈی گارڈ کی ضرورت کیوں تھی؟"

اسٹینلے نے پریشانی سے وائس قونصل کوش کی طرف دیکھا۔ "میں نہیں سمجھتا کہ
میں اس سوال کا جواب دے سکوں گا۔ ویسے بھی ہم یہاں یہ ذہن میں لے کر نہیں آئے
تھے کہ ہمیں تھرڈ ڈگری کا سامنا کرنا ہوگا۔"

آرتھر نے ایسی اداکاری کی جیسے یہ سن کر اسے شاک لگا ہو۔ اس نے کہا "میں

یہاں آپ سے پوچھ گچھ کے لئے نہیں آیا ہوں مسٹر اسٹینلے۔ بہرحال، ممکن ہے، مسٹر کوش میرے سوال کا جواب دے سکیں۔ آپ لوگ سمجھنے کی کوشش کریں۔ جب تک تمام حقائق پر ہماری گرفت نہیں ہوگی، ہم ٹھیک طرح سے تفتیش نہیں کرسکیں گے۔ اور میرا خیال ہے، آپ نے ہمیں مسٹر کیلی کے متعلق تمام ضروری حقائق فراہم نہیں کیے ہیں۔"

کوش نے پہلی بار لب کشائی کی۔ اس نے آرتھر ڈی سوزا کو نظرانداز کردیا اور براہ راست وزیراعلیٰ سے مخاطب ہوا "جناب عالی، مسٹر کیلی ہمارے قونصلیٹ میں ایک بے حد حساس نوعیت کا کام کرتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ان کے اغوا کا ان کے کام سے کوئی تعلق نہیں۔"

"مجھے اپنے پولیس آفیسرز پر مکمل اعتماد ہے۔" وزیراعلیٰ راؤ نے شیریں لہجے میں کہا "اگر ان کے نزدیک یہ معلومات اہم ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ انہیں ملنی چاہئیں۔"

کوش، آرتھر سے مخاطب ہوگیا۔ "تم کیا جاننا چاہتے ہو؟"

"میں مسٹر کیلی کی حساس نوعیت کی جاب کے متعلق جاننا چاہتا ہوں۔ اور یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ اس کی نوعیت سے کون کون لوگ واقف ہیں؟"

"میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرسکتا۔" کوش نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں مسٹر کوش کہ سفارت کار کے پردے میں کام کرنے والے انٹیلی جنس کے افسران کے سلسلے میں دوست ممالک سے آپ کی حکومت کا کیا وعدہ ہے۔"

"یہ تو ہمیں بھی معلوم ہونا چاہیے۔" سنیل موہن نے کہا۔

"اصول یہ ہے کہ میزبان ملک کو ایسی تقرری کے بارے میں باقاعدہ مطلع کیا جاتا ہے۔" قونصل جنرل نے کمزور لہجے میں کہا "لیکن یقین کریں، مجھ جیسے لوگوں کو ۱۰۰ میں سے ۹۰ مواقع پر علم ہی نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے۔"

"اب میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ میزبان ملک کی وزارت خارجہ کو مطلع کیا جاتا ہے۔" کوش کا انداز جارحانہ تھا۔ "مقامی پولیس کو ایسے اہم اور حساس معاملات میں شریک نہیں کیا جاتا۔"

"لیکن اس کیس کی تفتیش محکمہ خارجہ نہیں کرے گا۔" آرتھر نے ترکی بہ ترکی کہا "بہرحال اہم اسپیشل برانچ والے سفارتی حلقوں پر نظر رکھتے ہیں اور خود بھی نتائج اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں اس سلسلے میں قیاسات پر انحصار کرنا پڑتا ہے اور آپ لوگ کیونکہ قیاس آرائی کے موڈ میں ہیں، اس لیے میں بتا سکتا ہوں کہ ہم کیا سمجھتے ہیں۔ ہمارے خیال میں مسٹر کیلی بھارت میں سی آئی اے کے نمبرون ایجنٹ ہیں اور مسٹر کوش، آپ نمبر ٹو ہیں۔ لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم کہ قونیصلٹ کی انیکسی میں کیا کام ہوتا ہے۔"

کوش کی آنکھیں غصے سے دہک اٹھیں۔ "آپ جس حد تک چاہیں، اندازے قائم کریں مسٹر ڈی سوزا، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ مجھے اندازے قائم کرنے پر مجبور کیوں کیا جائے؟ آپ لوگ کھل کر بات کیوں نہیں کرتے؟ ہمارے ساتھ تعاون کیوں نہیں کرتے؟"

وزیراعلیٰ نے جلدی سے مداخلت کی۔ "حضرات، ہم لوگ ایک ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لیے یکجا ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے سے الجھنا نقصان دہ ہی ثابت ہوگا۔ آرتھر......... تم اس بات پر اتنا زور کیوں دے رہے ہو؟"

"بات یہ ہے جناب کہ اغوا کرنے والوں نے مسٹر کیلی کا انتخاب کیوں کیا؟ اس کی دو میں سے ایک وجہ ضرور ہے۔ وہ امریکی سفارت کار ہیں لیکن امریکی قونصلیٹ میں سو سے زائد افراد ہیں۔ انہیں اس سے کہیں زیادہ آسانی سے اغوا کیا جاسکتا تھا لیکن اغوا کرنے والوں نے مسٹر کیلی جیسا دشوار ہدف منتخب کیا۔ اس کا یہی سبب ہو سکتا ہے کہ مسٹر کیلی سی آئی اے کے سینئر آفیسر ہیں۔"

"یہ بات باہر کے لوگوں کو کیسے معلوم ہو سکتی ہے؟" کوش نے اعتراض اٹھایا۔

"مجھے کیسے معلوم ہوگیا؟ دیکھیں، ایسی باتیں سمجھنا کچھ دشوار نہیں ہوتا۔" آرتھر نے جواب دیا۔

"مسٹر کوش!" وزیراعلیٰ امریکی سفارت کار کی طرف متوجہ ہوا۔ "اگر آپ یہ تسلیم کرلیں کہ مسٹر کیلی کا تعلق آپ کے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے علاوہ انٹیلی جنس سے بھی ہے تو اس سے آپ کا کوئی اہم راز تو فاش نہیں ہوگا۔ اور یہ یقین بھی رکھیں کہ یہ بات

اس کمرے سے باہر نہیں جائے گی۔ آپ کے اس اعتراف سے ہماری پولیس کو اس مسئلے کی گمبھیرتا کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ یوں میں انہیں قائل کر سکوں گا کہ مسٹر کیلی کی مصروفیات اور کام کی نوعیت کے بارے میں تفصیل جاننے کی کوشش نہ کریں۔"

وہ ایک سیاست داں کا پیش کردہ فارمولا تھا جس کے کوئی آبرو مندانہ سمجھوتہ ہو سکتا تھا۔ کوش نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے جناب عالی۔ مسٹر ڈی سوزا کا تجزیہ درست ہے۔ مسٹر کیلی یہاں چیف آف انٹیلی جنس ہیں۔ وہ بہت اہم آدمی ہیں۔ انہیں ایشیا کا اسپیشلسٹ سمجھا جاتا ہے۔ قونصلیٹ میں صرف تین افراد اوز انیکسی میں بارہ افراد ان کی اہمیت سے واقف ہیں۔ میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا کہ کسی سیاسی گروپ کو ان کی اہمیت معلوم ہوگی۔"

"میرا خیال ہے' آپ کو اس بات پر یقین کرنا پڑے گا۔" آرتھر نے نرم لہجے میں کہا "میں نے جگن ناتھ کو یہاں اسی لیے بلایا ہے کہ یہ خفیہ تنظیموں کے متعلق بہت کچھ جانتا ہے۔ اس کا اپنا طریق کار ہے اور خفیہ تنظیموں سے اس کے روابط بھی ہیں۔ جگن' اب تم اس سلسلے میں اپنی رائے دو اور ہمیں مختلف امکانات کے بارے میں بتاؤ۔ یہاں کی سیاسی دہشت گرد تنظیموں کے بارے میں بتاؤ۔"

جگن ناتھ اس وقت تک اپنی اہمیت اور ایسی اعلیٰ سطحی میٹنگ میں اپنی شرکت کے سبب سے آگاہ ہو چکا تھا۔ وہ اس دوران اپنی یادداشت کو تازہ اور اپنی معلومات کو ذہن میں مرتب کرتا رہا تھا۔ "دیکھیے.......... خطرناک تنظیمیں یہاں دو ہی ہیں۔ ایک تامل تحریک اور دوسری سکھوں کی خالصتان موومنٹ۔" اس نے دھیمی آواز میں کہا "یہ ہمارے لیے مستقل درد سر ہیں۔ انہیں مختلف ذرائع سے ہر طرح کا اسلحہ ملتا رہتا ہے۔ دونوں انتہا پسند تنظیمیں ہیں۔ دونوں کے اراکین جنونی ہیں۔ وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ جن لوگوں کو اپنی جان کی پروا نہ ہو' وہ خطرناک ہی ہوتے ہیں۔ اب یہ اندازہ لگانا دشوار ہے کہ مسٹر کیلی کے اغوا سے دونوں میں سے کون سی تنظیم زیادہ فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ ہمارے ہاں دونوں کے اراکین کی بہت بڑی تعداد قید ہے۔" وہ کہتے کہتے رکا پھر بولا "چھوٹی تحریکیں بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا کہ ان کے وسائل ایسے ہیں

کہ وہ اتنا بڑا کام کر گزریں۔ کشمیر لبریشن فرنٹ کا میں تذکرہ نہیں کروں گا۔ ان کا یہ میدان بھی نہیں اور کچھ چھوٹے چھوٹے گروپ ہیں جو جرائم میں ملوث رہتے ہیں اور بوقت ضرورت سیاسی چولہ اوڑھ لیتے ہیں۔ میری رائے میں سب سے زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ اس اغوا میں تامل چھاپا ماروں کا ہاتھ ہوگا۔" اس نے چند لمحے توقف کیا پھر بولا "اب یہ تو مسٹر کوش ہی بتا سکتے ہیں کہ مسٹر کیلی کا ان تنظیموں میں سے کسی سے کسی بھی قسم کا تعلق رہا ہے یا نہیں۔"

کوش مسکرایا۔ "مسٹر ناتھ! آپ اس سطح پر کیے جانے والے انٹیلی جنس ورک سے ناواقف ہیں۔ مسٹر کیلی کا کام خالص انتظامی نوعیت کا تھا۔"

"آپ کا مطلب ہے' ان کا ایجنٹوں سے رابطہ نہیں رہتا تھا؟"

"اگر ایسا ہوتا تو میں آپ کو کچھ بتاتا ہی نہیں۔"

"یہ تعاون تو نہیں ہوا۔" سنیل نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے سنیل.........." وزیر اعلیٰ نے بات کا رخ بدلا۔ "تم جگن ناتھ کو اپنی ٹیم میں شامل کر لو۔"

"میں یہ تجویز پیش کرنے والا تھا جناب۔" آرتھر ڈی سوزا نے کہا "اس صورت میں وقت کی بچت بھی ہوگی۔ جگن' تم اپنے رابطوں کو ٹٹولنا شروع کردو بلکہ میرا خیال ہے' تم ابھی نکل لو۔ خبر جاری ہونے سے پہلے کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے تو اچھا ہے۔"

"بہت بہتر سر۔ بشرطیکہ چیف سپر کو کوئی اعتراض نہ ہو۔" جگن ناتھ نے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" سنیل نے کہا "بلکہ میں بھی اجازت چاہوں گا۔ مجھے ہیڈ کوارٹر پہنچنا ہے۔"

وہ دونوں ایک ساتھ کانفرنس روم سے نکلے۔ لابی سے گزر کر وہ کار پارک تک پہنچے۔ جگن نے سنیل سے پوچھا "اس مرحلے پر تو منفی معلومات بھی کار آمد ہی سمجھی جائیں گی۔ ٹھیک ہے نا جناب؟"

"فی الوقت تو کسی بھی طرح کی معلومات پر میں تمہیں داد دوں گا۔" سنیل نے

جواب دیا۔

"جیسے ہی مجھے کچھ معلوم ہوا' میں آپ کو فون کردوں گا لیکن آپ تو جانتے.........."

"میں جانتا ہوں۔ تمہیں اپنے مخبروں کو تحفظ بھی فراہم کرنا پڑتا ہے۔ اس طرف سے بے فکر رہو۔ لیکن میں بتادوں' یہ امریکی ہمیں بہت پریشان کریں گے۔ جیسے ہی اغوا کرنے والوں کا مطالبہ سامنے آیا' یہ ہم سے منہ پھیرلیں گے۔ یہ ان لوگوں سے براہ راست مذاکرات کی کوشش کریں گے۔ ڈیوڈ کیلی کی بازیابی کے عوض مجرموں کا ہر مطالبہ مان لیں گے اور مجھے یقین ہے کہ مجرموں کے مطالبات ہمارے خلاف ہوں گے.......... بھارت کے لئے نقصان دہ۔ میں نہیں چاہتا کہ ایسا ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم رابطے سے پہلے مجرموں تک پہنچ جائیں۔" وہ کہتے کہتے رکا "تم میری مدد کرو گے جگن؟"

"میں ہر طرح سے حاضر ہوں جناب۔"

☆===========☆===========☆

صدائے کشمیر کا لنگر پانی میں گرا دیا گیا۔ عرشے پر ڈیوڈ کیلی کو کینوس کے سلنڈر سے نکال لیا گیا۔ "یہ ہے تمہارا مطلوبہ آدمی۔" جے نے افسر خان سے کہا "بلکہ یوں کہو کہ یہ ہیں ہمارے دو کروڑ ڈالر۔"

افسر خان نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ وہ بے حد سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ' جے' سیمور اور صفدر نیم دائرے کی شکل میں بے ہوش ڈیوڈ کے گرد کھڑے تھے۔ سعادت لنگر گرانے کے بعد انجن بند کرنے کے لئے واپس آیا۔ ان کے سامنے دور تک پانی اور دھند کے سوا کچھ نہیں تھا۔

کیلی نے پہلو بدلا۔ اس کے چہرے کے عضلات پھڑک رہے تھے۔ لگتا تھا وہ کسی خواب سے بیدار ہونے کے عمل سے گزر رہا ہے۔

"اسے پینٹو تھول اور دو۔" جے نے سیمور سے کہا۔

"تیسرا ڈوز؟ سنو' میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ریٹا نے اس کے بارے میں کیا بتایا تھا۔ یہ دوا خطرناک ہے۔" سیمور نے کہا۔

"ہم اس کے ہوش میں آنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم میں سے کسی کا چہرہ نہ دیکھ پائے۔ خاص طور پر میرا چہرہ۔ اس لیے کہ مجھے یہ فوراً پہچان لے گا۔"

"تو اس کے سر پر ضرب لگا کر بے ہوش کردو۔" سیمور نے کہا "میرے ہاتھ سے تو آج پہلے ہی آدمی ضائع ہو چکا ہے۔"

"دیکھو.......... ہمیں بس منصوبے کے مطابق کام کرتے رہنا ہے۔"

سیمور بڑبڑاتا ہوا نیچے چلا گیا تاہم ذرا دیر بعد وہ اوپر آیا تو اس کے ہاتھ میں بھری ہوئی سرنج تھی۔ انہوں نے مل کر کیلی کی جیکٹ اتاری اور قمیص کی آستین اوپر چڑھائی۔ سیمور نے اس بار اس کا بایاں بازو منتخب کیا۔ اس نے سرنج کی سوئی اس کی نس میں داخل کردی۔ سرنج دھیرے دھیرے محلول سے خالی ہونے لگی۔

آدھے منٹ بعد کیلی کا جسم پھر ڈھیلا اور پُرسکون ہوگیا۔ اس کی سانس پھر پُرشور اور ناہموار ہوگئی۔

"بس اب چل دو۔" جے نے کہا۔

انہوں نے کیلی کو رامو کی کشتی پر منتقل کیا اور کشتی کو لے کر خفیہ پہاڑی کھوہ کی طرف چل دیے۔

☆==========☆==========☆

گیارہ بجے ڈیوڈ کیلی کے اغوا کی باضابطہ پہلی خبر جاری کر دی گئی۔ بیان وزارت اطلاعات اور امریکی قونصلیٹ نے مشترکہ طور پر جاری کیا تھا۔ اندرونی ٹیلکس سسٹم کے ذریعے وہ بیان تمام اخباروں تک پہنچایا پھر انٹرنیشنل وائر سروسز کے ذریعے یہ خبر غیر ملکی خبررساں ایجنسیوں تک پہنچی۔ سب سے پہلی خبر ایسوسی ایٹڈ پریس نے جاری کی۔

۲۱ اگست (اے پی) آج صبح بمبئی میں ایک امریکی سفارت کار کو گن پوائنٹ پر اغوا کرلیا گیا۔ سفارت کار کار میں اپنے دفتر جارہا تھا۔ اس کے شوفر کو شوٹ کر دیا گیا۔

ایک منٹ بعد دوسرا نشریہ جاری ہوا.........

۲۱ اگست (اے پی) سفارت کار کا نام ڈیوڈ کیلی ہے۔ ۴۸ سالہ ڈیوڈ کیلی بمبئی میں امریکی قونصلیٹ میں وائس قونصل تھا۔ مجرموں کی اب تک شناخت نہیں ہو سکی ہے۔ انہوں نے کیلی کی کار کو بمبئی اور پونا کی درمیانی سرنگ میں روکا تھا۔ کیلی کے شوفر مائیکل پر دو گولیاں چلائی گئیں۔

☆==========☆==========☆

نیو چائنا نیوز ایجنسی کے دفتر میں آپریٹر نے ٹیلی پرنٹر سے اے پی کے دونوں پیغامات پھاڑے اور انہیں آپس میں نتھی کر کے ڈیوٹی ایڈیٹر کی میز پر لے گیا۔ ڈیوٹی ایڈیٹر نے

پیغامات پڑھے اور آپریٹر کو رخصت کر دیا۔ پھر وہ اٹھا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ اوپر ایک طویل راہداری میں چلنے کے بعد اس نے ایک دروازے پر دستک دی۔ کاؤلنگ نے اسے اندر بلا لیا۔ کاؤلنگ محض صحافی نہیں، چین کی کیمونسٹ پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کا رکن بھی تھا۔

کاؤ بہت پرانا انقلابی تھا۔ چودہ سال کی عمر میں اس نے ماؤزے تنگ کے لانگ مارچ میں حصہ لیا تھا۔ پھر وہ جاپانیوں کے خلاف لڑا بھی تھا۔ اس کے اپنے سیاسی عزائم بالکل نہیں تھے، اسی لیے وہ ہر قیادت کی آنکھ کا تارا رہا۔ وہ پارٹی کے لیے ان تھک کام کرتا تھا۔

کاؤلنگ نے ایسوسی ایٹڈ پریس کے دونوں مختصر پیغامات پڑھے پھر اس نے اپنا چشمہ ٹھیک طرح سے جما کر رکھا اور انہیں دوبارہ پڑھا۔ درحقیقت اس دوران وہ سوچ رہا تھا۔ بالآخر اس خاموشی کو ڈیوٹی ایڈیٹر نے توڑا۔ "میرا خیال تھا کامریڈ کہ آپ انہیں فوراً دیکھنا چاہیں گے۔"

"شکریہ چن۔"

"اہمیت کا احساس مجھے کیلی کے نام سے ہوا تھا۔" ڈیوٹی ایڈیٹر نے کہا "ابھی کوئی چھ ماہ پہلے میں نے اس کے متعلق ایک رپورٹ فائل کی تھی۔ اس میں کہا گیا تھا کہ ڈیوڈ کیلی ممکنہ طور پر سی آئی اے کا افسر ہے۔"

"اس فائل کو مکمل ہو جانا چاہیے۔ سی آئی اے سے اس کے متعلق تصدیق ہو چکی ہے۔ مزید خبریں آئیں تو فوراً مجھے پہنچانا۔"

"یہ خبر پیکنگ بھیج دوں؟"

"ہاں......... لیکن صرف اوپن نیوز سرکٹ کے ذریعے اور ایک گھنٹے کی تاخیر سے، مضمون مختصر کرنے کے بعد۔ یہ ظاہر نہ ہو کہ ہم نے اس خبر کو کوئی خصوصی اہمیت دی ہے۔ اپنی منسٹری کو میں خود مطلع کردوں گا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اس خبر میں ہماری دلچسپی ہے؟"

"یہ معاملہ ہمارے لیے بہت اہم ہے۔" کاؤ نے ٹیلی پرنٹر پیغام کو تھپتھپاتے ہوئے

کہا۔

"آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ اسے کس نے اغوا کیا ہو گا؟" ڈیوٹی ایڈیٹر نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن ہمیں یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہیڈ آف انویسٹی گیشن سے کہو کہ پولیس کی اب تک کی پروگریس معلوم کر کے مجھے بتائے۔"

ڈیوٹی ایڈیٹر کے جانے کے بعد کاؤلنگ اٹھا اور کونے میں رکھے فائلنگ کیبنٹ کی طرف گیا۔ اس نے اوپری دراز کھول کر ایک بوتل اور گلاس نکالا اور اپنے لیے شراب انڈیلی۔ اس کے ہاتھوں میں ہلکی سی لرزش تھی۔ جام اس نے ایک ہی گھونٹ میں خالی کر دیا۔

بوتل اور گلاس دراز میں رکھ کر وہ باہر نکلا۔ اب اسے پیکنگ سے رابطہ کرنا تھا۔

☆============☆============☆

نارکوٹکس بیورو میں اس صبح انسپکٹر وبھاکر مذاق کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ وہ جونی یاؤ کے فلیٹ میں بند پایا گیا تھا۔ جونی یاؤ وہ شخص تھا جس پر وبھاکر عرصے سے ہاتھ ڈالنے کا خواہش مند تھا۔ وبھاکر کا سوجا ہوا ہاتھ بھی اس کے ساتھیوں کے دل میں اس کے لیے ہمدردی نہ جگا سکا' جسے اس کے بیان کے مطابق کسی امریکی سیلر نے کچلا تھا۔ اس کی ایک انگلی ٹوٹ چکی تھی اور اب اس کے ساتھ کھپچی بندھی ہوئی تھی۔ وبھاکر کے کچھ ساتھیوں کا کہنا تھا کہ اس کے ساتھ یہی کچھ ہونا چاہیے تھا۔ اس لیے کہ اسے اپنے زور پر' دوسروں کے تعاون کے بغیر سب کچھ کرنے کی ہوس تھی۔

محکمے میں دو افراد ایسے بھی تھے جن کے لیے وہ سب کچھ مضحکہ خیز نہیں تھا۔ ایک خود وبھاکر اور دوسرے اس کے محکمے کا چیف۔ اس وقت صبح سے اب تک وبھاکر کی اپنے چیف کے حضور دوسری پیشی تھی۔

"بیٹھ جاؤ۔ تمہارا کورٹ مارشل نہیں ہو رہا ہے۔ کم از کم فی الوقت نہیں۔" چیف نے جھنجلا کر کہا۔ "میں نے ڈپٹی کمشنر سے بات کی ہے اور تمہارے ماضی کے بارے میں اچھی رپورٹ دی ہے۔ اب یہ بعد میں ہی پتا چلے گا کہ اس کا کیا اثر ہوا اور تمہارا کیا بننے والا ہے۔ فی الحال تو وہ لوگ اغوا کے کیس میں بری طرح الجھے ہوئے ہیں۔ ویسے

تمہاری اگر معطلی اور سخت جواب طلبی پر جان چھوٹ جائے تو بہت غنیمت ہے۔"

"جی سر۔"

"ویسے تم نے بہت بڑی حماقت کی۔" سپرنٹنڈنٹ نے کہا۔ "میں تمہیں پہلے بھی تنبیہہ کر چکا ہوں کہ ہر معاملہ اکیلے ہی نمٹانے کی کوشش نہ کیا کرو۔"

"یہ کیس میں نے خراب کر دیا۔" وبھا نے اعتراف کیا۔ "میں نے بہرحال ایک سبق سیکھ لیا۔ میں نے اس امریکی کو کمتر سمجھا۔ مجھے اس سے مزاحمت کی توقع نہیں تھی۔ بہرحال یاؤ تو پھنس ہی گیا۔ اس کے فلیٹ میں نمبر فور اتنی بھاری مقدار میں موجود ہے کہ ساتویں بحری بیڑے کا اسٹاف ایک ماہ تک نشے میں دھت رہے۔"

"تم نے اپنا پستول کھو دیا۔" چیف نے سخت لہجے میں کہا "اس کے لیے کوئی عذر قابل قبول نہیں۔ اس سلسلے میں ضابطے بہت سخت ہیں کیونکہ امکان یہی ہوتا ہے کہ ہم میں سے کسی کے ہاتھ سے ریوالور چھنے گا تو کسی جرائم پیشہ کے ہاتھ میں ہی جائے گا۔ اب بہتری اسی میں ہے کہ یہ بات اخباروں تک نہ پہنچے۔"

"اس سیلر کو ڈھونڈنے کے سلسلے میں کوئی پیش رفت ہوئی سر؟ فلیٹ سے کوئی کام کی چیز.........؟"

"کچھ واضح نشانات ملے ہیں انگلیوں کے لیکن وہ ہمارے کس کام کے۔ اگر وہ سیلر تھا تو اس کا ریکارڈ ہمارے ہاں ہونے سے رہا۔ بہرحال رسمی کارروائی تو ہوگی۔ ریکارڈ سے چیک تو کیا جائے گا۔ ہمیں بندرگاہ پر لنگر انداز جہازوں کو اور ان سے اترنے والے سیلرز کو چیک کرنا ہوگا۔ ہمارے لیے یہی ایک امکان ہے لیکن اس کام میں وقت لگے گا۔ بندرگاہ میں اس وقت جہازوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ دیکھو وبھاکر' اگر تم نے اصولی طور پر پہلے اس سے بنیادی باتیں پوچھ لی ہوتیں......... مثلاً اس کا نام اور جس جہاز سے وہ اترا ہے اس کا نام......... تو ہم اس وقت اتنے بے دست و پا نہ ہوتے۔ تم نے.........."

"میں نے سوچا تھا کہ یہ سب بعد میں پوچھ لوں گا۔ مجھے تو بس ایک ہی فکر تھی......... یاؤ کو پھانسنے کی۔" وبھاکر نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ سپرنٹنڈنٹ نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا "جی ہاں........ کیوں؟" اس کے لہجے میں ہلکی سی حیرت تھی۔ پھر اس نے نظریں اٹھا کر وبھاکر کو دیکھا۔

"جی ہاں........ وہ اس وقت میرے سامنے ہی بیٹھا ہے۔"

وبھاکر بے ساختہ اٹھا لیکن چیف نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ کوئی ایک منٹ تک وہ دوسری طرف سے بولنے والے کی بات سنتا رہا۔ اس کے چہرے پر محویت کا تاثر تھا۔ پھر وہ بولا۔ "میں اسے ابھی آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔" ریسیور رکھنے کے بعد اس نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے اور وبھاکر کو گھورنے لگا۔ اس کی نگاہوں میں سختی تھی۔ "یہ تو مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ تم اتنے برے دھنسے ہو۔" وہ بولا۔

"کیا مطلب سر؟" وبھاکر گڑبڑا گیا۔

"وہ تمہارا پستول .... مل گیا ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا سر۔"

"وہ استعمال کیا جا چکا ہے۔ جس سفارت کار کو آج صبح اغوا کیا گیا' اس کے ڈرائیور کو تمہارے پستول سے شوٹ کیا گیا ہے۔"

وبھاکر بے ساختہ اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بڑی بے یقینی سے اپنے چیف کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ... یہ کیسے ممکن ہے سر!"

"اسلحے کی چیکنگ کے ماہرین کا یہی کہنا ہے۔"

"بھگوان .... لیکن سر سوچیں تو' میرا پستول گذشتہ رات ہی چھنا ہے اور صبح یہ اغوا کی واردات ہوئی ہے۔ فرق صرف دس بارہ گھنٹے کا ہے۔ واردات کرنے والے مہینوں سے منصوبہ بندی کر رہے ہوں گے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ میرا پستول آخری لمحوں میں حاصل کرنا ان کے منصوبے میں شامل ہو۔" وبھاکر نے کہا۔ "اور پھر یہ مقامی سیاسی چکر ہے۔ اس میں کسی غیر ملکی سیلر کا کیا دخل؟"

"ممکن ہے' سیلر نے تمہارا ریوالور کسی کو بیچ دیا ہو۔" چیف نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا "ویسے یہ بات اتنی اہم نہیں کہ انہیں تمہارا پستول کیسے ملا۔ یہ جاننا اہم ہے کہ وہ لوگ کون ہیں۔ اس سلسلے میں تم سی آئی ڈی کے کام آ سکتے ہو۔"

"اسلحے کے ماہرین کی رپورٹ کیا ہے؟" سہمے ہوئے وبھاکر نے پوچھا۔

"تمہیں یاد ہے' تم نے اپنے پستول سے ایک ہی فائر کیا تھا؟"

"جی ہاں سر۔" وبھاکر کو خوب یاد تھا۔ ایک چھاپے کے دوران اس نے وہ فائر کیا تھا۔

"بیلسٹک والوں نے تمہارا وہ کارتوس ریکارڈ میں رکھ لیا تھا۔" چیف نے کہا۔ "ابھی چند گھنٹے پہلے اس سفارت کار کے شوفر کے جسم سے گولی نکالی گئی۔ تمہاری گولی اکلوتی تھی۔ کمپیوٹر نے تجویز پیش کی کہ تازہ گولی کو ان گولیوں سے میچ کر کے دیکھا جائے جو اب تک کہیں میچ نہیں کرتیں۔ اس کے نتیجے میں پتا چل گیا کہ وہ گولی تمہارے پستول سے چلائی گئی ہے۔"

وبھاکر نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ تجربے نے اسے بتا دیا تھا کہ پولیس کے محکمے میں اسلحے کے ماہر وہ لوگ ہوتے ہیں جن سے کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ ہر ریوالور' ہر گن کا اپنا ایک مخصوص اور منفرد نشان ہوتا ہے۔ ایک جیسے ہزار ریوالوروں کی گولیوں کے نشانات ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔

"اب کیا ہو گا سر؟"

"میں تمہیں سی آئی ڈی ڈیپارٹمنٹ بھیج رہا ہوں۔" چیف نے کہا "تم سنیل موہن کے اسٹاف کے ساتھ مل کر کام کرو گے۔ تم ان کی ہر ممکن مدد کرو گے۔"

☆===========☆===========☆

جگن ناتھ' چینی دندان ساز یوتن کے مطب میں داخل ہوا۔ اس نے تن کے اسسٹنٹ سے پوچھا "ڈاکٹر موجود ہے؟"

"جی ہاں۔" اسسٹنٹ نے جواب دیا۔

جگن' دندان ساز کے کمرے میں داخل ہوا۔ وہاں ڈینٹل سرجری کا تمام سامان موجود تھا۔ تن اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھا تھا۔ جگن کو دیکھ کر اس نے بھویں اچکائیں۔ پھر اپنے اسسٹنٹ کو آواز دی۔ اسسٹنٹ آیا تو اس نے کہا "اب مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔" اسسٹنٹ کے جانے کے بعد وہ جگن کی طرف متوجہ ہوا "کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارے پاس ایک ہی کام سے آتا ہوں۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔" جگن نے کہا۔

"پچھلے ہفتے میں تمہاری کافی مدد کر چکا ہوں۔"

"یہ مختلف معاملہ ہے اور ارجنٹ نوعیت کا ہے۔"

"مجھے جو کچھ معلوم تھا' میں بتا چکا ہوں۔"

"یہ وہ معاملہ نہیں۔ پہلے سکون سے میری بات سنو۔"

جگن اور چینی دندان ساز کا جو تعلق تھا' اسے اسپیشل برانچ کے علاوہ کوئی پولیس مین نہیں سمجھ سکتا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے پر اعتبار نہیں کرتے تھے۔ بس وہ غرض اور مطلب کا تعلق تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ جگن' یوتن کو ناپسند کرتا تھا اور جانتا تھا کہ دوسری طرف بھی یہی حال ہے۔ یوتن کوئی روایتی مخبر نہیں تھا۔ وہ نہ معاوضہ وصول کرتا تھا مخبری کا اور نہ ہی مجرم برادری کے ساتھ بے وفائی کرتا تھا۔ وہ تمام معلومات مجرموں کی اس بڑی تنظیم سے منظوری کے بعد فراہم کرتا تھا جس میں وہ خود شامل تھا۔ اس تنظیم کے اپنے مفادات تھے جنہیں اولیت دی جاتی تھی۔

"یہ معاملہ مختلف ہے" جگن نے تن سے کہا "یہ بات بس میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ چاہو تو اپنے لوگوں کو بتا دو' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ اس معاملے میں تمہیں ذاتی طور پر بھی بہت کچھ مل سکتا ہے۔"

تن کی بھویں تن گئیں۔ "میں بکاؤ نہیں ہوں۔ تمہارا مخبر نہیں ہوں۔"

"میں یہ کہہ بھی نہیں رہا ہوں۔" جگن نے تحمل سے کہا۔ "میں تمہیں صرف یہ بتا رہا ہوں کہ یہ معاملہ مختلف ہے.......... اور ہمارے لیئے بہت اہم ہے۔ تم نے وہ خبر یقیناً سنی ہو گی۔"

تن نے عادتاً چند لمحے توقف کیا۔ وہ کبھی کسی سوال کا فوری جواب نہیں دیتا تھا۔ بالآخر اس نے کہا "ہاں.......... سنی ہے۔"

"امریکی سفارتکار کے اغوا کی خبر؟"

"ہاں۔"

"میں اسی سلسلے میں تمہاری مدد چاہتا ہوں۔" جگن نے کہا۔ وہ تن کے چہرے کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اسے کسی ردعمل کی توقع نہیں تھی۔ تن کا چہرہ ہمیشہ بے تاثر رہتا تھا۔

تن نے معمول کے مطابق پھر چند لمحے توقف کیا۔ بالآخر کہا۔ "مجھے اس سلسلے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔"

"کوئی قیاس' کوئی اندازہ؟"

"نہیں۔"

"دیکھو تن' مجھے یقینی معلومات کی امید نہیں۔ میں صرف کوئی لائن چاہتا ہوں۔ اس سفارت کار میں تامل چھاپا ماروں کو بھی دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"نہیں۔ یہ ان کا کام نہیں۔"

"ایک بات سنو۔ ممکن ہے' کچھ دیر بعد کوئی تمہارے حلقوں میں اس سلسلے میں پوچھ گچھ کرتا نظر آئے۔ وہ ہم میں سے نہیں ہو گا۔ ایسا ہو تو مجھے یہ ضرور بتا دینا کہ اس سلسلے میں کون دلچسپی لے رہا ہے۔ سنو.......... کیا یہ سکھوں کا کام ہو سکتا ہے؟"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"ممکن ہے' یہ کمیونسٹوں کا کام ہو؟"

"نہیں۔ یہ ان کا اسٹائل نہیں۔"

"پھر کون ہو سکتا ہے؟ بہرحال تم کان کھلے رکھو۔ میں تم سے صرف اتنا مطالبہ کر رہا ہوں۔"

تن کا چہرہ بے تاثر رہا۔ "تم نے کچھ میرے فائدے کی بات کی تھی۔" وہ بولا۔

جگن نے اپنا بٹوہ نکالا اور سو کے پانچ نوٹ گن کر اس کی طرف بڑھا دیئے۔ "یہ ہے تمہاری زحمت کا صلہ۔ کام کی کوئی اطلاع فراہم کرو گے تو تگڑا معاوضہ ملے گا۔"

یوتن نے ہاتھ بڑھا کر نوٹ لے لیے اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "میں جو کچھ کر سکا' ضرور کروں گا۔" اس نے کہا۔

"شکریہ۔ اب میں چلتا ہوں۔"

یوتن چند لمحے ہچکچانے کے بعد بولا "ایک بات میں تمہیں ابھی بتا سکتا ہوں۔ یہاں آتے ہوئے تمہارا تعاقب کیا گیا تھا۔" اس کی نظریں کھڑکی پر جمی ہوئی تھیں۔

"تعاقب! کس نے کیا تھا؟"

"دو افراد تھے۔ میں انہیں نہیں جانتا۔ چینی تھے...... نیلی کار میں۔"

☆==========☆==========☆

سی آئی ڈی سینٹر میں سرنگ میں ریکارڈ ہونے والے ویڈیو ٹیپ کو چلانے کی تیاری ہو رہی تھی۔ وہ ٹیپ اب تک کم از کم بیس بار چلایا جا چکا تھا۔ اسکرین سے دور چھ سات پولیس افسر نیم دائرہ سا بنائے کھڑے تھے۔ آپریٹر ٹیپ کو ریوائنڈ کر رہا تھا۔

یہ وہ وقت تھا کہ نارکوٹکس کے انسپکٹر وبھاکر نے سنیل موہن کے پاس حاضری دی۔

"تو تم ہو وہ مہربان جس نے انہیں پستول فراہم کیا؟" سنیل نے کہا۔

"ظاہری صورت حال تو یہی ہے جناب۔"

سنیل نے اپنے سر کو مخصوص انداز میں ایک طرف جھکاتے ہوئے کہا "آج صبح ہی سے تم مسلسل صدمات سہ رہے ہو۔ بہت خراب پوزیشن ہے تمہاری۔"

"جی ہاں جناب۔" وبھاکر بولا۔ اسے ڈر تھا کہ پورے دن اسے اسی طرح کی طنزیہ گفتگو سننا ہوگی۔

"غلطیاں تو سب سے ہوتی ہیں۔ بس اسے اپنی بدقسمتی سمجھو۔ تمہارا پستول نہ ملتا تو وہ کہیں اور سے بندوبست کر لیتے۔ بہرکیف تمہارے پستول نے ہمیں کم از کم ایک سراغ تو فراہم کیا۔ اب میں چاہتا ہوں، تم یہ ویڈیو فلم دیکھ لو ذرا۔"

وبھاکر اپنے دل میں سنیل کے لئے شکر گزاری محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔ صبح سے اب تک وہ پہلا موقع تھا کہ اس نے کوئی حوصلہ افزا تبصرہ سنا تھا۔ وہ ٹی وی اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

آپریٹر نے بٹن دبایا اور اسکرین روشن ہو گئی۔ پھر سرنگ سے کاروں کی دو قطاریں گزرتی نظر آئیں۔ ان کی رفتار بہت زیادہ معلوم ہو رہی تھی۔ یہ الیکٹرونک کیمرے کے زاویے کا کمال تھا۔ وہ سرنگ کی دائیں جانب والی دیوار پر اوپر چھت کے قریب نصب

تھا۔ گاڑیاں تصویر میں داہنی اوپری کارنر سے داخل ہو رہی اور بائیں نچلے کارنر سے نکل رہی تھیں۔

"دھیان سے دیکھتے رہو۔" سنیل نے وبھاکر کو ہدایت کی۔ "ممکن ہے، تمہیں کوئی کام کی چیز نظر آجائے۔"

پھر اسکرین پر دو کاریں پہلو بہ پہلو نمودار ہوئیں۔ دونوں کی رفتار تقریباً برابر تھی۔ ایک تو پہچان لی گئی۔ وہ مرسڈیز تھی۔ دوسری کوئی امریکی کار تھی۔ اچانک ایک تیز رفتار موٹر سائیکل دونوں گاڑیوں کے درمیان ریس کرتی آئی۔ وہ سفید لائن پر تھی اور اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ وہ دونوں کاروں سے آگے نکلنے ہی والی تھی کہ کچھ ہو گیا۔ کیمرا اسے گرفت میں نہیں لے سکا۔ بس اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ دونوں میں سے کسی ایک گاڑی سے ٹکرا کر قابو سے باہر ہوئی تھی۔ وہ ادھر ادھر جھولی پھر پھسل کر گری اور لڑھکتی ہوئی فریم سے باہر ہو گئی۔ دونوں کاروں کی رفتار کم ہوئی...... اور پھر وہ رک گئیں۔ امریکی کار سے کوئی شخص اترا اور آگے کی طرف بھاگا۔ مرسڈیز سے دو ہیولے ریوالور لیے اترے۔ ہیولے اس لیے کہ وہ اوور آل پہنے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں دستانے اور سروں پر ہیلمٹ تھے۔ ان کے چہرے وائزر کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ ایک امریکی کار کی طرف بھاگا۔ دوسرا اس طرف لپکا جہاں موٹر سائیکل سوار گرا ہوگا۔

"ایک منٹ۔" وبھاکر نے ہیجانی لہجے میں کہا "یہ حصہ دوبارہ نہیں چلایا جا سکتا؟"

آپریٹر نے ٹیپ روکا، ریوائنڈ کیا اور وہی سیکوئنس دوبارہ چلایا۔

"یہ...... یہی ہے...... یہ امریکی......" وبھاکر چلایا۔

"کیا مطلب؟ کون ہے؟" سنیل نے پوچھا۔

"اپنے جثے اور جسمانی ساخت کے اعتبار سے یہ وہی سیلر لگتا ہے جس نے رات مجھ سے پستول چھینا تھا۔"

"دیکھتے رہو۔ ابھی یہ آگے بھی نظر آئے گا۔"

وبھاکر نے اس بار پوری فلم دیکھی۔ اس میں ساؤنڈ نہیں تھا۔ کیمرا بھی متحرک نہیں تھا۔ اس لحاظ سے وہ بے جان اور بے تاثر سین تھا۔ لگتا تھا، چابی کے سوراخ سے

کسی کمرے کا منظر دیکھا جارہا ہے۔ ایسے میں آدمی وہی کچھ دیکھ سکتا ہے جو اس کی آنکھ کے سامنے ہے۔ پورے کمرے کا منظر نہیں سمجھا جاسکتا۔ "ہاں' اب بولو۔" سنیل نے کہا۔

"اس کا چہرہ دیکھے بغیر میں پورے یقین سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن یہ وہی سیلر لگتا ہے۔ اس کا حرکت کرنے کا انداز بھی ویسا ہی ہے۔ وہی تیزی' وہی پھرتی جس کی اتنے بھاری بھرکم آدمی سے امید نہیں کی جاسکتی۔"

"اب اس سیلر تک پہنچنا اور ضروری ہوگیا ہے۔ خواہ وہ اس جرم میں شریک نہ رہا ہو۔ وہ بہرحال وہ شخص ہے جس نے تم سے پستول چھینا۔ اسے تلاش کرلو تو تفتیش کی گاڑی آگے بڑھ سکے گی۔"

سنیل پلٹا اور اپنی میز کی طرف چل دیا۔ وبھاکر اس کے ساتھ تھا۔ "بندرگاہ پر تمہارے اس سیلر کے متعلق چیکنگ کی گئی ہے۔" سنیل نے کہا "گزشتہ روز سات سو سیلر مختلف جہازوں سے اترے ہیں۔ اس میں کم از کم ساڑھے تین سو تمہارے بیان کردہ حلئے پر پورے اترتے ہیں۔ ان سے پوچھ گچھ کی جارہی ہے۔ جو تسلی بخش جواب نہ دے پائیں' ان کی علیحدہ فہرست بن رہی ہے۔ تم ایسا کرو کہ شناختی پریڈ میں چلے جاؤ۔" سنیل نے کچھ توقف کیا اور پھر وبھاکر کو بہت غور سے دیکھا۔ "مجھے ایک بات عجیب لگتی ہے۔ یہ جن لوگوں کا بھی کام ہے' انہوں نے خاصا پہلے یہ منصوبہ بنایا ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ اتفاقی طور پر یہاں آنے والا کوئی سیلر اس میں کیسے ملوث ہوگیا؟ یہ بتاؤ' کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ وہ سیلر ہی تھا؟"

"میں یہ اعتراف کرلوں.........." وبھاکر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "کہ میں نے خود ایک مفروضہ قائم کرکے اس سے پوچھ گچھ شروع کی تھی۔ بات یہ ہے کہ غیر ملکی ملاحوں میں ہم نارکوٹکس والوں کو سب سے زیادہ پریشانی امریکی سیلرز کی طرف سے ہوتی ہے۔ وہی تھوک کے حساب سے منشیات خریدتے ہیں۔ مقصد سپلائی کرنا ہوتا ہے۔ پھر اس کا لہجہ امریکیوں کا سا تھا۔ چنانچہ میں نے اس سے چھوٹتے ہی پوچھا.......... تم امریکی ہو؟ کس شپ سے اترے ہو؟ یوں سمجھیں کہ میں نے اس کے منہ میں اپنے لفظ ٹھونس دیے۔

اور ہاں.......... منشیات فروش جونی یاؤ بھی اسے سیلر ہی سمجھتا ہے۔"

"یاؤ سے تم نے کیا کچھ اگلوایا؟"

"میں یاؤ کے ساتھ اس کے فلیٹ میں رات بھر بند رہا تھا۔" وبھاکر نے کہا اور مسکرایا "اور میں نے وقت برباد نہیں کیا جناب۔"

"یاؤ اب کہاں ہے؟"

"حوالات میں۔"

سنیل کے نائبین کے پاس چھ ٹیلی فون تھے اور مسلسل کالیں آرہی تھیں۔ وہاں فوج کا ایک نمائندہ بھی موجود تھا جو رابطہ افسر کی حیثیت سے کام کررہا تھا۔ لیبارٹری سے ایک شخص آیا۔ سنیل نے اس سے کہا "کہو.......... کچھ ملا بھی؟"

"سوری سر۔ کار اور موٹر سائیکل پر انگلیوں کے بے شمار نشانات ہیں لیکن ہمارے ریکارڈ میں موجود نشانات سے میچ نہیں کرتے۔"

"حیرت کی کوئی بات نہیں۔" سنیل نے گہری سانس لے کر کہا "وہ دستانے پہنے ہوئے تھے۔ ہاں.......... یاؤ کے فلیٹ سے بھی کچھ ملا؟"

"وہ نشانات بھی ٹریس نہیں کیے جاسکتے۔" ٹیکنیشن نے کہا "مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس صرف مجرموں اور سرکاری ملازمین کے نشانات انگشت کا ریکارڈ ہے۔ ہاں محکمہ' بہبود آبادی کے پاس مکمل ریکارڈ ہوگا۔ وہ شناختی کارڈ جاری کرتے وقت انگلیوں کے نشانات لیتے ہیں.........."

"ٹھیک ہے۔ ان سے بات کرتے ہیں۔ اتنے اہم کیس میں انہیں ہماری مدد کرنا ہوگی۔" سنیل نے کہا "لیکن ایک دشواری ہوگی۔ ہمارا سسٹم مشکوک افراد کو ان کی انگلیوں کے نشانات کے ذریعے تلاش کرنے کے لئے ترتیب دیا گیا ہے جبکہ ان لوگوں کا ریکارڈ لوگوں کی پہچان کے لئے مرتب ہوا ہے۔ انہیں کسی کا نام دو تو وہ فوراً اس کے نشانات نکال دیں گے لیکن نشانات دیے جائیں تو نشانات کے حامل کا نام بتانا ان کے سسٹم سے باہر ہوگا۔ اور ہمارے پاس فی الحال' کوئی نام نہیں ہے۔ بہرحال' تم نے کام کی بات سوچی ہے۔ شکریہ۔"

سنیل نے لیبارٹری ٹیکنیشن کو رخصت کیا پھر وہ وبھاکر کی طرف متوجہ ہوا۔ "میں صاف گوئی سے کام لوں گا۔ اب تک ہمیں کلیو نام کی کوئی چیز ملی ہے تو وہ یہ سیلر ہے جس نے تمہاری انگلیاں کچل ڈالی تھیں۔ ہم یہ یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ اس نے واردات میں حصہ لیا ہے یا نہیں۔ اسے صرف دو افراد شناخت کرسکتے ہیں.......... ایک تم اور دوسرا منشیات فروش جونی یاؤ۔ تم ایسا کرو کہ جاکر یاؤ پر ذرا سختی کر کے دیکھو۔ ممکن ہے، وہ کوئی کام کی بات اگل دے۔"

"یقین کریں، فلیٹ میں بند ہونے کے دوران میں نے اس کی بہت اچھی طرح خبر لی تھی۔" وبھاکر نے کہا "مجھے یقین ہے کہ وہ جو کچھ بھی جانتا تھا، مجھے بتا چکا ہے۔ اس سیلر کے متعلق وہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ اس کے پاس ذاتی تعلقات کی بنیاد پر گاہک بھیجے جاتے ہیں.......... اور وہ گاہکوں کے نام اور پتوں میں کبھی دلچسپی نہیں لیتا۔"

"پھر بھی اگر کسی کو ٹٹولا جائے تو یادداشت سے بہت دبی ہوئی معلومات بھی برآمد کی جاسکتی ہیں اور ویسے بھی یاؤ کی صورت حال بدل چکی ہے۔"

"کیا مطلب سر؟"

سنیل، وبھاکر کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ "دیکھو، ہمیں بڑی مچھلی پکڑنی ہے۔ ایسے میں چھوٹی مچھلیوں کی اتنی اہمیت نہیں رہ جاتی۔ تم اسے یقین دلا سکتے ہو کہ اس کے ساتھ نرمی برتی جائے گی۔ پراسیکیوشن اس کے کیس میں انتہائی سزا پر زور نہیں دے گا۔"

"سر.......... میں نے اس ملعون کو پھانسنے کے لیے مہینوں محنت کی ہے۔ میں تو اسے انتہائی سزا دلوا کر رہوں گا۔" وبھاکر پھٹ پڑا۔

"میں تمہارے جذبات سمجھ رہا ہوں۔" سنیل نے کہا۔ وہ خود پندرہ سال سے اس پیشے سے وابستہ تھا۔ جانتا تھا کہ کسی مجرم کو رعایت دینا کس قدر تکلیف دہ ہوتا ہے۔ "لیکن یہاں بہت بڑا معاملہ اٹکا ہوا ہے۔ اگر یاؤ اس معاملے میں ہماری مدد کرے تو ہم اسے ڈھیل دے سکتے ہیں۔ جہاں تک تمہارا تعلق ہے، تمہاری رات والی ناکامی کا داغ بھی دھل جائے گا۔"

اسی وقت جگن ناتھ، سنیل کی میز کی طرف چلا آیا۔ وہ تن سے ملنے کے بعد سیدھا یہاں آیا تھا۔

"کوئی پروگریس؟" سنیل نے اس سے پوچھا۔

"فی الحال تو میں بس گراؤنڈ بنا رہا ہوں۔ اتنا معلوم ہوگیا ہے کہ کالی سیوک تنظیم کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔" جگن نے کہا۔

"چیک کرتے رہو اور کوئی خبر؟"

"دیکھیں.......... ابھی ایک اور شخص سے ملنے جارہا ہوں۔"

"مجھے راستے میں ڈراپ کردو گے؟" وبھاکر نے پوچھا۔

"چلو.......... آجاؤ۔"

☆============☆============☆

ڈیوڈ کیلی بہت آہستہ آہستہ سطح شعور پر ابھرا۔ سب سے پہلے اسے اپنی بند آنکھوں کے پیچھے موجود گہری تاریکی کے کم ہونے کا احساس ہوا پھر اسے احساس ہوا کہ وہ پہلو کے بل لیٹا ہوا ہے اور یہ کہ وہ جہاں ہے' وہاں خنکی ہے' جیسی غاروں میں ہوتی ہے۔ اس کے خیالات میں انتشار تھا اور محسوسات الجھن زدہ۔

پھر دھیرے دھیرے اس کی یادداشت مرتعش ہوئی۔ اس کے شعور کے پردے پر بے ہوش ہونے سے پہلے کے آخری مناظر ابھرے۔ موٹر سائیکل کا گرنا' مائیکل کا کار روک کر باہر لپکنا' اس کی مائیکل کو روکنے کی کوشش اور ہیلمٹ لگائے ہوئے ایک شخص کا کار میں گھس کر اسے ریوالور دکھانا۔ وہ پریشان ہو کر ایک دم اٹھ بیٹھا۔ بیٹھتے ہی اسے چکر آئے اور متلی کا احساس ہونے لگا۔ اس نے سر جھکایا اور زمین پر قے کر دی۔

"ذرا آرام سے۔ جلد بازی مت کرو۔" ایک مردانہ آواز نے کہا۔

وہ اس آواز کی سمت کا تعین نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کہیں بھی نہیں تھی اور ہر طرف سے آتی محسوس ہوئی تھی۔ بازگشت کے احساس نے اسے پھر یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ کسی غار میں ہے۔ اس نے سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا تو پتھریلی دیواریں اور چھت نظر آئی۔ پھر اسے احساس ہوا کہ وہ ریت پر بیٹھا ہے اور اس سے خطاب کرنے والا شخص اس کے بائیں جانب ایک خلا کے پاس کھڑا تھا۔ وہ جینز اور ٹی شرٹ میں تھا۔ سر پر ہیلمٹ تھا۔

ہیلمٹ دیکھ کر کیلی دہشت زدہ ہو گیا!

"یہ سب کیا ہے؟ تم کون ہو؟" بالآخر کچھ دیر بعد وہ بولنے کے قابل ہوا۔

"اس بات کو چھوڑو۔ فی الحال ذہن پر زیادہ زور نہ ڈالو۔" اس شخص نے کہا "یہ

ایک محفوظ مقام ہے۔ تمہارے لیے بھی اور ہمارے لیے بھی۔ تم اگر اپنے پھیپھڑوں کا پورا زور لگا کر چیخو گے تو بھی تمہاری آواز انسانی سماعت تک نہیں پہنچ سکے گی۔"

اب کیلی کو اپنے جسم میں جابجا تکلیف کا احساس ہوا۔ سب سے زیادہ دونوں بازوؤں میں جہاں انجکشن لگائے گئے تھے۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ دونوں بازوؤں میں گٹھلیاں سی بن گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی داہنی ٹانگ میں ٹخنے کے قریب بھاری پن کا احساس بھی تھا۔ اس نے نظریں جھکا کر دیکھا۔ اس کا پاؤں ایک زنجیر سے بندھا ہوا تھا اور زنجیر کا دوسرا سرا دیوار میں لوہے کے ایک آنکڑے سے بندھا ہوا تھا۔

"کچھ کتوں کو ان کی بہتری کے لیے زنجیر سے باندھنا پڑتا ہے۔" اس شخص نے دل آزار وضاحت کی۔ "تم پیشاب کرنا چاہو تو یہاں ریت ہے' بے تکلفی سے کر سکتے ہو۔ بڑا معاملہ ہو تو ہمیں پکار لینا' ہم تمہیں باہر لے چلیں گے۔ ہمیں بھی رات یہاں تمہارے ساتھ گزارنی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ تم یہاں زیادہ غلاظت پھیلاؤ۔"

"تم نے مجھے اغوا کیوں کیا ہے؟" کیلی نے پوچھا۔

"یہ بھی تمہیں معلوم ہو جائے گا.......... لیکن مناسب وقت پر اور وقت کی کمی نہیں۔"

"میری بیوی کو معلوم ہے؟"

"میرا خیال ہے' اب تک اسے مطلع کر دیا گیا ہو گا۔"

ہیلمٹ لگائے ہوئے شخص کا لہجہ کیلی کو الجھن میں مبتلا کر رہا تھا لیکن اس کا دماغ ابھی پوری طرح کام کرنے کے قابل نہیں ہوا تھا۔ بہرحال ذرا دیر بعد بات اس کی سمجھ میں آنے لگی۔

"تم.......... تم امریکی ہو؟ ہے نا؟"

"تم میری فکر نہ کرو اور اتنے سوالات بھی نہ کرو۔ بس خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرو۔"

کیلی پھر ریت پر بیٹھ گیا۔ وہ سچ مچ ریت ہی تھی۔ نرم' باریک اور ٹھنڈی' جیسی کسی ساحل پر ہوتی ہے۔ کیلی نے گرد و پیش پر تفصیلی نظر ڈالی تھی۔ کہنے کو وہ ایک پہاڑی

کھوہ تھی لیکن دیکھنے میں ایک چوکور کمرے سے مشابہ تھی۔ دیواریں سیدھی اور ہموار تھیں۔ سامنے دروازہ نما خلا تھا لیکن وہ باہر نکلتے نکلتے اتنا تنگ ہو جاتا تھا کہ باہر روشنی کی بس ایک باریک سی لکیر نظر آرہی تھی۔ اس نے اپنے زنجیر والے پاؤں کو جھٹکا۔ زنجیر فوراً ہی تن گئی۔ اسے اندازہ ہوگیا کہ وہ ایک حد تک حرکت کر سکتا ہے۔ پہاڑی کھوہ میں ایک طرف ایک پیٹرومیکس روشن تھا۔

کیلی کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا.......... اور یہ احساس ہوا کہ اس کی حسیات کسی اندھے آدمی کی طرح کام کر رہی ہیں۔ ان سے اس نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ کوئی غار ہے اور اب ایک گہری سانس اس کے حلق میں نمک کا ذائقہ چھوڑ گئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ قریب ہے.......... بہت قریب کہیں سمندر ہے۔

پھر اسے قدموں کی آہٹیں سنائی دیں۔ دروازے میں ایک اور شخص نمودار ہوا۔ وہ بھی ہیلمٹ لگائے ہوئے تھا۔ وہ پہلے شخص کے مقابلے میں دبلا اور قد میں چھوٹا تھا۔ اس نے پوچھا ”اس کا کیا حال ہے؟“

”جاگ گیا ہے۔“ پہلے نے کہا۔

”ٹھیک ٹھاک ہے؟“

”بالکل۔ ایک نمبر۔“

”شکر ہے خدا کا۔“ دوسرے شخص کے لہجے میں اطمینان محسوس ہوا۔ اس کی آواز بلند تھی۔ لہجہ مقامی لوگوں جیسا تھا۔ حالانکہ گفتگو انگریزی میں ہوئی تھی اور کیلی کو یقین ہوگیا کہ وہ مسلمان ہے۔ پہلے شخص کے بارے میں اسے یقین تھا کہ وہ امریکی ہے۔

اب کیلی کا ذہن زیادہ بہتر طور پر کام کر رہا تھا مگر اب بھی اس کی سمجھ میں یہ سب کچھ نہیں آرہا تھا۔ وہ برسوں اس خیال کے ساتھ جیتا رہا تھا کہ کسی بھی دن اسے اغوا کیا جاسکتا ہے لیکن ہمیشہ وہ سوچتا تھا کہ ایسا ایک واضح وجہ کے تحت ہوگا اور وہ اس وجہ کو فوراً پہچان جائے گا مگر اب وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ یہ لوگ کون ہیں.......... اور کیا چاہتے ہیں۔ اس کے اغوا سے ان کا مقصد کیا ہے۔

اچانک ایک یاد اس کے ذہن میں چبھی اور وہ کوشش کر کے کہنی کے بل اٹھ

بیٹھا۔ ”تم وہی ہو نا جس نے میرے ڈرائیور کو شوٹ کیا تھا؟“

”میں نے تم سے کہا ہے کہ اب سوالات نہ کرنا۔“

”تم وہی ہو نا؟ تم ہی نے اسے شوٹ کیا تھا۔ یہ اعتراف کرتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے تمہیں؟“

”مسٹر.......... اب بہتر یہی ہے کہ تم اپنے دونوں ہونٹ بھینچ کر رکھو۔“

”تم کمینے‘ قاتل۔ میں یہ بات یقینی بناؤں گا کہ تمہیں اس کی سزا ملے۔“

کیلی غصے سے اندھا ہوگیا تھا۔ اس کے لہجے میں زہریلی نفرت تھی۔ اچانک اسے احساس ہوا کہ وہ شخص اس پر جھپٹا ہے۔ پھر اس کے سینے پر زوردار لات لگی۔ وہ پیچھے کی طرف گرا اور اس وقت تک لڑھکتا رہا جب تک زنجیر نے اسے روک نہ لیا۔ اب وہ منہ کے بل پڑا تھا۔ اس کے منہ مین ریت گھس گئی تھی جسے وہ تھوکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”اب تمہاری زبان چلی تو تم بھی اپنے ڈرائیور کی طرح مارے جاؤ گے۔“ امریکی نے کہا۔ وہ اس کے سر کے اوپر تنا کھڑا تھا۔ اس کی سانسوں کی تیزی سے اس کے غصے کا اندازہ ہوتا تھا۔ کیلی نے لوہے کی ایک سخت‘ سرد راڈ اپنی گردن میں دھنستی محسوس کی۔ اس کا چہرہ ریت میں دھنسنے لگا اور سانس رکنے لگی۔ وہ بہت تکلیف میں تھا۔

اچانک راڈ ہٹالی گئی۔ کیلی نے جدوجہد کر کے کروٹ لی اور کمر کے بل لیٹا ہانپتا رہا۔ امریکی کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ ”یہ وہ شے ہے جس نے تمہارے ڈرائیور کی جان لی تھی۔ اگر تم نے زیادہ عقل مند بننے کی کوشش کی تو یہ تمہارا بھی وہی حشر کرے گی۔ غور سے سن لو اور سمجھ لو۔ تم ان لوگوں کو زندہ ملتے ہو یا مردہ ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لیے کہ وہ تمہیں دیکھنے کا مطالبہ کیے بغیر تاوان کی رقم ادا کرنے پر مجبور ہوں گے۔ سمجھے مسٹر سی آئی اے۔“ یہ کہہ کر وہ پلٹا اور دروازے سے گزر کر باہر چلا گیا۔ دوسرا بھی اس کے پیچھے تھا۔ کیلی لیٹا ریت تھوکتا رہا۔ مایوسی اس کے وجود کو شل کیے دے رہی تھی۔

☆============☆============☆

صدائے کشمیر دوپہر کے ذرا دیر بعد ہی اپنے مقام پر پہنچ گئی تھی۔ سعادت اور جے

لینڈ روور میں اور افسر خان اپنی کرائے کی گاڑی میں بیٹھ کر شہر کی طرف چل دیئے۔ راستے میں انہیں جگہ جگہ روڈ بلاک نظر آئے لیکن سرنگ دوبارہ کھول دی گئی تھی۔ لہٰذا انہیں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔

سعادت نے جے کو راستے میں اتارا اور خود اپنی دکان کی طرف چلا گیا۔

جے اور افسر خان کی ملاقات ٹیلی گراف آفس میں ہوئی۔ افسر خان نے وہاں دو ٹیلی گراموں کے مضمون تیار کیے اور کھڑکی پر دینے سے پہلے جے کو دکھائے........ پہلا ٹیلی گرام نیلم انٹرپرائز کے نام تھا.........

آپ کا مال شیڈول کے مطابق یہاں پہنچ گیا ہے۔ مال بھیجنے والی کمپنی اب آپ کی زبانی تصدیق کی منتظر ہے۔ خالد خان

افسر خان نے وضاحت کی کہ اس مضمون میں لبریشن فرنٹ والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ اغوا کا منصوبہ کامیاب رہا ہے۔ نیلم انٹرپرائز ایک مسلمان کشمیری کی فرم تھی جو گاڑیاں اور ان کے پرزے درآمد کرتی تھی۔ وہ فرنٹ کے لیے کمیونی کیشن سینٹر کی حیثیت بھی رکھتی تھی۔

دوسرا ٹیلی گرام بینک آف اومان کے نام تھا۔ اس کا مضمون تھا.......

اپنے اکاؤنٹ ہولڈر نمبر 0029443 کو مطلع کر دیں کہ بمبئی پروجیکٹ کے سلسلے میں ان کا بل آف ایکسچینج آج دے دیا گیا ہے۔ خالد خان

یوں وزیر اعلیٰ شیخ کو منصوبے کی کامیابی کی اطلاع پہنچ جاتی۔ ان ٹیلی گرامز پر شک کرنے کا کسی کے پاس کوئی جواز نہیں تھا۔ اس طرح کے بزنس ٹیلی گرام ہر روز سیکڑوں کی تعداد میں وصول ہوتے اور بھیجے جاتے تھے اور ٹیلی گرامز کی زبان بھی کوئی پیچیدہ یا اشاروں کی زبان نہیں تھی۔

افسر خان نے دونوں ٹیلی گرام ارجنٹ بھجوائے تھے۔ پھر افسر خان نے اپنے بریف کیس سے دو دستاویزات نکالیں۔ ایک بینک آف اومان کا بل آف ایکسچینج تھا جس پر شیخ اور اس کے ایک ساتھی ڈائریکٹر کے دستخط تھے۔ وہ اس کارپوریشن کے اکاؤنٹ سے متعلق تھا جو شیخ نے اپنے مالی معاملات کی آڑ کے لیے قائم کی تھی۔ اس کی رو سے اب

سے ایک ہفتے بعد یعنی ۲۸ اگست کو بینک وہ دستاویز پیش کرنے والوں کو ایک کروڑ امریکی ڈالر ادا کرنے کا پابند تھا۔ وہ ایسی دساویز تھی جسے کینسل نہیں کیا جاتا تھا.......... اور جے اسے مقررہ تاریخ سے پہلے کٹوتی کے ساتھ کم قیمت پر فروخت کر سکتا تھا۔ یہ خطرہ بھی موجود تھا کہ کسی بھی وجہ سے تاوان کی ادائیگی نہ ہو تو شیخ کو بھاری خسارہ ہوتا۔ اس کے توڑ کے لیے دوسری دستاویز موجود تھی۔ وہ ایک پرمیسری نوٹ تھا جس کا مضمون ایک لائق وکیل نے تیار کیا تھا۔ اس کی رو سے اس تاریخ .... یعنی ۲۸ اگست کو جے پال کو شیخ کی کارپوریشن کو ایک کروڑ امریکی ڈالر کی ادائیگی کرنا تھی۔

جے نے ٹیلی گراف آفس کے ایک گوشے میں کھڑے ہو کر اس پرمیسری نوٹ کو بغور پڑھا پھر اس پر دستخط کر کے اسے افسر خان کی طرف بڑھا دیا۔

اب دونوں پارٹیوں کے پاس ایک ایک قانونی ہتھیار تھا۔ دونوں دستاویزات ایک دوسری کو کینسل کر سکتی تھیں۔ ایک دستاویز جے کے پاس ہوتی اور دوسری شیخ کے پاس۔ اگر کسی وجہ سے تاوان کی وصولی نہ ہوتی تو ان دونوں کو صرف اتنا کرنا تھا کہ دستاویزات بدل لیتے۔ جے بل آف ایکسچینج واپس کر کے پرمیسری نوٹ واپس لے لیتا اور معاملہ نمٹ جاتا اور تاوان آ جاتا تو جے بل آف ایکسچینج کیش کرا لیتا اور شیخ اسے پرمیسری نوٹ واپس دے دیتا۔ دونوں دستاویزات کی تعمیل کی تاریخ اور وقت ایک ہی تھا۔ لہٰذا کوئی فریق بھی دوسرے کو ڈبل کراس نہیں کر سکتا تھا۔ یوں تاوان کیش وصول کرنے کے جھنجٹ سے بھی نجات مل گئی تھی۔

جے نے اپنی دستاویز جیب میں رکھی۔ افسر خان نے پرمیسری نوٹ کو بریف کیس میں رکھ لیا۔ پھر وہ ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔ شام کی فلائٹ سے اسے واپس جانا تھا۔

جے ٹیلی گراف آفس سے باہر نکلا تو خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ گزشتہ ہفتوں کی اعصابی کشیدگی ڈھل گئی تھی اور اس کا زور زور سے قہقہے لگانے کو جی چاہ رہا تھا۔ اب بس انتظار باقی تھا۔ ہاتھی نکل چکا تھا' صرف دم رہ گئی تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ انتظار والا معاملہ ہی سب سے کٹھن ہے۔ اب اسے ایک جام کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔

وہ کوئل کلب کی طرف چل دیا۔

☆==========☆==========☆

حوالات میں انسپکٹر وبھاکر اور منشیات فروش جونی یاؤ ایک دوسرے کے روبرو تھے۔ ان کے درمیان فارمیکا کے ٹاپ والی ایک میز تھی۔ وہ پچھلے بیس منٹ سے گفتگو کر رہے تھے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ وبھاکر بول رہا تھا اور یاؤ سن رہا تھا۔ یاؤ کا چہرہ بے تاثر تھا۔ اس بات کی بھی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ وہ واقعی وبھاکر کی بات توجہ سے سن رہا ہے۔ اس یکطرفہ گفتگو کے دوران کئی بار وبھاکر کا تحمل جواب دینے لگا تھا۔

"اب بولو۔" آخر میں اس نے کہا "یہ سودا قبول ہے؟"

یاؤ نے اپنی ہتھیلیوں سے چہرے کا پسینہ پونچھا۔ نروس ہونے کی وہ واحد علامت اب تک اس میں نظر آرہی تھی۔ اسے اس امریکی سے کوئی ہمدردی نہیں تھی جس نے اسے پھنسوایا تھا۔ لیکن مسئلہ اصول کا تھا۔ یاؤ کا اصول تھا کہ قانون سے کبھی تعاون نہ کیا جائے اور وبھاکر کی پیشکش اس کی چھٹی حس کو بھی قبول نہیں تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایک بار زبان کھولنے کے بعد وہ بہت بڑے جنجال میں پھنس جائے گا۔

"تم کیا جاننا چاہتے ہو؟" اس نے انسپکٹر سے پوچھا۔

"سب کچھ۔" وبھاکر نے کہا "ایک تو ہمیں ہر قیمت پر اس سیلر کو گرفتار کرنا ہے۔ تم اس سلسلے میں ہماری مدد کر سکتے ہو لیکن میرے سوالوں کا جواب ہاں یا نہیں میں دینا مدد میں شمار نہیں ہوگا۔ تمہیں رعایت مل سکتی ہے مگر اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔"

"میں اور کیا بتاؤں؟ جو کچھ معلوم تھا' پہلے ہی بتا چکا ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" وبھاکر نے تھکے تھکے لہجے میں کہا "جو کچھ تم نے بتایا ہے' اسے دہراتے ہیں۔ ممکن ہے' تمہیں کچھ اور یاد آجائے۔ اسے دہراتے ہیں۔ ممکن ہے' تمہیں کچھ اور یاد آجائے۔ وہ پہلی بار تمہارے پاس دو سال پہلے آیا تھا۔ تمہیں یقین ہے کہ وہ سیلر تھا؟"

"پورا یقین ہے مجھے۔"

"تم نے کبھی اسے یونیفارم میں دیکھا؟"

"نہیں اور اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ جہاز سے اترنے والے وردی پہن کر نہیں آتے۔"

"تمہیں یہ یقین کیوں ہے کہ وہ سیلر تھا؟"

"اسے ایک اور سیلر اپنے ساتھ لایا تھا۔ میں بغیر جان پہچان کے کبھی مال نہیں دیتا۔"

"اور تمہیں اس تعارف کرانے والے سیلر کا نام بھی یاد نہیں؟"

"یاد نہیں کیا' مجھے معلوم ہی نہیں۔ میں ناموں میں نہیں' چہروں میں دلچسپی رکھتا ہوں۔"

"پہلی ملاقات کے بعد سے اب تک وہ کتنی بار تمہارے گھر آیا؟"

"کوئی بیس پچیس مرتبہ تو آیا ہوگا۔"

"کوئی ایک تاریخ یاد ہوگی ایسی' جب وہ تمہارے گھر آیا ہو؟"

"نہیں۔"

"تم لین دین کا تحریری ریکارڈ نہیں رکھتے؟"

"میں کوئی جائز کاروبار نہیں کرتا۔ انکم ٹیکس بھی نہیں دیتا۔" یاؤ نے زہریلے لہجے میں جواب دیا۔

"کیا وہ کسی مخصوص وقت آتا تھا؟"

یاؤ نے نفی میں سرہلایا۔ انسپکٹر وبھاکر آہ بھر کے رہ گیا۔ یاؤ تعاون کرنا چاہے یا نہ چاہے لیکن اس کی یادداشت کے خانے میں اس کے اپنے رازدارانہ مزاج کی کھڑی کی ہوئی کئی رکاوٹیں موجود تھیں۔

وبھاکر نے ایک اور زاویے سے کوشش کی۔ "وہ ادائیگی کیسے کرتا تھا؟"

"نقد۔ عام طور پر روپے میں.......... اور کبھی کبھی امریکی ڈالرز میں۔"

"کتنی رقم کا مال خریدتا تھا؟"

"عام طور پر زیادہ سے زیادہ تین سو ڈالر کے مساوی رقم ہوتی تھی۔"

"کیا خیال ہے' وہ ہیروئن لے جاکر دوسرے سیلرز کو بیچتا ہوگا؟"

"مجھے اس سے غرض تھی' نہ میں نے اس بات میں کبھی دلچسپی لی۔" یاؤ نے کہا پھر اس نے بے چینی سے ادھر ادھر دیکھا۔ اس کی نظریں الماریوں پر جم گئیں جن میں پولیس ریکارڈ کی فائلیں لگی ہوئی تھیں۔

وبھاکر کو لگا کہ یاؤ کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔

ذرا دیر بعد یاؤ نے کہا "تاریخیں معلوم کی جاسکتی ہیں۔ میں امریکی ڈالر ایک مخصوص جگہ سے تبدیل کراتا ہوں۔ وہ ریکارڈ رکھتے ہیں۔"

"یہ ہوئی نا بات۔" انسپکٹر وبھاکر نے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "اب شروع ہوتی ہے تلاش نام کی کہانی۔"

☆============☆============☆

زاریوف ایک روسی اسکالر تھا۔ مالابارہلز کے علاقے میں اس نے ایک بنگلہ کرائے پر لیا ہوا تھا۔ بظاہر وہ بھارت میں ایک کتاب کے سلسلے میں مقیم تھا۔ "بھارت میں مختلف مذاہب اور تہذیبیں..........." یہ اس کی کتاب کا عنوان تھا۔ لیکن انسپکٹر جگن ناتھ جانتا تھا کہ وہ بہت باخبر آدمی ہے۔

جگن ناتھ' وبھاکر کو ڈراپ کرنے کے بعد دفتر کی گاڑی میں مالابارہلز کی طرف چل دیا۔ راستے میں تن کے بیان کی بھی تصدیق ہوگئی۔ نیلے رنگ کی ایک ڈاٹسن اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ اس میں دو افراد بیٹھے تھے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ دونوں چینی تھے۔

جگن نے اپنی گاڑی کی رفتار بڑھادی۔

زاریوف اسے گیٹ پر ہی مل گیا۔ شاید اسے جگن کی آمد کی توقع تھی...... بلکہ وہ اس کے سبب سے بھی واقف تھا۔ اس نے عقب میں آنے والی ڈاٹسن کو بھی دیکھ لیا تھا۔ اس کے بنگلے کی طرف آنے والی سڑک کا اختتام اندھی گلی میں ہوتا تھا۔ نیلی ڈاٹسن والے وہاں پہنچ کر بوکھلا گئے۔ انہوں نے تیزی سے گاڑی ریورس کی اور واپس چلے گئے۔

"آپ انہیں جانتے ہیں مسٹر زاریوف؟" جگن نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ نیو چائنا نیوز ایجنسی کے نام نہاد جرنلسٹ ہیں۔ درحقیقت چینی جاسوس

ہیں۔ میرے بنگلے پر نظر رکھتے ہیں۔"

"اس وقت تو یہ میرا تعاقب کرتے ہوئے آئے ہیں۔" جگن نے بتایا۔

"حیرت ہے۔ لگتا ہے' کوئی کام نہیں ہوگا۔ تفریحاً تمہارا پیچھا کر رہے ہوں گے۔"

"لیکن آج ہی کیوں؟"

"اندر تو چلو۔" زاریوف نے کہا۔

وہ جگن کو ڈرائنگ روم میں لے گیا۔ وہ پستہ قد' موٹا اور گنجا شخص تھا۔ آنکھوں پر دبیز شیشوں کا چشمہ لگاتا تھا اور دیکھنے میں اسکالر ہی لگتا تھا۔

اس نے جگن کو ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ایک کاؤچ پر پھیل کر بیٹھ گیا۔ اس نے تالی بجائی۔ اندر سے ایک ملازمہ نمودار ہوئی۔ وہ بھی روسی ہی تھی۔ اس نے منہ سے کچھ نہیں کہا۔ بس ہاتھ باندھے اس کے حکم کی منتظر کھڑی رہی۔

"ہاں مسٹر ناتھ' روسی وہسکی چلے گی؟" زاریوف نے جگن سے پوچھا۔

"جی ہاں۔ آج تو میں ضرورت بھی محسوس کر رہا ہوں۔"

زاریوف نے ملازمہ سے روسی زبان میں کچھ کہا۔ ملازمہ اندر چلی گئی۔ زاریوف نے دونوں کہنیاں گھٹنوں پر ٹکائیں اور جگن کو بغور دیکھنے لگا۔ "صبح جیسے ہی مجھے خبر ملی' میں نے جان لیا کہ آج تم ضرور آؤ گے۔" وہ بولا "لیکن میں تمہارے ان کے سوال کا جواب دے سکتا ہوں۔ مجھے اس سلسلے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔"

"مجھے اپنی رائے بتائیں۔" جگن نے کہا "یہ آپ کی طرف سے تو کسی کا کام نہیں..........؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا تو مجھے ضرور معلوم ہوتا۔ بلکہ میں انہیں روک دیتا۔ اس میں ہمارے لیے تو سراسر نقصان ہی ہے۔"

"آپ کھل کر بات کریں.......... پوری رازداری کے ساتھ۔ میں اسے کسی کے سامنے نہیں دہراؤں گا۔"

"بات یہ ہے کہ یہ معاملہ نہایت خفیہ نوعیت کا ہے۔" زاریوف نے ایک گہری سانس لے کر کہا "لہٰذا بات تم سے آگے نہیں جانی چاہیے۔ میں تمہیں اپنا بہت اچھا

دوست سمجھتا ہوں ورنہ کبھی زبان نہ کھولتا۔ دیکھو........ ہم روسیوں کا مفاد اس میں ہے کہ ڈیوڈ کیلی بحفاظت واپس آجائے۔ خبروں میں اسے سفارتکار قرار دیا گیا ہے لیکن تم بھی جانتے ہو اور میں بھی کہ ایسا نہیں ہے۔ درحقیقت وہ ایک بے حد اہم انٹیلی جنس آفیسر ہے۔ اس کی اہمیت کیا ہے' یہ تم سوچ بھی نہیں سکتے اور امریکی کبھی بتائیں گے بھی نہیں........"

اسی وقت ملازمہ ووڈکا کی بوتل' برف کی باسکٹ' سوڈے کا سائفن اور دو جام لے آئی۔ زاریوف نے اسے واپس جانے کا اشارہ کیا اور خود جام بنانے لگا۔ "ان دنوں ہمارے اور امریکہ کے درمیان تعاون کی فضا موجود ہے۔ اس میں سی آئی اے بھی شامل ہے۔ امریکی ان دنوں برطانیہ سے اتنے قریب نہیں' جتنے ہم سے ہیں۔ خاص طور پر چینیوں کے بارے میں معلومات کے معاملے میں وہ ہم پر انحصار کرتے ہیں۔ اس کے بدلے میں ہمیں بھی امریکیوں سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ وہ معلومات جو امریکیوں کو ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔ گذشتہ چند ماہ میں ہمیں چینیوں کے میزائل پروگرام کے بارے میں غیر معمولی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ برف لوگے؟ سوڈا ملاؤں؟"

"جی ہاں۔ شکریہ۔"

"امریکی اپنے ذرائع معلومات نہیں بتاتے لیکن ہمارے اپنے بھی ذرائع ہیں۔ ڈیوڈ کیلی کی بمبئی آمد کے بعد سے یہ معلومات آنا شروع ہوئی ہیں۔ ہمیں کیلی کے بیک گراؤنڈ کے متعلق جو کچھ معلوم ہے' تمہیں نہیں ہو سکتا۔" زاریوف نے اپنی بات جاری رکھی۔ ۳۵ء میں چان سوشین نامی ایک چینی شنگھائی سے امریکہ گیا۔ وہاں اس نے ایروناٹیکل انجینئرنگ میں ڈگری لی۔ وہ غیر معمولی ذہین اور باصلاحیت طبعیات داں تھا۔ اس صدی کی چھٹی دہائی میں وہ کہیں کا کہیں پہنچ گیا۔ امریکہ میں راکٹ ریسرچ کے شعبے کا وہ ڈائریکٹر تھا۔ پھر میکارتھی کا چکر چلا تو اسے کیمونسٹ قرار دے دیا گیا۔ ایف بی آئی اس کے پیچھے پڑ گئی۔ ۵۵ء میں وہ اپنی فیملی سمیت چین واپس چلا گیا۔ ڈیوڈ کیلی ان دنوں سی آئی اے کا جونیئر آفیسر تھا۔ اس نے چان کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ وہ نہ جائے' امریکہ ہی میں رہے۔" زاریوف نے اپنے جام سے چھوٹا سا گھونٹ لیا۔ "ان دنوں ڈاکٹر چان پیکنگ کے

ایٹمی ہتھیاروں کے پروگرام میں میزائل ساز ادارے کا ڈائریکٹر ہے۔ یہی نہیں' وہ چینی کیمونسٹ پارٹی کی سینٹرل کمیٹی کا متبادل ممبر بھی ہے۔"

"تو پھر؟" جگن کے لہجے میں الجھن تھی۔

"جو معلومات ہمیں سی آئی اے کے توسط سے حاصل ہو رہی ہیں' وہ اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ چین میں کوئی اونچی سطح کا شخص مخبری کر رہا ہے۔" زاریوف نے کہا۔ "اتنی اونچی سطح کا' جیسا چان سوشین ہے۔"

"یعنی چان سوشین سی آئی اے کے لیے جاسوسی کر رہا ہے؟" جگن ناتھ کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ "اور ایسے شخص کو انٹیلی جنس کی اصطلاح میں اثاثہ کہا جاتا ہے؟"

"ہاں۔ بہرحال یقین سے نہیں کہا جاسکتا۔ امریکی اس بات کا اعتراف کبھی نہیں کریں گے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ اگر سوشین راز فراہم کر رہا ہے تو ڈیوڈ کیلی کے توسط سے کر رہا ہوگا۔ اس لیے ڈیوڈ کیلی کی بحفاظت واپسی ہمارے لیے اہم ہے اور اسی لیے میں تمہیں یہ سب کچھ بتا رہا ہوں۔"

"اب تو میں سوچ رہا ہوں کہ اغوا کرنے والوں کو علم بھی نہیں ہوگا کہ انہوں نے کیسی ہلچل مچادی ہے۔"

☆===========☆===========☆

کوئل کلب میں ٹیلی ویژن نہیں تھا لیکن ایک ممبر ریڈیو لے آیا تھا۔ کچھ لوگ اس کے گرد جمع تھے۔ وہ ایک بجے والی خبریں سن رہے تھے۔ جے بھی اس طرف چلا گیا۔

"چند فوجی دستے اور ائرفورس کے ہیلی کاپٹر بھی پولیس کی مدد کر رہے ہیں۔ مجرموں کو تندہی سے تلاش کیا جارہا ہے۔ ابھی تک کسی نے اس اغوا کی ذمہ داری قبول نہیں کی تاہم پولیس حکام کا کہنا ہے کہ کسی بھی وقت زر تاوان کا مطالبہ سامنے آسکتا ہے۔ وزیراعظم اور صدر نے صدر امریکہ سے رابطہ کیا ہے........"

جے دل ہی دل میں مسکرایا اور کاؤنٹر کی طرف واپس چلا گیا۔ اس نے اپنے لیے ایک جام طلب کیا۔ وہ سمندری طوفان کے بارے میں خبر نہیں سن سکا جس کا مرکز بمبئی سے تین سو میل دور تھا اور جو مسلسل شمال مغرب کی طرف بڑھ رہا تھا۔

☆============☆============☆

جگن ناتھ نے فون پر سنیل شرما کو صورت حال بتائی۔ سنیل شرما نے اسے کھانے کی چھٹی دے دی۔ اس کا گھر قریب تھا لہٰذا وہ کھانا کھانے گھر چلا گیا۔ اسے توقع تھی کہ بیوی کا موڈ بہت خراب ہوگا مگر خوش گوار خیر مقدم اس کے لیے حیرت کا باعث تھا۔

"جگن.......... ابھی تم کام سے فارغ تو نہیں ہوئے ہوگے۔ اتنی جلدی ناممکن ہی نہیں۔" گیتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس آدھے گھنٹے کی مہلت ملی ہے۔" جگن نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں کھانا لگاتی ہوں۔"

"میں اتنی دیر میں نہا آؤں۔"

جگن باتھ روم میں چلا گیا۔ بھاگ دوڑ کی وجہ سے وہ پسینے میں نہا رہا تھا۔ اس کا پورا جسم چپچپا رہا تھا۔ نہا دھو کر، کپڑے بدل کے وہ باہر آیا تو گیتا کھانا لگا چکی تھی۔

"میں نے ریڈیو پر خبر سنی ہے۔ تم اسی پر کیس پر کام کر رہے ہو نا؟" گیتا نے کھانے کے دوران کہا۔ "مجھے اپنے صبح کے رویے پر افسوس ہے۔"

"مجھے بھی افسوس ہے کہ میری وجہ سے تمہارا دن خراب ہوا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے کچھ ضروری کام نمٹا لیے اس دوران۔ پتا ہے، میں شناختی کارڈ آفس بھی چلی گئی تھی۔ توبہ، کیا جھنجٹ ہے۔ فارم بھرو، فنگر پرنٹس دو، تصویر کھنچواؤ۔ درد سر ہے اچھا خاصا۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ جگن عجیب سی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کیا ہوا.......... کیا بات ہے جگن؟"

"کچھ نہیں۔ ایک عجیب سا خیال آگیا تھا۔" جگن نے کہا "یہاں ایسے غیر ملکی بھی ہیں جو کانٹریکٹ پر یہاں آئے ہوئے ہیں۔ ان کو شناختی کارڈ بنوانے کا حق حاصل ہے۔"

"تو پھر؟"

"امریکی سفارت کار کے اغوا کی واردات میں ایک غیر ملکی ملوث ہے۔ اس کے فنگر پرنٹس ہمارے پاس موجود ہیں۔ خیال تو یہی ہے کہ وہ کوئی امریکی سیلر ہے۔ مگر ممکن ہے، یہاں کسی کمپنی میں کانٹریکٹ پر آیا ہوا غیر ملکی ہو۔ غیر ملکیوں کی تعداد زیادہ تو نہیں

ہوگی۔ چیکنگ آسانی سے کی جاسکتی ہے۔ بات بن گئی تو اچھا ہے، نہیں بنی تو کوئی نقصان بھی نہیں۔ میں ذرا ایک فون کرلوں۔"

☆============☆============☆

ایس پی سنیل کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ "کچھ ہی دیر پہلے میں وبھاکر کو بتا رہا تھا کہ محکمہ آبادی کا ریکارڈ اس انداز میں کام نہیں کرتا۔ نام معلوم ہو تو فنگر پرنٹس نکالے جاسکتے ہیں لیکن فنگر پرنٹس کے ذریعے نام نہیں معلوم کیا جاسکتا۔ اس سسٹم کو الٹا چلانے کی کوشش کی گئی تو لاکھوں افراد کے ریکارڈ کی چھان بین میں مہینے لگ جائیں گے۔ یہ ممکن ہی نہیں.........."

"لیکن غیر ملکیوں کی تعداد تو بمشکل سیکڑوں میں ہوگی۔ صرف شناختی کارڈ کی غیر ملکیوں کی درخواست کو چیک کرکے مردوں کو الگ کرلیا جائے۔ اس میں کوئی دشواری.........."

"اس میں بھی کئی دن لگیں گے جگن ناتھ۔"

"کچھ نہ ہونے سے تو بہتر یہی ہے جناب۔"

"ٹھیک ہے جگن۔"

☆============☆============☆

دہلی میں امریکی سفارت خانے میں ایک ریڈیو روم بھی تھا۔ تین بجنے میں پانچ منٹ پر آپریٹر نے اپنے طاقت ور شارٹ ویو ریسیور کو وارم اپ کیا۔ پھر اس نے میز پر رکھے ٹیپ ریکارڈر کا پلگ ریڈیو سے منسلک کیا اور ٹیپ ریکارڈر کو آن کر دیا۔ چند فٹ ٹیپ ٹیسٹ کرنے کے بعد اس نے ٹیپ ریکارڈر کو سیٹ کر دیا اور یہ چیک کیا کہ ریسیور مطلوبہ فریکوئینسی پر سیٹ ہے۔ اس ریسیور میں جدید ترین اور نہایت حساس آلات نصب تھے لیکن کشمیر لبریشن فرنٹ والوں کے پاس بہت معمولی ٹرانسمیٹر تھا، اس لیے نشریات صاف نہیں ہوتی تھیں۔ البتہ ٹیپ ریکارڈر ریکارڈنگ کے دوران انہیں صاف کر دیتا تھا۔

آپریٹر نے کانوں پر ہیڈ فون لگایا اور کرسی سے ٹیک لگا کر پاؤں پھیلاتے ہوئے سگریٹ سلگالی۔ نشریات کا وقت تین بجے تھا۔

ٹھیک تین بجے ہوا کے دوش پر کشمیر کا ترانہ گونجا۔ آپریٹر نے ریکارڈر کا بٹن دبا دیا۔ اب نشریات ریکارڈ ہو رہی تھیں۔

چالیس سیکنڈ تک وہ بے دھیانی سے سنتا رہا۔ موسیقی نشر ہو رہی تھی۔ رزمیہ موسیقی۔ موسیقی تھمی تو اناؤنسر کی آواز سنائی دی۔ "یہ صدائے کشمیر ہے.......... کشمیر لبریشن فرنٹ کی آواز۔ ہم خون میں نہائے ہوئے مظلوم کشمیر سے آپ سے مخاطب ہیں.......... اب آپ انگریزی میں ہمارا خصوصی بلیٹن سنیں گے۔"

چند لمحے خاموشی رہی پھر ایک اور آواز ابھری "کشمیر لبریشن فرنٹ کی ملٹری ہائی کمان اعلان کرتی ہے کہ انہوں نے امریکی ملٹری کے ایک اہم ایجنٹ کو پکڑ لیا ہے۔ یہ آپریشن آج صبح بمبئی میں کشمیر لبریشن فرنٹ کے ایک خصوصی یونٹ نے مکمل کیا۔ قیدی ایجنٹ اس وقت فرنٹ کے قبضے میں ہے۔"

کرسی پر بیٹھے آپریٹر کا جسم تن گیا۔ اس نے سگریٹ بجھائی اور آواز کچھ بڑھا دی۔

"امریکی ایجنٹ کا نام ڈیوڈ کیلی ہے۔ اس نے اعتراف کر لیا ہے کہ وہ سی آئی اے کا سینئیر آفیسر ہے اور کشمیر اور پاکستان کے خلاف کارروائیوں میں مصروف رہا ہے۔ اس لحاظ سے اسے جنگی قیدی سمجھا جائے گا۔ اس پر جنگی مجرم کی حیثیت سے مقدمہ چلایا جاسکتا ہے۔ جرم ثابت ہونے کی صورت میں مروجہ بین الاقوامی قانون کے تحت اسے سزائے موت بھی دی جاسکتی ہے۔"

آپریٹر نے کاغذ اور پنسل سنبھالی اور نوٹس لینے لگا۔

"تاہم ہم غیر ضروری طور پر انسانی جانوں سے کھیلنا پسند نہیں کرتے۔ اس لیے ہم ڈیوڈ کیلی کو بغیر کوئی ضرر پہنچائے واپس کرنے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ ہمارے ان لیڈروں کو رہا کر دیا جائے جنہیں غاصب بھارتیوں نے مقدمہ چلائے بغیر قید کر رکھا ہے۔"

آپریٹر نے دروازے کی طرف منہ کیا اور چیخ کر کہا "آرتھر.......... جلدی سے یہاں آؤ۔"

نشریہ اختتام کو پہنچ رہا تھا۔ "ان مجاہد لیڈروں کی فہرست اور تفصیلی شرائط جلد ہی پیش کر دی جائیں گی۔"

نشریے کے بعد ولولہ انگیز قومی نغمے شروع ہو گئے۔ آپریٹر نے ریسیور سیٹ آف کیا پھر اس نے ریوائنڈ کرنے کے بعد ٹیپ سنا۔

دس منٹ بعد امریکی سفیر اپنے کمرے میں ٹیپ سن رہا تھا۔ بیس منٹ بعد نشریے کا متن امریکی قونصل جنرل کے سامنے تھا۔ ساتھ ہی پیغام بھی کہ سفیر صاحب بھی اگلی فلائٹ سے بمبئی پہنچ رہے ہیں۔

امریکہ میں اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کو اس تازہ ترین صورت حال سے مطلع کر دیا گیا تھا۔

☆==========☆==========☆

چار بجے تک صورت حال یہ تھی کہ سنیل تفتیش میں کامیابی کے نام پر صرف اتنا کہہ سکتا تھا کہ ائرپورٹ کے پارکنگ لاٹ میں ڈاک خانے کی وہ ڈاک گاڑی مل گئی تھی جس کی چوری کی رپورٹ پوسٹ آفس والوں نے صبح نو بجے درج کرائی تھی۔ گشتی پولیس کے لوگوں کو وہ ڈاک گاڑی یاد تھی۔ وہ جرم سے چند منٹ پہلے ٹھیک اسی جگہ کھڑی تھی جہاں بعد میں امریکی سفارت کار کی کار کھڑی پائی گئی۔ گشتی پولیس والے اس وقت مسروقہ کاروں کی تلاش میں نکلے تھے اور انہوں نے ڈاک گاڑی پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ انہیں یہ بھی یاد نہیں تھا کہ گاڑی میں کوئی موجود تھا یا نہیں۔

سرنگ کا وڈیو ٹیپ چیک کیا گیا تو پتا چلا کہ یہی ڈاک گاڑی سرنگ بند ہونے سے ایک سیکنڈ پہلے پونا والی سائیڈ گئی تھی... سرنگ کے اس حصے سے جسے سرنگ کے دوسرے حصے کی صفائی کا آپریشن شروع کرنے کے لئے عام ٹریفک کے لیے بند کیا جا رہا تھا۔

"لیبارٹری والے ڈاک گاڑی کو کھنگال رہے ہیں۔" ٹریفک پولیس آفیسر نے کہا "شاید انہیں کوئی اہم سراغ مل جائے۔"

"مشکل ہی ہے۔ قسمت ساتھ ہی نہیں دے رہی۔" سنیل موہن بولا۔ وہ مایوس تو نہیں ہوا تھا لیکن تفتیش کی سست رفتاری پر اسے تشویش ضرور ہو رہی تھی۔ ایک گھنٹے بعد ہنگامی کمیٹی کی ایک اور میٹنگ ہونے والی تھی۔ یعنی اسے امریکیوں کا سامنا کرنا تھا.......... اور اس کے پاس انہیں بتانے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ اس میٹنگ میں

شریک نہیں ہونا چاہتا تھا لیکن کمشنر کا اصرار تھا کہ اسے پروگریس رپورٹ دینی ہی ہوگی۔

وہ پریشان تھا کہ پروگریس تو ہے نہیں اور پروگریس رپورٹ دینی ہے۔ وہ نارکوٹکس انسپکٹر وبھاکر پر انحصار کر رہا تھا۔ وبھاکر اس وقت سیلرز کی شناختی پریڈ اٹینڈ کر رہا تھا۔

اس کا ایک نائب ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھے اسے اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔

"ایکسکیوزمی سر.......... وہ فنگر پرنٹس اسکواڈ کا انچارج' جو آپ کے پاس آیا تھا' اس کا فون ہے۔ وہ کہتا ہے کہ شاید ایک سراغ مل گیا ہے۔"

"کیا؟" سنیل نے بے یقینی سے کہا اور فون کی طرف جھپٹا۔

"یہ درست ہے چیف۔" دوسری طرف سے ٹیکنیشن نے کہا "ابھی وثوق سے تو نہیں کہا جاسکتا لیکن منشیات فروش یاؤ کے فلیٹ میں ایک دیوار پر انگوٹھے کا ایک نشان ملا تھا۔ وہ شناختی کارڈ کی ایک درخواست کے فارم کے فنگر پرنٹس سے میچ کرتا ہے۔ دراصل خوش قسمتی سے ہم نے یونہی تازہ درخواستوں کو چیک کرنا شروع کر دیا تھا.........."

"مجھے نام بتاؤ بھائی۔ وقت ضائع نہ کرو۔ مجھے نام پتا چاہئے۔" سنیل نے بے صبرے پن سے کہا۔

"نام ہے پیٹرک لنڈسے۔ قومیت برطانوی ہے۔ یہاں گپتا فارماسیوٹیکل کمپنی میں کانٹریکٹ پر آیا ہوا ہے۔"

سنیل نے یہ تمام کوائف نوٹ کیے اور ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ پھر وہ اپنے نائب کی طرف مڑا۔ "اس پتے کو چیک کراؤ فوراً۔" اس نے کاغذ کا پرزہ اس کی طرف بڑھایا۔

☆==========☆==========☆

وبھاکر پانچ بجنے میں دس منٹ پر سی آئی ڈی سینٹر واپس آیا۔ اس کے چہرے پر مایوسی تھی۔ سنیل اپنی میز پر کچھ کاغذات لیے بیٹھا تھا۔

"کوئی اچھی خبر؟" سنیل نے پوچھا۔

"نہیں سر۔" وبھاکر نے جواب دیا۔ "مجھے یقین تھا کہ کچھ نہ کچھ.........."

"چھوڑو اس بات کو۔" سنیل نے کہا "یہ دیکھو.......... تمہارا سیلر یہ تو نہیں؟"

اس نے کاغذات وبھاکر کی طرف بڑھا دیے۔

وہ کچھ چھپے ہوئے فارم تھے جن میں خالی جگہیں فلم سے بھری گئی تھیں۔ وبھاکر نے فارم الٹے۔ تیسرے فارم پر ایک تصویر لگی ہوئی تھی۔

سنیل نے وبھاکر کی آنکھوں میں شناسائی کی چمک دیکھ لی۔

"ہاں چیف.......... یہی ہے۔" وبھاکر چلایا۔ "شبے کی گنجائش ہی نہیں۔ سو فیصد وہی ہے یہ لیکن آپ کو.........."

"اگر یہ وہی ہے تو یہ وضاحت بھی تم ہی کرو گے کہ یہ شخص تین ماہ پہلے بمبئی سے جا چکا ہے اور جب سے اب تک یہاں نہیں آیا ہے۔"

"ناممکن!"

"امیگریشن والے اپنا ریکارڈ چھان چکے ہیں۔ شناختی کارڈ کے لیے یہ درخواست فارم ۹ مئی کو جمع کرایا گیا تھا اور ۱۰ مئی کو یہ شخص لندن چلا گیا۔"

"عجیب بات ہے۔ اگر اسے جانا ہی تھا تو شناختی کارڈ کے لیے درخواست دینے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اور اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ ۲۱ اگست کو شناختی کارڈ اس شخص نے وصول کر لیا۔" سنیل بولا۔

"اسی شخص نے؟"

"یہ اچھا سوال ہے۔ میرا خیال ہے' کسی نے طریق کار سے فائدہ اٹھایا ہے۔ کیسے؟ یہ میں نہیں بتا سکتا۔ لیکن اگر تمہیں یقین ہے کہ یہ وہی سیلر ہے تمہارا تو یہ بھی طے ہے کہ اس کا نام لنڈسے نہیں ہے۔"

"مگر اس سے ثابت کچھ بھی نہیں ہوتا۔"

"بظاہر تو کچھ بھی نہیں۔ ہمیں سراغ کے طور پر ایک بے نام چہرہ ملا ہے۔" سنیل نے کہا "فی الحال تو میں چیف منسٹر ہاؤس جارہا ہوں میٹنگ میں۔ تم چاہو تو اتنی دیر چھٹی کر سکتے ہو۔"

"میں ابھی وہاں جاؤں گا جہاں سے یاؤ ڈالر بدلواتا تھا۔ وہاں سے تاریخیں مل سکتی

ہیں۔ ممکن ہے' کوئی بات بن جائے۔"

"بات تو اب بن ہی جانی چاہیے۔" سنیل نے کہا پھر وہ اپنے نائب کی طرف مڑا۔ "اب ہمیں لندن اسکاٹ لینڈیارڈ سے رابطہ کرنا ہوگا۔ ان سے کہو کہ یہ ایمرجنسی ہے۔ انہیں پیٹرک لنڈ سے نامی شخص کو تلاش کرنا ہے۔ یہ اس کا پتا اور پاسپورٹ نمبر ہے۔ یہ لندن پہنچنے کی تاریخ ہے۔" اس نے کاغذ اپنے نائب کی طرف بڑھایا۔

☆============☆============☆

ہنگامی کمیٹی کی میٹنگ ٹھیک پانچ بجے شروع ہوئی۔ اس بار شرکاء میں کچھ تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ آرتھرڈی سوزا نے شرکت سے معذرت کرتے ہوئے جگن ناتھ کو اپنی نیابت سونپ دی تھی۔ امریکیوں کی طرف سے سفیر ہیری گلبرٹ بھی میٹنگ میں شریک تھے۔ بمبئی کا قونصل خانہ انہی کی ماتحتی میں کام کرتا تھا۔

وزیراعلیٰ نے سفیر کا سب سے تعارف کرایا۔ سفیر نے بتایا کہ واشنگٹن سے انہیں خصوصی اختیارات تفویض کیے گئے ہیں اور اب وہ سی آئی اے اور اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی نمائندگی بھی کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ کشمیر لبریشن فرنٹ نے اس اغوا کی ذمہ داری قبول کرلی ہے۔

یہ آخری بات سن کر میٹنگ کے بھارتی شرکاء سناٹے میں آگئے۔ چند لمحے خاموشی رہی پھر سنیل نے کہا "آپ کو یہ بات کب معلوم ہوئی؟"

"ریڈیو صدائے کشمیر نے تین بجے اعلان کیا تھا۔ خصوصی بلیٹن نشر کیا گیا تھا۔" سفیر صاحب نے بتایا۔

سنیل کو غصہ آگیا۔ "ہمیں فوری طور پر معلوم ہونا چاہیے تھا۔ اس طرح ہمیں تفتیش کا رخ متعین کرنے میں مدد ملتی۔"

"سنیل!" وزیراعلیٰ نے اسے ٹوکا۔

لیکن سفیر پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ "ہمیں اس سلسلے میں انکوائری کرنا تھی۔" انہوں نے پُرسکون لہجے میں کہا "کشمیریوں نے کچھ قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا ہے۔ مجھے اس سلسلے میں آپ کے وزیراعظم سے بات بھی کرنا تھی لیکن وزیراعظم رضامند نہیں

ہیں۔ تاہم انہوں نے کابینہ کا اجلاس طلب کرلیا ہے۔"

"مگر آپ کو............"

وزیراعلیٰ نے ہاتھ کے اشارے سے سنیل کو روک دیا پھر وہ سفیر سے مخاطب ہوا۔ "آپ نے بے حد ڈرامائی خبر سنائی ہے۔ بہرحال' اب آپ تفتیش کی پروگریس رپورٹ سن لیں۔ ہاں سنیل............"

سنیل ابھی تک غصے میں تھا تاہم اس نے اپنے لہجے پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے اب تک کی تفتیش کا حال سنایا۔ ڈاک گاڑی کا ملنا' فنگر پرنٹس کا میچ کرنا' مجرموں کے ایک ممکنہ ساتھی کی تصویر جس کی شناخت ابھی تک نہیں ہوسکی تھی۔

امریکی سفیر بے چینی سے پہلو بدلتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا "مجھے تو ان تمام باتوں میں کوئی ربط نظر نہیں آتا۔ ڈیوڈ کیلی کشمیریوں کے قبضے میں ہے یعنی کشمیر میں ہے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ اس جرم میں ایک امریکی بھی ملوث ہے۔"

"میں بصد احترام آپ کو یاد دلادوں کہ آپ محض کشمیریوں کے دعوے کی بنا پر یہ بات کہہ رہے ہیں۔" سنیل نے کہا۔

"تم کہتے ہو کہ ڈاک گاڑی ائرپورٹ کے پارکنگ لاٹ میں ملی ہے۔ اس سے تو یہی لگتا ہے کہ وہ اسے جہاز کے ذریعے لے گئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے' مجرم ہمیں باور بھی یہی کرانا چاہتے تھے۔ لیکن ان کا جہاز پر سوار ہونا اتنا آسان نہیں۔ سیکیورٹی بہت سخت ہے۔ خاص طور پر ہتھیاروں کے سلسلے میں بہت سخت چیکنگ ہوتی ہے۔ اور پھر فوراً ہی ائرپورٹ سیکیورٹی کو الرٹ کردیا گیا تھا۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ کشمیری جھوٹ بول رہے ہیں؟"

"نہیں۔ وہ بلاوجہ اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔" سنیل نے اعتراف کیا۔ "لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام وہ خود نہیں کرسکتے۔ دہلی میں ان کا زور ہے لیکن بمبئی کی بات مختلف ہے اور میں جس امریکی کی بات کر رہا ہوں' ممکنہ طور پر کیلی کے باڈی گارڈ کو اسی نے شوٹ کیا ہے۔ ممکن ہے' اس کی خدمات کرائے پر حاصل کی گئی ہوں۔ دہشت گرد تنظیمیں پہلے بھی ایسا کرتی رہی ہیں۔ لیکن اگر کشمیری یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ کیلی کو

ہمارے علاقے سے نکالا جا چکا ہے تو وہ یقینی طور پر جھوٹ بول رہے ہیں۔ اسی لیے یہاں دباؤ ڈالے رکھنا ضروری ہے اور میرا خیال ہے' آپ بھی اس کے حق میں ہوں گے؟" یہ آخری بات سنیل نے پولیس کمشنر سے مخاطب ہو کر کہی تھی۔

کمشنر شرما نے پُرخیال انداز میں سر کو تفہیمی جنبش دی پھر وہ جگن ناتھ کی طرف مڑا۔ "تم نے صبح کشمیر لبریشن فرنٹ کو لسٹ سے خارج کر دیا تھا۔ ان کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟"

"کچھ بھی نہیں سر۔ ہمارے خیال میں یہاں ان کی سرگرمیاں کبھی شروع ہی نہیں ہو سکیں۔ اب یا تو ہم سے اندازے کی بدترین غلطی ہوئی ہے یا پھر انہوں نے یہ کام کرائے کے آدمیوں سے کروایا ہے لیکن مقامی مدد کے بغیر۔"

"کیا یہ ممکن ہے؟" وزیراعلیٰ نے پوچھا۔

"کچھ بھی ممکن ہے سر۔ میں بہرحال یہ بات اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ کشمیری یہاں سرگرم عمل ہوتے تو ہمیں ضرور علم ہوتا۔"

"میں پھر اسی مقام سے بات کروں جہاں سے شروع ہوئی تھی۔" امریکی سفیر نے کہا۔ وہ ایک منجھا ہوا سیاست دان تھا اور جانتا تھا کہ کس وقت گفتگو کا رخ موڑنا چاہیے.......... اور کس وقت خود کو نمایاں ترین پوزیشن میں لایا جا سکتا ہے۔ اسی وقت وزیراعلیٰ کا ایک باوردی خدمت گار کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے وزیراعلیٰ کی طرف ایک کاغذ بڑھایا۔ سفیر اس کے باہر جانے کا انتظار کرتا رہا۔

وزیراعلیٰ نے اپنے چشمے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "آپ فرمائیں یور ایکسیلنسی میں سن رہا ہوں۔"

"میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اب جبکہ کشمیریوں نے اغوا کی ذمے داری قبول کر لی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ کم از کم ان سے مذاکرات ضرور کریں۔ میں آپ لوگوں کی تفتیشی کارروائی کو ہرگز غیر ضروری قرار نہیں دے رہا ہوں۔ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ حکومت امریکہ کو اپنے ملازم کے تحفظ کی براہ راست ذمے داری قبول کرنی چاہیے۔ میں آپ کو بتا دوں کہ مجھے سیکرٹری آف اسٹیٹ اور سی آئی اے کے ڈائریکٹر نے خصوصی

اختیارات سونپے ہیں۔ مجھے ہدایت دی گئی ہے کہ مسٹر کیلی کی بحفاظت واپسی کے لیے ہر ضروری قدم اٹھاؤں۔"

"تو کیا آپ زر تاوان کی ادائیگی پر بھی تیار ہو جائیں گے؟" پولیس کمشنر شرما نے سفیر سے پوچھا۔

"بھارتی حکومت کشمیری قیدیوں کی رہائی پر آمادہ نہیں۔ ایسے میں ہم اور کیا کر سکتے ہیں؟ ہم خود ان سے بات کریں گے۔ زر تاوان ایک اچھا متبادل ہے۔" سفیر نے بے حد اطمینان سے کہا۔

"مجرموں سے سمجھوتا کرنا' انہیں رقم ادا کرنا میرے نزدیک بہت بڑا جرم ہے۔" سنیل نے کہا" اگر مجرم ابھی ہمارے علاقے میں موجود ہیں تو.........."

"یہ بات تم کس بنیاد پر سوچ رہے ہو کہ وہ ابھی تمہارے علاقے میں موجود ہیں؟" سفیر نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میرا اندازہ ہے۔ میری چھٹی حس بتاتی ہے کہ.........."

"اندازہ! چھٹی حس!" سفیر نے کوٹ کی آستین ہٹائی اور کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا۔ "نو گھنٹے کی تمہاری تفتیش کا یہ نتیجہ ہے.......... چھٹی حس اور اندازہ۔" سفیر کے لہجے میں حقارت تھی۔

سنیل کے لیے غصہ ضبط کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ کمشنر شرما کی طرف مڑا۔ اس کے لہجے میں گھٹی گھٹی التجا تھی۔ "سر.......... یہ ہرگز اس بات کا جواز نہیں.........."

"حضرات.......... میرے پاس ایک اہم خبر ہے۔" اچانک وزیراعلیٰ راؤ نے کہا۔ اس کے سامنے ایک ٹیلی پرنٹڈ پیغام رکھا تھا۔ "یہ ٹیلیکس مجھے موصول ہوا ہے.......... کشمیر کے وزیراعلیٰ شیخ کی طرف سے۔ اس نے بھی صدائے کشمیر کا نشریہ سنا تھا۔ اس نے مسٹر کیلی کی رہائی کے لیے ثالثی کی خدمات کی پیشکش کی ہے۔"

سفیر کی آنکھوں میں چمک لہرائی۔ "میں ہر اس شخص کا شکر گزار ہوں گا جو اس سلسلے میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے گا۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا "لیکن سوال یہ ہے کہ آپ کے وزیراعلیٰ کے کشمیر لبریشن فرنٹ سے روابط کیسے ہو سکتے ہیں؟"

"کشمیر کی وزارت اعلیٰ پھولوں کی سیج نہیں ہے جناب۔ شیخ بہت اچھا سیاستدان ہے۔" وزیراعلیٰ راؤ کے لہجے میں شیخ کے لئے ستائش تھی۔ "وہ نہ ہوتا تو اب تک کشمیر میں جانے کیا کچھ ہو چکا ہوتا۔ حکومت کو اس کی پالیسیوں سے اختلاف ہے لیکن ان کے پاس کوئی متبادل آدمی نہیں۔ شیخ کے کشمیر لبریشن فرنٹ کی ہائی کمان سے بھی روابط ہیں۔ اس کی پیشکش بے معنی نہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو وہ ثالثی کے لیے بہت مناسب آدمی ہے۔" سفیر نے کہا "وہ ان سے براہ راست رابطہ بھی کر سکتا ہے۔ کیوں ہاورڈ؟"

"جی ہاں جناب۔" ہاورڈ کوش نے کہا۔

"تو پھر ہمیں فوری طور پر اس سے بات کرنی چاہیے۔" سفیر نے کہا۔ پھر وہ وزیر اعلیٰ کی طرف مڑا۔ "بشرطیکہ آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو کیونکہ یہ پیغام آپ کے نام تھا۔ اب بہرحال گیند ہمارے کورٹ میں ہے۔ ہاں' ایک بات اور۔" وہ کہتے کہتے رکا پھر بولا "اگر ہمارے مذاکرات ہوتے ہیں تو آپ کی طرف سے کوئی ایسا ویسا اقدام ہمارے لیے پریشانی اور شرمندگی کا باعث ہو سکتا ہے۔ آپ لوگ ہمیں اپنے اقدامات سے باخبر رکھیے گا۔ بلکہ پہلے ہم سے مشورہ کر لیں تو بہتر ہوگا۔"

"ضرور۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہوگا کہ آپ کا مشورہ قبول بھی کیا جائے۔ فیصلے تو ہم ہی کریں گے۔ میرے صوبے.......... میرے دائرہ اختیار سے باہر آپ کچھ بھی کریں' کیسی ہی سودے بازی کریں لیکن میرے صوبے کی حد میں یہ ایک قتل اور اغوا برائے تاوان کا سنگین ترین کیس ہے جس کے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانا میرے ان پولیس افسروں کا فرض ہے۔" راؤ نے دو ٹوک لہجے میں کہا۔

"بالکل ٹھیک فرمایا آپ نے۔" سنیل نے بہ آواز بلند تائید کی۔

☆============☆============☆

کھوہ میں لیٹنے کے لیے ایک فولڈنگ بیڈ بھی تھا۔ وہ اس پر لیٹا۔ کئی بار اس کی آنکھ بھی لگی لیکن ہر بار محض چند منٹ بعد کسی نئی تکلیف کے احساس نے اسے جگا دیا۔ اس کا زنجیر سے بندھا ہوا ٹخنہ اب بری طرح دکھ رہا تھا۔ اس کی سوچ اپنی ابتلا پر ٹکنے کے بجائے بملا کی طرف رخ کرتی تھی۔ بملا نے جاتے وقت جو اصطلاح استعمال کی تھی۔ آزمائشی علیحدگی' وہ اسے بہت عجیب لگی تھی.......... جیسے آزمائشی پرواز!

حقیقت تو یہ ہے کہ وہ دونوں اب ایک دوسرے کے لیے نازک جذبوں سے محروم ہو چکے تھے۔ اس کے باوجود علیحدگی کے خیال سے اسے تکلیف ہوتی تھی.......... اور اسے یقین تھا کہ بملا کے بھی یہی محسوسات ہوں گے۔

ویسے وہ اپنی صورت حال پر ذہنی طور پر کسی عذاب سے دوچار نہیں تھا۔ وہ خود کو حقائق سے دور ہوتا.......... کتنا محسوس کر رہا تھا۔ وقت کی قید سے آزاد اس زنداں میں وہ نیند اور بیداری کی کیفیت میں مبتلا تھا۔ باہر سے گفتگو کی دھیمی دھیمی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ریڈیو بھی دھیمی دھیمی آواز میں بج رہا تھا۔

ان لوگوں نے اس سے اس کی گھڑی لے لی تھی۔ وقت کا اندازہ وہ بس روشنی سے لگا سکتا تھا۔ اپنے اندازے کے مطابق شام کو پھر اس کی آنکھ لگ گئی۔ پھر وہ جاگا تو خطرے کے ایک احساس کے تحت جاگا۔ اس نے آنکھ کھول کر دیکھا۔ دو ہیلمٹ پوش افراد کھوہ میں داخل ہو رہے تھے۔ وہی دونوں تھے جنہیں وہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ قوی الجثہ شخص کے' جو اس کے خیال میں امریکی تھا' ہاتھ میں ٹرانزسسٹر تھا۔

"ہیلی کاپٹر آ رہا ہے۔" قوی الجثہ شخص نے اس سے کہا۔ "تم بس خاموش اور

ساکت پڑے رہنا۔"

وہ دونوں سامنے والی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ دونوں کچھ اعصاب زدہ لگ رہے تھے۔ کوئی آدھے منٹ بعد ڈیوڈ کیلی نے بھی ہیلی کاپٹر کی آواز سن لی۔ وہ آواز بڑھتی گئی۔ کھوہ کے اوپر سے گزرتے ہوئے تو وہ کان پھاڑنے والی آواز تھی اور ہیلی کاپٹر اتنا قریب محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے اندر جھپٹ کر کھڑے ہونے اور مدد کے لیے پکارنے کی دیوانی خواہش بری طرح مچلی تھی۔ پھر سر پر سے گزرنے والی وہ آواز ہلکی ہوتے ہوتے معدوم ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی بے سبب اور موہوم امید بھی اسے تنہا چھوڑ گئی۔

قوی الجثہ شخص نے اطمینان کی سانس لی۔ "یہ تمہیں ہی تلاش کر رہا تھا۔" اس نے کیلی سے کہا "تم خاصی توپ چیز ہو۔ ہے نا؟ ریڈیو پر خبریں سننا چاہتے ہو؟ خبریں بھی تمہارے ہی متعلق ہوں گی۔"

اس نے ٹرانزسسٹر نیچے ریت پر رکھا اور اسے آن کر دیا۔ کھوہ میں آواز ٹھیک نہیں آرہی تھی۔ اس نے والیوم کچھ بڑھا دیا۔ اتنی دیر میں کیلی اس کے لہجے کو پہچان چکا تھا۔ وہ بوسٹن والوں کا مخصوص لہجہ تھا۔

ریڈیو سے خبریں پہلے ہی شروع ہو چکی تھیں۔ نیوز ریڈر کہہ رہا تھا.......... امریکی سفارت کار ڈیوڈ کیلی کے اغوا کی ذمے داری کشمیر کی دہشت گرد اور علیحدگی پسند تنظیم کشمیر لبریشن فرنٹ نے قبول کرلی ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ڈیوڈ کیلی اس وقت کشمیر میں ان کی تحویل میں ہے۔ کشمیر کے وزیر اعلیٰ شیخ نے امریکہ اور کشمیر لبریشن فرنٹ کے درمیان ثالث کی حیثیت سے اپنی خدمات پیش کی ہیں..........

ڈیوڈ کیلی بے ساختہ اٹھ کر قوی الجثہ کی طرف بڑھا۔ اگلے ہی لمحے زنجیر نے اسے روک دیا "یہ کشمیر تو نہیں.........."

"ہو سکتا ہے، ہو۔ خبریں سنو۔"

ڈیوڈ کیلی پھر اپنے بیڈ پر ڈھیر ہو گیا۔ چند سیکنڈ کی خبریں نکل چکی تھیں۔

.... فرنٹ نے بھارت میں قید کشمیری دہشت گردوں کی رہائی کا مطالبہ کیا

ہے۔ وزیراعظم نے اس امکان کو مسترد کر دیا ہے کہ بھارت یہ مطالبہ پورا کرسکے گا۔ بمبئی میں پولیس، آرمی اور ائرفورس کی مدد سے اغوا ہونے والے سفارت کار کو تندہی سے تلاش کر رہی ہے لیکن ابھی تک کوئی اہم سراغ نہیں مل سکا.........."

قوی الجثہ شخص نے ریڈیو بند کر دیا۔ پھر وہ ڈیوڈ کی طرف مڑا۔ "اب بولو، کیا کہتے ہو؟"

"تم کسے بے وقوف بنا رہے ہو؟ کشمیر لبریشن فرنٹ اور تم؟" ڈیوڈ نے تند لہجے میں کہا۔

"تم ہمارے ممبر شپ کارڈ دیکھنا چاہتے ہو کیا؟"

"تم امریکی ہو اور یہ جگہ کشمیر بھی نہیں۔ وہ ہیلی کاپٹر.........."

"یہ کشمیر ہے یا نہیں، میں کشمیر لبریشن فرنٹ سے متعلق ہوں یا نہیں، اس بات کی کسے پروا ہے؟ دنیا کو.......... اور سی آئی اے کو تو یقین ہے اس پر۔ سی آئی اے، جو تمہیں رہا کرانے کے لئے بھاری تاوان ادا کرنے والی ہے۔ اتنا بھاری تاوان کہ تم تصور بھی نہیں کرسکتے۔ سمجھے ہیرو اور ہاں، اب کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ سینڈوچ اور سوپ میسر ہے۔ کھاؤ گے یا نہیں؟"

☆============☆============☆

میٹنگ ختم ہوتے ہی سب شرکاء تتر بتر ہو گئے۔ ہر ایک کو کوئی نہ کوئی اہم مصروفیت درپیش تھی۔ لابی میں جگن ناتھ نے ہاورڈ کوش کو جالیا۔ "آپ مجھے چند منٹ دے سکتے ہیں؟"

کوش کا انداز بہت محتاط تھا۔ میٹنگ کے دوران اسے محسوس ہوتا رہا تھا کہ جگن ناتھ اسے بہت غور سے دیکھ رہا ہے۔ "کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میں آپ سے کچھ پرائیوٹ گفتگو کرنا چاہتا ہوں؟"

کوش نے بے چینی سے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی اور بولا۔ "میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت میرے پاس فرصت ہے۔"

"میں آپ کو قونصلیٹ تک لفٹ دے سکتا ہوں۔" جگن بھی مصر تھا۔

"میرا ارادہ چہل قدمی کا تھا۔"

"تو میں آپ کے ساتھ چل لوں گا۔ اس میں آپ کا وقت بھی ضائع نہیں ہوگا۔"

اب کوش کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا تھا۔ اس نے کندھے جھٹک دیے۔ وہ ساتھ ساتھ چل دیئے۔ گرمی کافی تھی لیکن پیدل چلنا برا نہیں لگ رہا تھا۔ قونصلیٹ کے سیکیورٹی چیف ہورلیس اسٹینلے کے مقرر کردہ دو محافظ مناسب فاصلے سے ان کے پیچھے آرہے تھے۔ ایک محافظ آگے تھے۔

"تفتیش کے دوران مجھے مسٹر کیلی کے متعلق ایک بات معلوم ہوئی ہے۔" جگن نے کہا "ایسی بات جس میں مجھے ٹانگ نہیں اڑانی چاہیے۔"

"کیسی بات؟"

"بظاہر اس کا اس اغوا والے معاملے سے تعلق نہیں لیکن کون جانے۔ بعض اوقات غیر اہم باتیں ہی اہم ثابت ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر سوشین سے رابطہ مسٹر کیلی ہی کا تھا نا؟"

جگن ناتھ نے وہ نام بہت سرسری انداز میں کوش کی طرف اچھالا تھا۔ کوش چلتے چلتے رک گیا۔ چند لمحے وہ ساکت کھڑا فٹ پاتھ کو گھورتا رہا پھر بولا "یہ بات تم نے کہاں سے سنی؟"

"اگر میں اس سوال کا جواب دے سکتا ہوتا تو یہ بات میں نے میٹنگ میں کی ہوتی۔ یہ بات میرے اور آپ کے درمیان رہے تو اچھا ہے۔ یہی سوچ کر میں آپ سے ملا ہوں۔ یہ محض ایک اندازہ ہے مسٹر کوش' لیکن یہ اندازہ میں اکیلا نہیں لگا رہا ہوں۔ آپ ذرا احتیاط سے پیچھے کی طرف دیکھیں۔ آپ کو ایک نیلی ڈاٹسن نظر آئے گی۔ یہ پورا دن میرے پیچھے لگی رہی ہے۔"

کوش نے بڑی مشکل سے خود کو پلٹ کر دیکھنے سے باز رکھا۔ اس نے پھر چلنا شروع کر دیا۔ جگن ناتھ اس کے ساتھ تھا۔

"دیکھیں مسٹر کوش' میں غیر ضروری تجسس نہیں کرتا۔ مجھے بس اپنی تفتیش کی فکر رہتی ہے۔"

کوش پھر چلتے چلتے رک گیا۔ جگن کو دیکھتے ہوئے اس کی نگاہوں میں سنجیدگی تھی۔

"مسٹر ناتھ' میں اور آپ حلیف ہیں آپس میں اور حلیفوں کو یہ خیال بھی رکھنا پڑتا ہے کہ اپنے حلیف کی کوئی غیر ضروری بات وہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کریں۔"

"میں آپکو یقین دلاتا ہوں مسٹر کوش کہ ہم نے تفتیشی کارروائی میں آپ سے کچھ بھی نہیں چھپایا ہے۔"

"اب میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مسٹر کیلی اور سوشین کے تعلق کا مسٹر کیلی کے اغوا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"یہ آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"میں تمہیں بس اتنا کہوں گا' اس سے زیادہ ایک لفظ بھی نہیں اور وہ بھی اس تفہیم کے ساتھ کہ یہ بات آگے نہیں بڑھے گی۔ سوشین نے چار پانچ ماہ پہلے ایک پیغام بھیجا تھا کہ وہ دوبارہ امریکہ آنا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے ایک قابل اعتماد دوست کے ذریعے رابطہ کیا تھا۔ معاملہ بہت اہم تھا لہٰذا ڈیوڈ کیلی اسے خود ہی ہینڈل کر رہا تھا۔ اب تم سمجھ سکتے ہو کہ ڈیوڈ کیلی کی بحفاظت واپسی کتنی اہم ہے۔ سوشین کا نمائندہ کیلی کے سوا کسی سے بات کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔" یہ کہہ کر کوش چل پڑا۔ اس بار جگن ناتھ اس کے پیچھے نہیں تھا۔

☆============☆============☆

سی آئی ڈی سینٹر میں اب قدرے سکون تھا۔ تیزی ختم ہو چکی تھی۔ سنیل موہن اپنی جگہ بیٹھا تھا مگر اب اس کے انداز میں گرم جوشی نہیں تھی۔ کہا تو یہی گیا تھا کہ وہ اپنی تفتیش جاری رکھیں مگر سب جانتے تھے کہ معاملہ ان کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ یہ طے تھا کہ امریکی اپنے ایجنٹ کی واپسی کے لیے مذکرات کریں گے۔ پولیس کیا' دنیا کی کوئی طاقت انہیں روک نہیں سکتی تھی۔

جگن ناتھ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا' سنیل نے اسے بلا لیا۔ "تم فارغ ہونا جگن؟ مسز کیلی ابھی کچھ دیر پہلے بمبئی واپس پہنچی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس سے مل لو۔ میں نے آج صبح فون پر کلکتہ اس سے بات کی تھی............ لاحاصل۔ لیکن میرا خیال

ہے کہ روبرو گفتگو فون کال سے زیادہ کار آمد ہوتی ہے۔ امریکی اسے چھپا کر رکھنے کے موڈ میں ہیں مگر تمہیں راستہ صاف کرنا تو آتا ہے نا۔"

☆------------☆------------☆

جگن ناتھ کو کواری ہل میں ڈیوڈ کیلی کے اپارٹمنٹ میں پہنچنے میں بیس منٹ لگے۔ اس وقت تک اندھیرا ہو چکا تھا۔ اس نے گیٹ پر موجود گارڈ کو اپنا پولیس کا کارڈ دکھایا اور پولیس کار باہر چھوڑ کر اندر چلا گیا۔ اپارٹمنٹ کا دروازہ ایک بھاری بھرکم مرد نے کھولا۔

"آپ کا تعلق پریس سے ہے نا؟" اس نے جگن کو دیکھتے ہی کہا۔ "مجھے افسوس ہے۔ مسز کیلی انٹرویو نہیں دیں............"

"میرا تعلق پولیس سے ہے۔" جگن نے پھر اپنے کارڈ کی نمائش کی۔

"آپ نے قونصل جنرل سے اجازت لے لی ہے؟"

"یہ دروازہ کھٹکھٹانے کے لیے مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔"

"دیکھو دوست' مسز کیلی بہت سخت مرحلے سے گزر رہی ہیں۔ فی الحال انہیں چھوڑ دو۔ وہ آرام کرلیں پھر............"

"کوئی حرج نہیں مسٹر الباک۔" یہ آواز مسز کیلی کی تھی۔ وہ دروازے پر چلی آئی تھی۔ اس کا قد نکلتا ہوا تھا۔ متناسب الاعضاء تھی۔ بال اور آنکھیں بے حد سیاہ اور بے حد خوبصورت تھے۔ "پلیز............ انہیں اندر آنے دیں اور ہمیں اکیلا چھوڑ دیں۔" اس نے مزید کہا۔

الباک نامی وہ شخص جگن کو بے حد ناگواری سے دیکھتے ہوئے ایک طرف ہٹا۔ جگن نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کیا۔ "شکریہ مسز کیلی۔" اس نے کہا "میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو چند منٹ سے زیادہ زحمت نہیں دوں گا۔"

"صبح ٹیلی فون پر آپ سے بات ہوئی تھی؟" بملا کیلی نے پوچھا۔ وہ اسے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔

"جی نہیں۔ فون میرے باس نے کیا تھا۔"

بملا نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اس کے مقابل بیٹھ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ

اپنی گود میں رکھ لیے۔ "بتائیے............ میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟"

"میں بے حد اختصار سے کام لوں گا۔ مجھے اندازہ ہے کہ آپ نے بہت سخت دن گزارا ہے۔" جگن نے کہا۔

"کچھ پئیں گے؟"

"نہیں۔ شکریہ۔"

بملا نے اصرار بھی نہیں کیا۔ وہ استفسار بھی اس نے خود کار انداز میں کیا تھا۔"

"دیکھیں............ ہمارا پہلا مسئلہ تو یہ جاننا ہے کہ آخر اغوا کرنے والوں نے آپ کے شوہر ہی کو کیوں منتخب کیا۔ حالانکہ یہ تو طے ہے کہ ان کی اہمیت کی وجہ سے ایسا ہوا۔ سوال یہ ہے کہ انہیں مسٹر کیلی کی اہمیت کا علم کیسے ہوا؟ سچ یہ ہے کہ اب تک ہم کچھ پیش رفت نہیں کر سکے ہیں۔"

"تو میں اس سلسلے میں کیا مدد کر سکتی ہوں؟"

"مسٹر کیلی کو اغوا کرنے سے پہلے مجرم عرصے سے ان پر نظر رکھے ہوئے ہوں گے۔ ان کے معمولات کا جائزہ لیتے رہے ہوں گے۔ خاص طور پر صبح یہاں سے دفتر روانگی کا۔ تو آپ نے گردو پیش میں کوئی غیر معمولی سرگرمی تو نہیں نوٹ کی تھی؟ کچھ اجنبی چہرے............ کاریں وغیرہ۔"

"آپ کے باس نے صبح فون پر یہی بات پوچھی تھی اور میں نے نفی میں جواب دیا تھا۔ اس کے بعد اب تک میں سوچتی رہی ہوں مگر میرا جواب اب بھی وہی ہے۔"

"اور کوئی غیر معمولی بات؟ کوئی نیا میٹر ریڈر' نیا پوسٹ مین وغیرہ؟"

وہ چند لمحے سوچتی رہی پھر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"اب میں ایک ذاتی سی بات کروں گا............ معذرت کے ساتھ۔" جگن نے کہا۔ "آپ اپنی سوشل لائف کے متعلق بتائیں۔ آپ تو ہندوستانی ہیں۔ باہر رہیں کافی عرصے۔ اب سات آٹھ ماہ سے یہاں ہیں۔ اس دوران آپ کن لوگوں سے گھلیں ملیں............ کن لوگوں سے تعلقات قائم ہوئے آپ کے؟"

بملا ہونٹ بھینچ کر مسکرائی۔ "کسی سے بھی نہیں۔ بس قونصلیٹ ہی کے کچھ لوگوں

سے تعلقات ہیں۔ میں تو بہت تنہا ہوں یہاں۔"

جگن ناتھ چند لمحے خاموش رہا۔ اسے اب الفاظ کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کرنا تھا۔ بالآخر اس نے کہا "مسز کیلی، ہم آپ کے شوہر کے کام کی نوعیت اور مصروفیت سے واقف ہیں۔ ہمارا کام ہی یہی ہے............"

"لیکن میں اس سلسلے میں زبان نہیں کھول سکتی۔" بلا نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"میں یہ کہہ بھی نہیں رہا ہوں۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ یہ بات کتنے لوگوں کو معلوم ہوگی؟"

"ڈیوڈ نے مجھے بتایا تھا کہ اس کے چھ سات ساتھیوں کے سوا یہ بات کوئی نہیں جانتا۔"

"اور قونصلیٹ کے باہر؟"

"کوئی بھی نہیں جانتا۔"

"لیکن اغوا کرنے والے جانتے تھے۔" جگن نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا "اس کا مطلب ہے کہ بات کسی نہ کسی طرح باہر نکلی ہے۔"

"مسٹر ناتھ، کیا آپ اشارتاً یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ بات میرے ذریعے باہر نکلی ہے؟" بلا نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"جی نہیں۔ میں تو صرف امکانات تلاش کر رہا ہوں۔ بے خبری میں بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ کوئی بات غیر شعوری طور پر بھی نکل سکتی ہے۔ آپ قونصلیٹ سے باہر کے کسی شخص کے بارے میں سوچیں، جو آپ کے شوہر کے کام کی حساسیت سے باخبر ہو۔"

"ایسا تو کوئی شخص نہیں۔ البتہ............" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ "............ہاں، جے کو معلوم ہے۔ لیکن وہ بے ضرر آدمی ہے۔"

"جے؟"

"مجھ سے غلطی ہوگئی۔ اسے اس معاملے میں گھسیٹنا مناسب نہیں تھا۔" بلا کے لہجے میں پچھتاوا تھا۔ اب وہ نروس بھی نظر آرہی تھی۔ "اسے خواہ مخواہ پریشانی ہوگی اور وہ ایسا شخص ہے کہ اس کے ایسے کسی معاملے میں ملوث ہونے کا تصور بھی نہیں کیا

جا سکتا۔"

"مجھے بتائیں کہ یہ جے کون ہے مسز کیلی۔" جگن نے تحمل سے کہا۔

"کیا یہ ضروری ہے؟"

"میرے خیال میں تو ضروری ہے۔"

بلا نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا "پہلے یہ بتائیں کہ یہ بات کہاں تک جائے گی؟ میں کسی اسکینڈل میں ملوث ہونا نہیں چاہتی۔"

"غیر ضروری طور پر بات مجھ سے آگے نہیں جائے گی۔"

"میرے شوہر کے محکمے والوں تک تو نہیں پہنچے گی؟"

"اگر یہ جے اتنا ہی بے ضرر آدمی ہے تو اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" جگن نے اسے یقین دلایا۔

"تو سن لیں۔ اس کا نام جے پال ہے۔ وہ جرنلسٹ ہے۔ دی اسٹار میں کام کرتا ہے۔ برسوں پہلے............ شادی سے بھی پہلے وہ میرا بہت اچھا دوست تھا۔ شادی کے بعد میری اس کی ملاقات نہیں ہوئی۔ ابھی کچھ دن پہلے اس سے سامنا ہوگیا۔ جب سے اب تک میں شاید تین بار اس سے مل چکی ہوں۔"

"آپ کو معلوم ہے، وہ کہاں رہتا ہے؟"

بلا نے اسے جے کے گھر کا پتا دیا۔ "گھر میں نہیں ہوا تو وہ یقیناً کوئل کلب میں ملے گا۔" اس نے کہا۔

بلا نے جتنی تیزی اور روانی سے پتا بتایا تھا، اس نے جگن کو وہ سب کچھ بتا دیا، جو وہ جاننا چاہتا تھا۔ اس نے پوچھا "آپ کے شوہر کو تو ان ملاقاتوں کا علم نہیں ہوگا؟"

بلا کی نظریں جھک گئیں۔ "جی نہیں۔"

"میرے لیے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں لیکن سی آئی اے والے اسے اور زاویے سے دیکھیں گے۔" جگن نے کہا۔

"مجھے کوئی پروا نہیں اور پھر میں نے جے کو ڈیوڈ کے کام کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ اس لیے کہ میں خود بھی نہیں جانتی۔"

"تو جے کو معلوم ہے کہ ڈیوڈ کا تعلق سی آئی اے سے ہے؟"

"وہ صحافی ہے اور یہ بات پہلے سے جانتا ہے.......... یا یوں کہئے کہ اندازہ لگا چکا ہے۔ ۷۱ء کی جنگ کے دنوں سے وہ ڈیوڈ کو جانتا ہے۔ اس وقت سی آئی اے والوں کو رازداری کا ایسا خبط بھی نہیں تھا۔"

"مجھے مسٹر جے پال سے ملنا ہوگا۔" جگن ناتھ نے کہا "لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ بہت احتیاط برتوں گا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

بلا کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نظر آئی۔ "آپ سوچ رہے ہوں گے کہ میں بے ضمیر عورت ہوں۔ لیکن میں بتاؤں کہ میرے ضمیر پر واقعی کوئی بوجھ نہیں۔ میں اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کر کے کلکتہ گئی تھی۔ یہ واقعہ نہ ہوا ہوتا تو میں کبھی واپس نہ آتی۔ اب میں ڈیوڈ کی طرف سے پریشان ہوں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ بدلا کچھ بھی نہیں ہے۔ تو اس صورت حال میں میری ملاقات جے سے ہوئی تھی۔ وہ بس میرے لیے فرار کا ایک دروازہ تھا اور کچھ نہیں۔"

"یعنی آپ کے اور جے کے درمیان تعلق ختم ہو چکا ہے؟" جگن نے پوچھا۔

"میرا تو یہی خیال ہے لیکن وہ اب اس معاملے میں سنجیدہ ہوتا جا رہا تھا۔"

☆============☆============☆

"بات سمجھ میں نہیں آتی۔" وبھاکر نے کہا۔ وہ سنیل کی میز کے سامنے اضطراب کے عالم میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔ "جہاں یاؤ غیر ملکی کرنسی تبدیل کراتا تھا' وہاں کے ریکارڈ سے مجھے سات ایسی تاریخیں ملی ہیں جن میں یاؤ نے اس سیلر کے دیئے ہوئے ڈالر بدلوائے تھے۔ ان میں صرف پہلی تین تاریخیں ایسی ہیں جن میں گودی میں امریکی شپ موجود تھے۔"

"ممکن ہے' وہ کسی اور ملک کے جہاز میں سیلر ہو۔" سنیل بولا "یہ بھی ممکن ہے کہ یاؤ جھوٹ بول رہا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ جسے تم سیلر سمجھ رہے ہو' وہ سیلر نہ ہو۔"

"یاؤ کو جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ تو اب اپنی کھال بچانے کی فکر میں

ہے اور وہ مصر ہے کہ اس کا یہ گاہک سیلر تھا۔"

سنیل چند لمحے خاموش رہا۔ یہ سیلر والا معمہ اس کے دماغ پر سوار ہو گیا تھا۔ اب تک انہیں یہی ایک معقول سراغ ملا تھا۔ لیکن وہ اس سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھا پا رہے تھے۔ حالانکہ انسانوں کے جنگل بمبئی میں کسی مقامی کے بجائے غیر ملکی کو تلاش کرنا کہیں زیادہ آسان تھا لیکن یہاں تو اس غیر ملکی کی شناخت ہی مسئلہ بن گئی تھی۔ ضرور کوئی ایسا نکتہ تھا جو وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ کوئی کتنا ہی اچھا تفتیش کار کیوں نہ ہو' بعض اوقات کوئی اہم بات نظرانداز کر ہی جاتا ہے۔

سنیل کی میز پر داہنی جانب رکھے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اس کے نائب نے فون ریسیو کیا۔ پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر اس سے مخاطب ہوا۔ "سر.......... لندن سے مشروط کال ہے۔ آپریٹر کہتا ہے کہ بل ہمارا محکمہ ادا کرنے پر تیار ہو تو کال ٹرانسفر کر دی جائے۔"

"اسکاٹ لینڈ یارڈ والے ہوں گے۔" سنیل بڑبڑایا۔ "ہم اس مصیبت میں پھنسے ہیں اور انہیں ٹیلی فون کے بل کی فکر ہے۔ آپریٹر سے کہو' کال ملا دے۔"

چند سیکنڈ بعد وہ سکاٹ لینڈ یارڈ سے بات کر رہا تھا۔ دوسری طرف سے جو آواز سنائی دی' وہ کسی نوجوان آدمی کی معلوم ہوتی تھی۔ "مسٹر موہن' آپ کی انکوائری میں ہینڈل کر رہا تھا۔ ٹیلیکس کے مقابلے میں فون مجھے زیادہ آسان لگا۔ معذرت خواہ ہوں کہ میرا محکمہ اس کال کا بل ادا نہیں کرتا....."

"اس کی فکر نہ کریں۔ آپ بتائیں تو.........."

"بات یہ ہے کہ آپ کا مطلوبہ شخص یہاں موجود.........."

"یعنی لنڈسے تمہیں مل گیا؟" سنیل کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"اسے ڈھونڈنے میں کچھ مشکل بھی نہیں ہوئی۔ وہ اپنے قبضے میں ایل ایس ڈی رکھنے کے جرم میں پکڑا گیا تھا۔ ابھی تین ہفتے پہلے ضمانت پر رہا ہوا ہے۔ اس وقت برابر والے کمرے میں موجود ہے۔"

"مجھے اس کا حلیہ بتاؤ.......... ذرا تفصیل سے۔"

"نام تو آپ کو معلوم ہی ہے............ پیٹر لنڈ سے۔ عمر ۲۲ سال۔ بال ہلکے بھورے‘ قد پانچ فٹ دس انچ‘ دبلا پتلا ہے۔ وزن بمشکل ۱۴۰ پونڈ ہو گا۔"

"اور وہ اس سال کے اوائل میں بمبئی میں تھا؟"

"جی ہاں۔ وہ بمبئی کی گپتا فارما سیوٹیکل کمپنی میں ملازم تھا۔ مئی میں اس نے ملازمت چھوڑ دی۔ کہئے‘ یہ معلومات کچھ کام کی ہیں؟"

"نہیں دوست۔" سنیل نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "یہ بتاؤ‘ اس نے ملازمت کیوں چھوڑ دی تھی؟"

"یہ آپ اسی سے پوچھ لیں۔ اس طرح وقت کی بچت بھی ہو جائے گی۔ وہ یہاں دشواری میں پڑا ہوا ہے اور تعاون کے لیے بے تاب ہو رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے‘ بات کراؤ اس سے۔"

پانچ منٹ بعد سنیل نے ریسیور رکھ دیا۔ اس دوران وہ سامنے رکھے پیڈ پر پنسل سے نوٹ لیتا رہا تھا۔ پھر وہ وبھاکر کی طرف مڑا۔ وبھاکر کو اس کے چہرے پر فتح مندی کا تاثر نظر آیا۔ "وہ فوجی بھگوڑا ہے۔" سنیل نے چیخ کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وبھاکر حیران رہ گیا۔

"وہ تمہارا سیلر امریکی نیوی کا بھگوڑا ہے۔ میں حیران ہوں کہ یہ خیال ہمیں کیوں نہیں آیا۔" سنیل نے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "اور پیٹرک لنڈ سے نشے کا عادی ہے۔ وہ اس بھگوڑے سے ہیروئن خریدتا تھا۔ مفت ہیروئن کے بدلے اس نے اسے اپنا شناختی کارڈ کا درخواستی فارم تھما دیا اور بھگوڑے کا نام سیمور ہے۔"

"یہ اس کا خاندانی نام ہے یا پہلا نام؟" وبھاکر نے پوچھا۔

"یہ تو لنڈ سے کو نہیں معلوم۔ بس اس نے مفت ہیروئن کے عوض سیمور کو جعلی شناخت دلوادی........ بلکہ یوں کہو‘ اسے اپنی شناخت دے دی۔"

"تو اب ہمارے پاس اس کا نام سیمور موجود ہے‘ اس کے فنگر پرنٹس ہیں‘ اس کی تصویر ہے لیکن اب بھی وہ ہماری پہنچ سے دور ہے۔"

"بہرحال ہماری تفتیش ایک قدم آگے بڑھی ہے۔" سنیل نے کہا اور اپنے ایک

کلرک کی طرف مڑا۔ "امریکی نیوی کے بھگوڑوں کی ایک فہرست ریکارڈ میں موجود ہے۔ اس میں بھگوڑوں کے حلیئے بھی موجود ہیں۔ اسے چیک کرو اور ہاں‘ امریکی قونصلیٹ میں ڈیوٹی آفیسر کو فون کرو۔ اس سے بھی یہ فہرست مانگو۔ دونوں فہرستوں کا موازنہ ضرور کرنا۔ وبھاکر........ اب تم فکر نہ کرو۔ ہم آج ہی ان خبیثوں کو پکڑ لیں گے۔"

☆------------☆------------☆

جگن ناتھ ساڑھے آٹھ بجے کوئل کلب پہنچا۔ اس سے پہلے وہ جے پال کے فلیٹ گیا تھا مگر وہاں تالا لگا تھا۔ کوئل کلب میں ایک ویٹر سے اس نے جے کے متعلق پوچھا۔ ویٹر نے اوسط قد و قامت کے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔ وہ عام سے چہرے والا آدمی تھا۔ جس کے سفید ہوئے بال اشارہ کر رہے تھے کہ وہ ادھیڑ عمری کی طرف بڑھ رہا ہے۔

جگن اس کی طرف بڑھ گیا۔ "مسٹر جے پال؟"

"جی ہاں‘ فرمایئے؟"

"معذرت چاہتا ہوں۔ میرا نام جگن ناتھ ہے۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ آپ یہاں ملیں گے۔"

"کس نے بتایا تھا؟"

جگن ناتھ اس کے برابر والے خالی اسٹول پر بیٹھ گیا۔ "میں ابھی مسز بلا کیلی سے مل کر آ رہا ہوں۔ اغوا ہونے والے امریکی سفارت کار کی بیوی سے۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ آپ ان کے دوست ہیں۔ میرا تعلق اسپیشل پولیس سے ہے۔"

یہ ٹیکنیک جگن پہلے بھی استعمال کر چکا تھا۔ یعنی نامکمل تعارف کرانا اور پھر اچانک پولیس والا دھماکا کرنا۔ پھر وہ تاثر دیکھتا تھا۔ جے پال اسے شک آمیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نشے میں بھی تھا۔ جگن نے اندازہ لگایا کہ وہ بہت دیر سے یہاں بیٹھا ہوگا۔

"اسپیشل پولیس؟ تو میرے پاس کیوں آئے ہو؟"

"میں اس اغوا کیس کی تفتیش کرنے والی ٹیم میں شامل ہوں۔ ہم ہر زاویے سے صورت حال کو چیک کر رہے ہیں۔ ہر اس شخص سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں جس کا کیلی سے ذرا بھی تعلق رہا ہو۔ اس امید پر کہ شاید کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے اور آپ

مسز کیلی کے دوست ہیں۔"

"دوست؟" جے نے ہنکارا بھرا۔ "ہاں............ دوست ہی کہہ لو۔ میں سوچ رہا تھا کہ تم میرے پاس ضرور آؤ گے۔" اس نے کہا پھر اچانک پوچھا "بملا نے تمہیں مجھ سے تعلق کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے؟"

"انہوں نے بتایا ہے کہ ماضی میں آپ دونوں بہت قریب تھے۔ بات سنیں' میں کسی کی نجی زندگی کے بارے میں کریدنا نہیں چاہتا۔ میں تو صرف اس کیس سے متعلق حقائق جاننا چاہتا ہوں۔ کچھ منگواؤں آپ کے لیے؟"

"اگر آپ ممبر نہیں ہیں تو یہاں میری خاطر نہیں کر سکتے۔ یہاں صرف پرچی چلتی ہے۔"

"تو کہیں اور چلیں؟"

"جی نہیں' شکریہ۔ میں یہاں بہت آرام سے ہوں۔" جے نے کہا "اور تم مجھ سے معلومات خرید بھی نہیں سکتے۔ میں تمہارے لیے کچھ منگواتا ہوں۔ بے روزگار سہی لیکن اتنا گیا گزرا نہیں ہوں۔" اس نے ویٹر کی طرف رخ کر کے آواز دی "اے بے حس و حرکت۔"

موٹا' بے زار ویٹر آرڈر لینے کے لیے ان کی طرف چلا آیا۔

ذرا دیر بعد ڈرنکس آ گئے۔ جے نے ویٹر کو دستخط کر کے پرچی دے دی۔ پھر اس نے چھوٹا سا ایک گھونٹ لیا۔

"آپ کیلی کو بہت عرصے سے جانتے ہیں؟" جگن نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ ۷۱ء کی جنگ کے زمانے سے جانتا ہوں۔" جے نے جواب دیا۔

"آپ اس کے کام کی نوعیت سے بھی واقف تھے؟"

"وہ امریکی مشن کا چیف تھا لیکن یہ بات کم ہی لوگ جانتے تھے۔"

"تو جب آپ مسز کیلی سے ملے ہوں گے تو آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ وہ اب بھی وہی کام کر رہا ہے؟"

"ایسے کاموں سے چھٹکارا کم ہی ملتا ہے۔" جے نے زہریلے لہجے میں کہا "اور مجھے

اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ نے کسی سے کیلی کی اہمیت کا تذکرہ تو نہیں کیا؟"

جے ہنسنے لگا۔ "میں نے کہا نا کہ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ میری گفتگو میں کبھی داخل نہیں ہو سکتا۔ تم جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو' صاف صاف پوچھ لو۔"

جگن نے اپنے جام سے ایک طویل گھونٹ لیا۔ "چند ہفتے پہلے آپ مسز کیلی سے ملے۔ یہ بتائیں' آپ کے دل میں رقابت جیسا کوئی جذبہ تو نہیں جاگا؟ یہ خواہش تو نہیں ابھری کہ کاش مسز کیلی' آپ کی ہوتیں' آپ ہی کی رہتیں؟"

"تم تو کہہ رہے تھے کہ نجی زندگی کے متعلق کریدنا نہیں چاہتے۔"

"مجبوری ہے۔ مجھے یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس جرم کا محرک کسی کی کوئی ذاتی رنجش یا ذاتی خواہش تو نہیں۔"

"تو میں تمہارے سوال کا جواب دیتا ہوں۔ نہیں۔ مجھے کیلی سے رقابت محسوس نہیں ہوئی۔ بملا اب میرے لیے ایک قصہ پارینہ ہے۔ میں نے پچھلے دنوں اس بھولی بسری کتاب کے چند ورق الٹ لیے تھے بس۔"

جگن ناتھ سوچ میں پڑ گیا۔ بملا نے تو کہا تھا کہ اب جے سنجیدہ ہونے لگا تھا۔ سوال یہ تھا کہ کون کسے بے وقوف بنا رہا ہے؟ اور جے کی شخصیت میں ایک عجیب سی تلخی' عجیب سا زہریلا پن تھا۔ اس پر نہ جانے کیوں ترس آتا تھا۔

"آپ نے کہا کہ آپ بے روزگار ہیں جبکہ میری معلومات کے مطابق آپ دی اسٹار میں کام کرتے ہیں۔"

"مجھے رضاکارانہ استعفا دینا پڑا اور ابھی تک کہیں اور کام نہیں ملا۔ میں نے کوئی بہت زیادہ بھاگ دوڑ بھی نہیں کی ہے۔"

"تو اب گزارا کیسے ہو رہا ہے؟"

"دی اسٹار والوں سے اچھے خاصے واجبات ملے ہیں۔"

"تو آج صبح آپ کام پر نہیں گئے تھے؟"

"ظاہر ہے............ بے روزگار لوگ کام پر نہیں جاتے۔"

"تو آپ کہاں تھے؟"

"کس وقت؟"

"پوری صبح۔"

"بات سنو۔ تم مجھ پر یہ شک تو نہیں............"

"مجھے آپ پر کسی بھی طرح کا شک نہیں ہے۔" جگن نے جلدی سے کہا "لیکن ہم غیر مشکوک افراد کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔ آپ مجھے یہ بتادیں کہ ساڑھے دس بجے سے نو بجے تک آپ کہاں تھے.......... کیا کر رہے تھے۔"

"ساڑھے سات بجے میں اپنے ایک دوست کے ساتھ بلیو ہیون جیٹی جانے کے لیے نکلا تھا۔ راستے میں روڈ بلاک سے بھی واسطہ پڑا۔ کار کی تلاشی بھی لی گئی۔ میرے دوست کی اپنی بوٹ ہے۔ ہم اس پر لمبی سیر کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ ہم نے چند میل آزمائشی سفر کیا۔ کمپاس چیک کیا۔ پھر واپس آگئے۔"

"واپسی کس وقت ہوئی؟"

"بارہ بجے کے قریب۔"

"اور پھر؟"

"سعادت نے مجھے یہاں ڈراپ کیا۔ ایک بجے سے اب تک میں یہاں بیٹھا ہوں۔ ایک بجے میں نے اغوا کی خبر ریڈیو پر سنی۔ یہ بے حس و حرکت اس بات کی تصدیق کر سکتا ہے۔"

"آپ کے دوست مسٹر سعادت کہاں رہتے ہیں؟"

جے نے اسے سعادت کا پتا دے دیا۔ پھر اس نے شرارت بھرے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا "آپ خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ایک اور جام لیں گے؟"

"نہیں۔ شکریہ۔"

"تکلف نہ کریں۔ میں نے کہا نا' اب میں اتنا قلاش بھی نہیں ہوں۔"

"یہ بات نہیں۔ دراصل میں بہت زیادہ مصروف ہوں۔" جگن ناتھ نے کہا اور اسٹول سے اٹھ گیا۔ "اس زحمت کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ آپ نے مجھ سے بھرپور

تعاون کیا۔ اس کا شکریہ اور ڈرنک کا بھی شکریہ۔"

جگن بار سے نکل آیا۔ لفٹ تک جاتے ہوئے اسے ہلکا سا احساس تھا کہ جے کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مضحکہ اڑانے والی مسکراہٹ اس کا تعاقب کر رہی ہے۔ وہ لفٹ کا انتظار کر رہا تھا کہ اس نے جے پال کو پکارتے سنا۔ "اے بے حس و حرکت!"

☆------------☆------------☆

ڈیوٹی آفیسر نے سی آئی ڈی سینٹر سے آنے والی کال اوپر کانفرنس روم میں منتقل کر دی جہاں امریکی سفیر ہیری گلبرٹ کی صدارت میں میٹنگ ہو رہی تھی۔

کال قونصل جنرل نے خود ریسیو کی۔ وہ کوئی آدھے منٹ تک خاموش رہا پھر بولا "ذرا انتظار کریں۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

سفیر اور وہ ہاتھوں میں ریسیور لیے ایک اہم ترین کال ریسیو کر رہے تھے۔ وہ کال ٹیپ بھی کی جارہی تھی۔ سفیر فون پر کشمیر کے وزیر اعلیٰ شیخ سے گفتگو کر رہا تھا۔

دو منٹ تک گفتگو ہوتی رہی۔ سفیر مختصر جواب دے رہا تھا۔ وہ دوسری طرف کی گفتگو پر دھیان دے رہا تھا۔ دو منٹ بعد اس نے ماؤتھ پیس میں کہا "شکریہ مسٹر چیف منسٹر۔ میں بتا نہیں سکتا کہ ہم آپ کے کس قدر شکر گزار ہیں۔ پھر آپ سے جلد ہی دوبارہ بات ہوگی۔" اس نے ریسیور کریڈل پر رکھا اور ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا۔

"خاصی تسلی بخش گفتگو رہی۔" اس نے اپنے ساتھیوں کو تائید طلب نظروں سے دیکھا۔ "لگتا ہے' شیخ کشمیریوں سے بات کر چکا ہے۔"

"تو وہ سودے بازی پر تیار ہو جائیں گے؟" کوش نے پوچھا۔

"شیخ کا خیال ہے کہ وہ انہیں قائل کرلے گا کہ بھارتی حکومت قیدیوں کو کسی قیمت پر رہا نہیں کرے گی لہٰذا کشمیریوں کو ہم سے مذاکرات کرنے چاہئیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ قیدیوں کے بجائے زر تاوان وصول کریں گے۔" قونصل جنرل نے کہا "اندازاً کتنی رقم ہوگی؟"

"شیخ کا خیال ہے کہ دو کروڑ ڈالر پر وہ رضامند ہو جائیں گے۔"

"دو کروڑ.......... یعنی بیس ملین ڈالر!" قونصل جنرل کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"حوصلہ تو دیکھو کم بختوں کا۔"

"مسئلہ یہ ہے کہ ہم انکار نہیں کر سکتے۔" سفیر بولا پھر وہ ہاورڈ کوش کی طرف مڑا۔

"مسٹر کوش' یہ رقم خصوصی فنڈ سے نکلوائی جا سکتی ہے۔ یہ بتاؤ اس رقم کی منتقلی میں کتنی دیر لگے گی؟"

"دو تین دن تو لگیں گے۔ پھر ادائیگی کے طریق کار پر بھی منحصر ہے۔"

"معاملات کی رفتار بڑھانے کے لیے شیخ نے ایک تجویز پیش کی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ بینک آف اومان میں اس کے نام اس رقم کا بینک ڈرافٹ جمع کرا دیا جائے۔ فوری ادائیگی والا ڈرافٹ! اس صورت میں وہ کشمیریوں کا مطالبہ بغیر کسی رکاوٹ کے پورا کر سکے گا۔ وہ ان سے رسید لے کر ہم تک پہنچا دے گا۔ کیلی کو بھی وہی ہم تک بحفاظت پہنچائے گا۔" سفیر کا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔ "مجھے تو لگ رہا ہے کہ میں کوئی جائیداد خرید رہا ہوں۔"

"مجھے تو لگتا ہے کہ یہ شیخ بھی درمیان میں سے مال اڑائے گا۔"

"ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں۔ ہمیں تو کیلی واپس چاہیے۔ حضرات.......... میں نہیں سمجھتا کہ شیخ کی پیشکش قبول کرنے کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ ہے اور ایک بات سن لیں۔ یہ بات باہر نہیں جانی چاہیے۔"

"ہم یہاں کے حکام کو کیا بتائیں گے؟" قونصل نے پوچھا "وہ جانتے ہیں کہ ہم پر زرتاوان کی ادائیگی کے سلسلے میں دباؤ پڑے گا۔"

"ہم انہیں ٹالتے رہیں گے۔ ہاں.......... یہ فون پر کون تھا ابھی؟"

"سی آئی ڈی سینٹر والوں کا فون تھا۔ ان کا خیال ہے کہ انہوں نے مجرموں میں سے ایک کو شناخت کر لیا ہے۔ وہ ہمارے نیوی کے بھگوڑوں کی فہرست طلب کر رہے ہیں۔ اپنی فہرست سے اس کا موازنہ کریں گے۔" قونصل نے بتایا۔

"تو ان کا اب بھی یہی خیال ہے کہ اس جرم میں کوئی امریکی ملوث ہے۔ خیر' تم انہیں فہرست دے دو۔ بظاہر ہمیں ان سے تعاون کرنا ہے۔ دوسری طرف ہمیں یہ خیال بھی رکھنا ہے کہ پولیس کی کوئی کارروائی ہمارا معاملہ بگاڑ نہ دے۔" سفیر نے کہا۔

☆-----------☆-----------☆

سعادت نے فوراً ہی دروازہ کھول دیا۔ جیسے دروازے کے قریب ہی گھنٹی بجنے کا انتظار کر رہا ہو اور وہ پریشان بھی لگ رہا تھا۔ جگن ناتھ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ کہیں جے پال نے فون پر اپنے دوست کو خبردار تو نہیں کر دیا کہ ایک پولیس آفیسر اس سے پوچھ گچھ کے لیے آ رہا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ بعض اوقات بے قصور لوگ بھی پولیس کی گھبراہٹ سے خواہ مخواہ مشکوک حرکتیں کرنے لگتے ہیں۔ ویسے وہ لوگ اتنا بڑا جرم کرنے والے ہرگز نہیں لگتے تھے۔

وہ ڈرائنگ روم میں صوفے پر جا بیٹھے۔ وہاں سعادت کی بیوی بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ اس نے جگن ناتھ کو ناپسندیدگی سے دیکھا۔

"یہ جگن ناتھ ہیں۔ کیلی اغوا کیس کی تفتیش کر رہے ہیں۔" سعادت نے بیوی کو بتایا۔

"تو اس اغوا سے ہمارا کیا تعلق؟" ناجی نے بھویں اچکاتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ لوگوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔" جگن ناتھ نے بے حد نرم لہجے میں کہا "میری آمد بس رسمی ہے۔ ہم نے ایسے لوگوں سے پوچھ گچھ کی ہے جو کسی بھی طور مغوی سے متعلق تھے۔" پھر وہ سعادت کی طرف مڑا۔ "سعادت صاحب' صبح ساڑھے سات اور نو بجے کے درمیان آپ کہاں تھے اور کیا کر رہے تھے؟"

"میں بلیو ہیون جیٹی کے راستے میں تھا۔" سعادت نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔ "وہاں میری کشتی رہتی ہے۔ ہم نو بجے کے بعد وہاں پہنچے تھے۔"

"جیٹی پہنچنے میں اتنی دیر!" ناجی نے حیرت سے کہا "وہ سعادت کو گھور رہی تھی۔ 'راستہ تو بس پچاس منٹ کا ہے۔"

"ہم نے راستے میں رک کر ناشتا بھی کیا تھا۔ پھر میں دکان پر بھی گیا۔" سعادت نے جلدی سے کہا۔

جگن ناتھ کو سعادت سے ہمدردی محسوس ہونے لگی۔ لگتا تھا' بیوی ہر معاملے میں اس پر سوار رہنے کی عادی ہے۔ "آپ کے ساتھ کون تھا؟" اس نے سعادت سے پوچھا۔

"میرا دوست جے پال۔"

"جے پال.......... صحافی؟"

"جی ہاں۔ آپ جے کو جانتے ہیں؟ اب بتائیں' یہ چکر کیا ہے؟"

"یعنی اس تمام وقت میں بس آپ دونوں ساتھ تھے.......... آپ اور جے پال؟"

"جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے سعادت صاحب' شکریہ۔ میرا خیال ہے' دو ایک دن میں آپ اپنی بوٹ کے ذریعے تفریحی سفر پر نکلنے والے ہیں۔ گڈلک۔ لیکن خبریں سنتے رہیے گا۔ سمندری طوفان آنے والا ہے۔ اس دوران نہ نکل جائیے گا کھلے سمندر میں۔"

☆============☆============☆

قونصلیٹ سے آنے والی امریکی بحریہ کے بھگوڑوں کی فہرست سنیل موہن کی میز پر رکھی تھی۔ پولیس ریکارڈ والی فہرست بھی وہیں تھی لیکن دونوں فہرستوں کے موازنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ فہرست میں مطلوبہ نام تلاش کرنے میں محض دس سیکنڈ لگے۔

"یہ رہا.........." اس نے کاغذ پر انگلی رکھتے ہوئے فاتحانہ لہجے میں کہا۔ مخاطب وبھاکر تھا۔ "سیمور کوئین۔ عہدہ گنرزمیٹ' تھرڈ کلاس۔ پندرہ اپریل سے غیر قانونی طور پر غیر حاضر ہے۔ ہانگ کانگ کی بندرگاہ سے غائب ہوا تھا۔ قد چھ فٹ دو انچ۔ وزن ۱۹۰ پونڈ' بھورے بال' بھوری آنکھیں۔ کہو.......... یہ حلیہ تمہارے سیلر کا لگتا ہے؟"

"بالکل.......... یہی وہی ہے۔" وبھاکر نے پُرجوش لہجے میں کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شخص اتنے عرصے سے آزاد کیسے پھر رہا ہے؟"

"کوئی اچھی پناہ گاہ میسر ہوگی۔ اچھے دوست ہوں گے۔" سنیل نے خیال آرائی کی۔ "ممکن ہے' کسی عورت نے پناہ دے رکھی ہو۔ رہنے کو گھر اور کھانے کی طرف سے بے فکری۔ کوئی ایسی عورت جسے اس کے اس جرم میں شریک ہونے کا علم نہ ہو۔"

"تو اب ہم کیا کریں؟ بازار حسن کی تمام طوائفوں کو چیک کریں؟"

"یہ تو لمبا کام ہے۔ پھر ہمیں یہ بھی تو نہیں معلوم کہ اسے پناہ کس طوائف نے دی ہوگی۔ میرا آئیڈیا سنو۔ ہم اس سلسلے میں ڈائریکٹ پبلک سے اپیل کرتے ہیں۔ ہر اس شخص سے جس نے اس سیمور کوئین کو کبھی کہیں دیکھا ہو.......... جو جانتا ہو کہ کس نے

اس شخص کو پناہ دی ہے۔" سنیل کہتے کہتے رکا اور اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ نو بج کر ۳۵ منٹ ہوئے تھے۔ "سنو.......... اس کی تصویر کے ساتھ یہ اپیل صبح کے اخبارات میں شائع کراتے ہیں اور ٹی وی پر بھی اعلان کراتے ہیں.......... ساڑھے دس بجے تک اور پھر مسلسل اعلان کراتے ہیں گے۔ مضمون کچھ یوں ہوگا.......... امریکی نیوی کا بھگوڑا' قتل اور اغوا کے الزام میں مطلوب ہے۔ ٹھیک ہے نا.......... ساتھ میں تصویر۔ کسی نہ کسی کا تو رد عمل سامنے آئے گا ہی۔"

"لیکن چیف۔ کوئی نتیجہ نہ نکلا تو بڑا مذاق اڑے گا ہمارا۔"

"مذاق تو اس وقت بھی اڑ رہا ہے بیٹے۔ واردات ہوئے تیرہ گھنٹے ہو چکے ہیں اور ابھی تک ہمیں اس سیمور کے سوا کوئی سراغ میسر نہیں آسکا ہے۔"

☆============☆============☆

دس منٹ بعد یہ اعلان ٹیلیکس کے ذریعے تمام اخبارات کو بھجوا دیا گیا۔ مزید پانچ منٹ بعد سیمور کی تصویر کا ٹیپ لے کر ایک ڈسپیچ رائیڈر ٹی وی اسٹیشن پہنچ چکا تھا۔ اس وقت تک جگن ناتھ سی آئی ڈی سنٹر پہنچ چکا تھا۔ اس نے سنیل کو مختصراً اپنی' مسز کیلی' جے پال اور سعادت حسین سے پوچھ گچھ کے بارے میں بتایا۔

"جے مجھے کچھ عجیب سا لگا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں اسے سمجھ نہیں سکا۔" جگن کہہ رہا تھا "اور میرا خیال ہے کہ اپنے بیان کے برعکس وہ مسز کیلی کے معاملے میں بہت حاسد ہے۔ لیکن مجموعی طور پر میں اسے بے ضرر قرار دوں گا۔ میں نے احتیاطاً معلوم کیا کہ وہ واردات کے وقت کہاں تھا۔ اس کا اس نے تسلی بخش جواب دیا۔ بلیو ہیون جیٹی سے تصدیق نہیں ہوسکی۔ بوٹ بوائے پیر کو چھٹی کرتا ہے۔"

"میرا خیال ہے' اس جے کو تو بھول ہی جاؤ۔" سنیل بے تبصرہ کیا۔ "اور سنو.......... تمہاری رات کی ڈیوٹی ہے۔ تو بارہ بجے کے بعد تم آکر ذرا ڈیسک سنبھال لینا۔ بارہ بجے تک میں یہاں لٹکا رہوں گا۔ میں ٹی وی پر سیمور کوئین کی تصویر اور اعلان نشر ہونے کا رد عمل دیکھنا چاہتا ہوں۔ پھر میں یہیں پڑ رہوں گا ایک فولڈنگ بیڈ منگوالیا ہے میں نے۔ اب تم گھر جاکر دو تین گھنٹے آرام کرلو۔"

☆-----------☆-----------☆

ریٹا کاؤچ پر بیٹھی تھی۔ اس کی نظریں ٹی وی اسکرین پر جمی تھیں لیکن درحقیقت وہ ٹی وی نہیں دیکھ رہی تھی۔ اسکرین پر کیا ہو رہا ہے' اس کا اسے موہوم سا احساس تھا لیکن اس کی توجہ اسکرین کی طرف نہیں تھی۔

معمول کے مطابق وہ بہت تھکی ہوئی تھی لیکن وہ جذباتی اضمحلال زیادہ تھکا دینے والا تھا' جو گزشتہ کئی ہفتوں سے بتدریج بڑھ رہا تھا۔ اسے محسوس ہوتا تھا کہ سیمور اس کے ہاتھ سے نکلا جارہا ہے۔ اب تو وہ اس بات کی عادی ہوگئی تھی کہ تھکی ہاری گھر آتی تو سیمور موجود نہ ہوتا۔ ہفتے میں کئی بار ایسا ہوتا تھا۔

آج صبح سیمور بہت جلدی گھر سے نکل گیا تھا اور یہ بھی طے تھا کہ وہ تمام دن گھر واپس نہیں آیا ہے۔ ایک زمانے میں ایسا ہوتا تھا تو وہ عذر بھی پیش کرتا تھا۔ کبھی کہتا' کسی سے ملنا تھا۔ کبھی کہتا' کوئی کام مل گیا ہے۔ اس کے سلسلے میں جانا پڑتا ہے۔ مگر اب اس کے نزدیک وضاحت کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ جب جی چاہتا' چلا جاتا۔ یہ بھی نہ بتاتا کہ واپسی کب ہوگی۔ عام طور پر دیر سے گھر واپس آتا۔ بے دردی اور خود غرضی سے اس کو کھلونا سمجھ کر کھیلتا۔

اپنے اندر.......... بہت گہرائی میں ریٹا جانتی تھی کہ سیمور ایک دن اسے چھوڑ کر چلا جائے گا۔ لیکن وہ ایک موہوم سی امید سے چمٹی ہوئی تھی کہ ایسا نہیں ہوگا۔

ساڑھے دس بج گئے۔ ڈراما ختم ہوگیا۔ کمرشلز کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ پھر آخری خبروں کا وقت آپہنچا۔ یعنی اس کے سونے کا وقت ہوگیا تھا۔ عام طور پر وہ خبریں شروع ہونے سے پہلے بستر پر جالیٹتی تھی لیکن اس روز تھکن ایسی تھی کہ اس کا ہلنے کو بھی جی نہیں چاہ رہا تھا۔

وہ سوچوں میں گم تھی کہ کسی چیز نے اسے چونکا دیا۔ اسکرین پر اپنی توجہ مرکوز کرنے میں اسے چند سیکنڈ لگے پھر اسے اسکرین پر ایک تصویر نظر آئی.......... جانی پہچانی' مشابہت والی تصویر۔ پس منظر میں اعلان سنائی دیا۔ ".......... اپریل میں اپنے جہاز سے اترا' جو ہانگ کانگ کی بندرگاہ میں لنگر انداز تھا۔ پولیس نے درخواست کی ہے کہ جو کوئی

اس شخص کو جانتا ہو یا جس نے اسے کبھی کہیں دیکھا ہو' وہ فوراً پولیس سے رابطہ کرے۔ اس شخص کا قد چھ فٹ دو انچ ہے۔ جسمانی طور پر توانا اور طاقت ور ہے..........

ذرا دیر بعد تصویر غائب ہوگئی۔ اسکرین پر ہیلی کاپٹر پرواز کرتے نظر آئے۔ پھر ایک پولیس افسر نظر آیا۔ ٹی وی کا نمائندہ اس سے انٹرویو کر رہا تھا۔

"نہیں.......... ہم وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ مغوی ڈیوڈ کیلی ابھی اسی علاقے میں ہے۔" پولیس افسر کہہ رہا تھا "لیکن ہم اپنی تلاش جاری رکھیں گے۔ اگر یہ شخص سیمور کوئین بے قصور ہے تو اسے فوراً پولیس سے رابطہ کرنا چاہیے.........."

اس سے آگے ریٹا کچھ بھی نہ سن سکی۔ وہ اٹھی اور لڑکھڑاتے قدموں سے بیڈ روم کی طرف بڑھی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اسے کس چیز کی تلاش ہے۔ بس کوئی علامت کوئی اشارہ' کوئی سراغ جس سے پتا چلے کہ کیا ہوا ہے۔ کوئی ایسی چیز جو ٹی وی کی خبر کی نفی کرسکے۔ ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔

ایک منٹ تو اسے خود کو سنبھالنے میں لگ گیا پھر وہ الماری کی طرف بڑھی اور الماری کھول کر اندر جھانکا۔ اوپری شیلف' جہاں سیمور اپنے کپڑے رکھتا تھا' خالی پڑا تھا۔ وہ جگہ جہاں پلاسٹک کے نیچے وہ اپنے پیسے چھپا کر رکھتا تھا' وہاں اب کچھ بھی نہیں تھا۔ جبکہ ابھی کل ہی وہاں اس نے آٹھ نو سو روپے رکھے دیکھے تھے۔ نچلے شیلف میں سیمور کے چند کپڑے رکھے تھے مگر وہ بہت پرانے اور بوسیدہ تھے۔ اس نے ایک بے نام امید پر ان کپڑوں کو جھاڑ کر دیکھا مگر کہیں کچھ نہیں تھا.......... نہ کوئی رقعہ' نہ مختصر پیغام.......... کچھ بھی نہیں!

اب وہ پریشان ہوگئی تھی۔ وہ مزید ٹٹولتی رہی۔ دوسرے خانوں میں اس کے اپنے کپڑوں کی اوٹ میں چمڑے کا ایک چھوٹا سا سوٹ کیس رکھا ہوتا تھا۔ اب وہ بھی غائب تھا۔

حقائق اب گلا پھاڑ کر اس پر چلا رہے تھے لیکن وہ اب بھی پوری طرح ان کا سامنا کرنا نہیں چاہتی تھی.......... انہیں قبول کرنے سے گریزاں تھی۔ اس کا ذہن الجھا ہوا تھا۔ ٹی وی کے نشریے نے اسے شاک پہنچایا تھا.......... اسے غصہ آرہا تھا۔ ایسے میں

ذہن یکسوئی سے کام کہاں کرتا ہے۔

سیمور پولیس کو مطلوب مگر کیوں؟ فوج سے بھاگنے کے جرم میں؟ لیکن اتنے عرصے بعد؟ یا منشیات کا چکر ہے؟ کہیں وہ اسی لیے تو نہیں بھاگ لیا۔ نہیں............ یہ بات نہیں۔ اچانک اسے یاد آیا کہ خبریں امریکی سفارت کار کے اغوا کا تذکرہ بھی تو تھا۔ لیکن اس اغوا سے سیمور کا کیا تعلق ہو سکتا تھا۔

بس اس کی سمجھ میں ایک بات بہت اچھی طرح آگئی تھی۔ وہ یہ کہ وہ اندر سے بری طرح ہل گئی تھی............ ٹوٹ پھوٹ رہی تھی۔ نیند اسے یوں نہیں آسکتی تھی اور نیند اس کی ضرورت تھی۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی باتھ روم کی طرف بھاگی۔ واش بیسن کے اوپر لگی کیبنٹ کھول کر اس نے دوا کی شیشی نکالی اور خواب آور دوا کی ایک ٹکیہ پانی کے ساتھ حلق سے اتار لی۔ پھر وہ دوبارہ ڈرائنگ روم میں آئی اور سیٹی پر بیٹھ گئی۔ وہ دوا کی تھپکیوں کی منتظر تھی۔

☆============☆============☆

بارہ بجے کے کچھ دیر بعد جگن ناتھ دو گھنٹے کی نیند اور گرما گرم کھانے کے زور پر تازہ دم ہو کر دوبارہ سی آئی ڈی سینٹر پہنچ گیا۔ سنیل نے اسے اب تک کی صورت حال بتائی۔ ٹی وی پر خبر نشر ہونے کے بعد سے اب تک پانچ افراد نے پولیس سے رابطہ کیا تھا۔ ایک بینک کا کیشیئر تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ گذشتہ ہفتے یہ شخص یعنی سیمور اس کے پاس کچھ نوٹ تبدیل کرانے کے لئے آیا تھا۔ ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سیلزمین کا دعوی تھا کہ سیمور نے دو تین ہفتے پہلے اس سے دو قمیضیں خریدی تھیں۔ تین افراد نے اسے مختلف مقامات پر سڑک پر چلتے دیکھا تھا۔

سب سے سنسنی خیز کال سوہو کے علاقے میں واقع ایک چھوٹے ہوٹل کے کلرک کی طرف سے آئی تھی۔ کلرک نے تند سرگوشی میں بتایا کہ سیمور نامی وہ شخص ایک فرضی نام سے اس کے ہوٹل میں دوسری منزل کے ایک کمرے میں مقیم ہے۔

پولیس نے فوری طور پر ہوٹل کی عمارت کو گھیرے میں لے لیا۔ چند مسلح پولیس والوں نے اس کمرے کا دروازہ پیٹ ڈالا۔ دروازہ ایک گھبرائے ہوئے کینیڈین نے کھولا

جس کی صورت سیمور کوئین سے واقعی ملتی تھی۔ اندر کمرے میں بیڈ پر ایک ہندوستانی عورت بہت برے حال میں نظر آئی۔ وہ تو بہت بری طرح گھبرا گئی تھی۔ جانتی تھی کہ ایسے چھاپوں میں بہت برا حشر ہوتا ہے۔ مگر جب پولیس والوں نے بڑی شائستگی سے کینیڈین سیاح سے معذرت کی تو وہ حیران رہ گئی۔ پولیس والوں نے نیچے آکر کلرک کا شکریہ ادا کیا' اس کے چوکنا پن کو سراہا اور رخصت ہو گئے۔

اب فون کافی دیر سے خاموش تھا اور سنیل اس سلسلے میں فکر مند تھا۔ "اب تم سنبھالو یہ معاملات۔" اس نے جگن سے کہا "میں دو ایک گھنٹے سو لوں۔ اپنے کمرے میں بیڈ ڈلوا دیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

جگن اس کی فکر مندی کے سبب سے واقف تھا۔ ان کی تفتیش کی گاڑی ہر اعتبار سے ٹھپ ہو چکی تھی۔ ان کے پاس سیمور کوئین کے پتے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ پتا بھی اب انہوں نے پوری دنیا کو دکھا دیا تھا............ یعنی اغوا کرنے والوں کو بھی۔ اب صبح کے اخبارات کے سامنے آنے کے بعد ہی شاید کچھ گرمی پیدا ہوتی۔ فی الحال تو سناٹا تھا............ اور پہاڑ............ جیسی رات ابھی باقی تھی۔

☆============☆============☆

جے چونک کر جاگا۔ وہ اپنے ڈرائنگ روم میں کاؤچ پر بیٹھے بیٹھے سو گیا تھا۔ کونے میں رکھا ٹی وی بدستور چل رہا تھا۔ موسم کی خبریں سنائی جا رہی تھیں۔ اس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا۔ بارہ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔

"دھت تیرے کی۔" وہ بڑبڑایا۔ اسے احساس ہوا کہ اس کے سر میں شدید درد ہے۔ منہ کا ذائقہ بھی بہت خراب ہو رہا تھا۔ وہ کوئل کلب سے دس بجے واپس آیا تھا۔ ارادہ تھا کہ رات کی آخری خبریں دیکھے گا لیکن وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ضرورت سے زیادہ پی گیا تھا۔ اس کی ذہنی کیفیت اچھی نہیں تھی۔ اسے تشویش تھی کہ وہ اعصاب زدہ بھی ہو رہا تھا اور انتظار کی بوریت بھی اسے ستا رہی تھی۔ اس نے اپنے طور پر ان پریشانیوں کو وہسکی میں ڈبونے کی کوشش کی تھی۔ گھر میں ڈبل روٹی موجود تھی۔ اس نے کھانے کے لیے کچھ سینڈوچ بنا لیے تھے۔ ایک پیس اس کے سامنے میز پر رکھی پلیٹ میں اب بھی

موجود تھا۔ وہسکی کا خالی گلاس بھی اس کے سامنے رکھا تھا۔ وہ شاید کھانا کھاتے ہی سو گیا تھا۔

وہ اٹھ کر باتھ روم گیا۔ منہ پر پانی کے چھپکے مارے اور سردرد کے لیے دو اسپرین کی ٹکیاں لیں۔ خبریں سننے کے لیے اب اس ایک بجے تک جاگنا تھا۔ ریڈیو سے رات ایک بجے آخری خبریں آتی تھیں اور ایک اچھی نیند بھی ضروری تھی۔ اس نے اپنے کشیدہ اعصاب کو تھپکنے کے لئے مجبوراً" اتنی پی لی تھی۔ حالانکہ پروجیکٹ ڈی کامیاب رہا تھا۔ کشمیریوں نے اغوا کی ذمے داری قبول کرلی تھی۔ شیخ نے ثالثی کی پیشکش کردی تھی۔ خود اس کی اس پولیس مین جگن ناتھ سے ملاقات بھی ٹھیک ٹھاک رہی تھی۔ کلب میں رات کو رپورٹرز جمع ہوئے تھے۔ ان سب کا کہنا تھا کہ پولیس کی تفتیش کی گاڑی چلنے سے پہلے ہی ٹھپ ہوگئی ہے اور پولیس یہ کیس قیامت تک حل نہیں کرسکتی۔ ایک افواہ یہ بھی تھی کہ امریکیوں نے اپنے ایجنٹ کی رہائی کے لیے زر تاوان ادا کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

ان تمام باتوں کے باوجود وہ نروس تھا!

وہ باتھ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا اور ٹی وی آف کرنے کے لئے بڑھا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ موسم کی رپورٹ ختم ہوگئی ہے اور ٹی وی کے اسکرین سے سیمور کوئین کا چہرہ اسے گھور رہا ہے۔

"ہے بھگوان!" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ اس کی جلد کے نیچے چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ پورا بدن سنسنا گیا۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے کسی بھوت سے ملاقات ہو جائے۔ وہ غیرارادی طور پر چند قدم پیچھے ہٹا اور کاؤچ پر ڈھیر ہوگیا۔

پھر اس کی سماعت میں اترنے والے اعلان کے لفظوں نے اس کے ذہن کو بھی چھو لیا............

"نشریات کے اختتام سے پہلے ہم آپ کو پھر یاد دلادیں کہ یہ شخص امریکی سفارت کار کے اغوا اور اس کے باڈی گارڈ کے قتل کے کیس میں پولیس کو مطلوب ہے............ اس کا نام سیمور کوئین ہے۔ یہ امریکی نیوی سے بھاگا ہوا ہے۔ پولیس اس سلسلے میں عوام سے

تعاون کی پُرزور اپیل کرتی ہے۔ آپ اسے پہچانتے ہیں یا اس کے بارے میں کچھ بھی جانتے ہیں تو برائے مہربانی فوری طور پر قریبی پولیس اسٹیشن سے رجوع کریں۔ اب ہم آپ سے اجازت............"

جے اٹھا اور ڈگمگاتے قدموں سے ٹی وی سیٹ کی طرف بڑھا۔ ٹی وی بند کرنے کے بعد وہ باتھ روم گیا اور دوبارہ چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے۔ پھر اس نے واش بیسن کے اوپر لگے آئینے میں اپنا چہرہ............ اپنی آنکھوں کی وحشت اور بے یقینی دیکھی اس کا خوف بڑھ گیا۔ نشے میں ڈوبے ہوئے ذہن کا یہ حال تھا کہ وہ اپنی سوچوں کو مرکوز نہیں کرپا رہا تھا۔ دماغ پر دھند سی چھائی ہوئی تھی۔

اسے خود کو سنبھالنے اور ذہن کو اس مقام تک لانے میں، جہاں وہ ان تازہ معلومات کا تجزیہ کرسکتا تھا، پورا ایک منٹ لگا۔ تو گویا سیمور کوئین کو شناخت کرلیا گیا تھا۔ کیسے؟ اس بات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اس احمق نے یقیناً غلطیاں کی ہوں گی............ اپنے پیچھے سراغ چھوڑے ہوں گے۔ پچھلی رات وہ کسی نارکوٹکس انسپکٹر سے الجھا تھا اور اس کا ریوالور چھین لیا تھا۔ تو کچھ نہ کچھ تو ہوتا۔ اول تو وہ بنیادی طور پر ہی مطلوب آدمی تھا............ فوجی بھگوڑا تھا! اس سے ہی غلطی ہوئی کہ اس نے سیمور کو پروجیکٹ میں شامل کیا اور پولیس نے اسے محض............ صرف سولہ گھنٹے میں پولیس اس تک پہنچ گئی۔ اس رفتار سے زر تاوان کی وصولی کا مرحلہ آنے تک وہ لوگ کیا کچھ معلوم کرلیں گے۔

اس نے اٹھ کر اپنے لیے جام بنایا اور خود کو پُرسکون کرنے کی کوشش کی۔ یہ ضروری تھا کہ خود پر خوف اور پریشانی طاری نہ کی جائے۔ آگے کوئی قدم اٹھانے سے پہلے سکون سے سوچا جائے۔ یہ جو ٹیلی ویژن پر اعلان ہوا، اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے سیمور کو شناخت کرلیا ہے لیکن اس کے سوا انہیں کچھ نہیں معلوم، اسی لیے وہ لوگوں سے اپیل کر رہے ہیں کہ وہ آگے آئیں اور انہیں معلومات فراہم کریں۔ یہی بات ہے۔ لیکن عجب نہیں کہ وہ اس سے بھی زیادہ جانتے ہوں لیکن چھپا رہے ہوں۔ پولیس مجرموں کو الجھانے کے لئے اکثر ایسا کرتی ہے............

یہ آخری خیال بہت پریشان کن تھا لیکن جے نے اسے ذہن سے جھٹک دیا۔ اسے

بہت تیزی سے سوچنا تھا.......... اور فیصلے کرنے تھے۔

سوال یہ بھی تھا کہ شہر میں سیمور کوئین کو جانتا کون ہے؟ کون اس کے متعلق معلومات فراہم کرنا چاہے گا؟ یہاں تو لوگ ویسے ہی پولیس سے تعاون کے نام سے بھی ڈرتے ہیں۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک نام گونجا..........

ریٹا!

وہ ریٹا سے صرف ایک بار ملا تھا اور وہ اسے اچھی نہیں لگی تھی۔ سیمور سے اس کے تعلقات بھی اچھے نہیں معلوم ہوتے تھے اور اب جبکہ سیمور اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا تو کیا وہ پولیس کو اس کے متعلق معلومات بہم پہنچا کر بدلہ لینے کی کوشش کرے گی؟ اس کا نسوانی وجدان اسے انتقامی کارروائی پر اکسائے گا یا سیمور کے تحفظ کا خیال رکھنے پر؟ کچھ بھی ہو' وہ بے حد خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ سب سے بڑی بات یہ کہ وہ خود اسے بھی دیکھ چکی تھی۔ وہ اس کے نام.......... جے سے واقف تھی۔ وہ اسے شناخت بھی کر سکتی تھی۔

اس نے فیصلہ کیا کہ اسے جا کر ریٹا سے ملنا ہوگا!

اس کا ریوالور پہاڑی کھوہ والے سامان میں ہی رہ گیا تھا۔ اس نے سوچا' کاش ریوالور میرے پاس ہوتا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ خواہش کرنے سے کچھ مل نہیں جاتا۔ پھر ریوالور میں یہ قباحت بھی تھی کہ اس کا ایک فائر آدھے بمبئی کو جگا دیتا۔

فلیٹ سے نکل کر سیڑھیاں اترتے ہوئے اس نے سوچا.......... لو ایک چیلنج اور سامنے آگیا۔ اب آزمائش ہو جائے گی کہ وقت پڑنے پر وہ کتنا بے رحم ثابت ہو سکتا ہے۔

اس نے اتنی باریک بینی اور محنت سے اتنا اچھا قابل عمل منصوبہ بنایا تھا' کامیابی سے اس پر عمل کرایا تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ ایک معمولی سی لڑکی سارے کیے کرائے پر پانی پھیر دے۔

بس ایک خطرہ تھا۔ کہیں ریٹا پولیس کے پاس پہنچ ہی نہ چکی ہو۔ نشریے سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اعلان پہلے بھی ٹیلی کاسٹ ہو چکا ہے۔ کم از کم دو تین گھنٹے پہلے تو ہوا ہو گا اور اگر ایسا ہے تو اب تک..........

لیکن اسے تو بہرحال چیک کرنا ہی تھا۔

وہ رات بڑی حبس زدہ تھی۔ وہ پیدل چلتا رہا۔ کچھ آگے جانے کے بعد اسے ایک منی بس مل گئی۔ منی بس نے اسے کچھ دور اتارا۔ اس نے ریٹا کے فلیٹ تک کا تقریباً آدھے میل کا فاصلہ طے کیا۔

بلڈنگ میں داخل ہونے سے پہلے اس نے اطمینان کر لیا کہ لابی سنسان ہے۔ وہ لابی میں داخل ہوا اور زینے کی طرف بڑھا۔ ریٹا کا فلیٹ چوتھی منزل پر تھا۔ پوری بلڈنگ میں سناٹا تھا۔ سب مکین سو چکے تھے۔ چوتھی منزل پر پہنچ کر بھی اس نے چیک کیا کہ کہیں دروازے پر پولیس کا پہرہ تو نہیں۔ اگر ریٹا نے پولیس سے رابطہ کر لیا ہوتا تو پولیس لازمی طور پر اسے تحفظ فراہم کرتی۔

مطمئن ہونے کے بعد وہ دھڑکتے دل اور لرزتے قدموں سے ریٹا کے فلیٹ کی طرف بڑھا۔ اس کے اعصاب کھنچے ہوئے تھے اور وہ کسی بھی لمحے بھاگ کھڑا ہونے کو تیار تھا۔ دروازے پر پہنچ کر اس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ اس دستک کا کوئی ردعمل نہیں ہوا۔ مزید دو دستکوں کے نتیجے میں بیڈ کے اسپرنگز کی چرچراہٹ' لباس کی سرسراہٹ اور پھر دروازے کی طرف بڑھتے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

"کون ہے؟" بند دروازے کے پیچھے سے ریٹا نے پوچھا۔ اس کی آواز نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔

جے کو اطمینان ہوا۔ وہ سو رہی تھی تو اس کا مطلب یہی تھا کہ ابھی وہ پولیس کے پاس نہیں گئی ہے۔ تاہم اس کے لہجے میں شک کی جھلکیاں اس نے واضح طور پر محسوس کی تھیں۔ "ریٹا.........." اس نے دھیرے سے پکارا۔

"ہاں۔ کون ہے؟"

"میں جے ہوں.......... سیمور کا دوست۔ مجھے بھول گئیں کیا؟"

وہ چند لمحے ہچکچائی۔ نیند میں ہونے کی یا بے یقینی کی وجہ سے.......... اس کا تعین جے نہ کر سکا۔ پھر ریٹا کی آواز سنائی دی۔ "کیا بات ہے؟"

"مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

"سیمور تو موجود نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ میں اسی کا پیغام لایا ہوں۔ پلیز مجھے اندر آنے دو۔"

وہ صرف ایک لمحے کو ہچکچائی پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ پورے لباس میں تھی لیکن اس کے پپوٹے بھاری ہو رہے تھے۔ آنکھوں میں نیند بھری ہوئی تھی۔ وہ پلٹی اور اندر کی طرف چل دی۔ جے نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور اس کے پیچھے چل دیا۔

کمرے میں پہنچ کر ریٹا پلٹی۔ "سیمور کہاں ہے؟" اس نے پوچھا "تمہارے پاس ہے؟"

جے نے اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے پوچھا "تم نے ٹی وی پر خبریں دیکھیں تھیں ریٹا؟"

"ہاں دیکھیں تھیں۔ سیمور پولیس کو کیوں مطلوب ہے؟"

"میں تمہیں بس اتنا بتا سکتا ہوں کہ وہ محفوظ ہے۔"

ریٹا اسے ناپسندیدگی سے دیکھتی رہی۔ اس کے جسم میں ہلکی سی لرزش تھی۔ اس سے جے کو اندازہ ہوگیا کہ وہ خواب آور دوا کے زیر اثر ہے۔ اس سے یہ بھی پتا چلتا تھا کہ اس پر ڈپریشن کا حملہ ہوا تھا۔

"یہ سیمور کس چکر میں پھنس گیا ہے؟" ریٹا نے پوچھا۔

"کوئی چکر نہیں ہے۔ پولیس کو غلط فہمی ہوگئی ہے۔"

"وہ مجھے چھوڑ کر کیوں چلا گیا؟"

"وہ پولیس سے ڈرا ہوا ہے ریٹا۔ اس لیے کہ فوجی بھگوڑا تو وہ بہرحال ہے۔ اور وہ تمہیں چھوڑ کر نہیں بھاگا ہے۔ بس اسے جلدی میں جانا پڑ گیا۔"

"اس نے تمہیں بھیجا ہے.......... یہ بتانے کے لیے؟"

"ہاں۔"

ریٹا کا چہرہ بے تاثر تھا لیکن اس کے جسم کا تناؤ ختم ہوگیا تھا۔ جے نے سکون کی سانس لی۔ وہ سوچنے لگا' عورتوں میں خود فریبی کی عادت کتنی توانا ہوتی ہے۔

وہ کاؤچ پر بیٹھ گئی۔ "لیکن مجھے کچھ تو بتا سکتا تھا۔ وہ مجھ پر اعتماد نہیں کرتا۔" وہ بولی۔

"یہ بات ہرگز نہیں۔" جے نے چمکارنے والے انداز میں کہا "بات صرف اتنی سی ہے کہ اسے اچانک ہی جانا پڑا۔ اسے ڈر تھا کہ پولیس اسے تلاش کرتی ہوئی یہاں تک نہ پہنچ جائے۔ وہ تمہیں ملوث نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

"وہ کب تک اس طرح بھاگتا رہے گا جے؟ وہ خود کو قانون کے حوالے کیوں نہیں کر دیتا؟"

"فی الحال تو اسے اس وقت تک چھپے رہنا ہے جب تک پولیس اصل مجرم کو پکڑ نہیں لیتی۔" جے اب اس کے بہت قریب کھڑا اس کے چہرے کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ "یہ جو ٹی وی پر تصویر دکھائی گئی تھی وہ ان لوگوں کو اکسانے کے لئے تھی' جنہوں نے سیمور کو پناہ دے رکھی ہو۔ یعنی درحقیقت وہ تم سے مخاطب تھے۔ وہ اعلان تمہارے لیے تھا۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم سیمور سے غداری کرو۔"

"میں جانتی ہوں" وہ بولی۔

"تمہارے دل میں اس سے غداری کا خیال آیا تھا ریٹا؟"

وہ اس کے لہجے میں چھپی دھمکی محسوس نہ کر سکی۔ سرد لہجے میں بولی۔ "ہاں مجھے یہ خیال آیا تھا۔ میں نے سوچا' جب وہ مجھے اس طرح چھوڑ گیا ہے تو میں کیوں اس کی پرواہ کروں۔ وہ میرا نہیں ہوا تو کسی کا بھی نہیں ہوگا۔"

"یہ خیال تمہیں کیوں آیا کہ وہ تمہیں چھوڑ گیا ہے؟"

ریٹا نے الماری کی طرف اشارہ کیا۔ "وہ اپنے کپڑے اور تمام چیزیں لے گیا ہے۔ میرا سوٹ کیس بھی.........."

جے الماری کی طرف بڑھا اور اس نے الماری کھول کر اس کا جائزہ لیا۔ اس لمحے اسے سیمور پر بہت زیادہ غصہ آیا۔ احمق آدمی یہی کام خاموشی سے بھی کر سکتا تھا۔ کپڑوں کی اتنی اہمیت تو نہیں تھی۔

الماری میں اسے ایک سیاہ ٹائی نظر آئی۔ اس نے ٹائی اتاری اور ریٹا کی طرف

پلٹا۔ وہ اس کی طرف پیٹھ کیے بیٹھی سامنے والی دیوار کو گھور رہی تھی۔ "اور اب؟" اس نے ریٹا سے پوچھا "اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ پولیس کو سیمور کے متعلق بتاؤ گی؟"

"اگر وہ سچ بول رہا ہے۔ تو میں اس کی واپسی کا انتظار کروں گی۔"

جے نے دل میں کہا.......... کب تک انتظار کرسکو گی تم؟ بالآخر شک یقین میں بدل جائے گا۔ دھوکا کھانے کی اذیت انتقام کی خواہش میں بدل جائے گی۔ تب تمہیں صرف پولیس اسٹیشن کا خیال آئے گا۔ نہیں لڑکی.......... میں اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔

وہ بہت آہستگی سے اس کی طرف بڑھا۔ اس کی نظریں اس کی نازک گردن پر جمی ہوئی تھیں۔ ٹائی پھندے کی صورت اختیار کرگئی تھی۔ اس نے ہاتھ بلند کئے۔

عین اسی لمحے ریٹا نے سر گھما کر دیکھا۔ اس کی چھٹی حس نے اچانک ہی اسے نامعلوم خطرے کا احساس دلا دیا تھا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا تو اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ "جے!" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

جے نے بڑی پھرتی سے ٹائی کا پھندا اس کے گلے میں ڈالا۔ وہ چیخنے لگی۔ "نہیں جے.......... نہیں.......... نہیں جے!"

جے نے پھندا کسا۔ ریٹا کی آواز گھٹ کر رہ گئی۔ اس کا توازن بگڑا اور وہ فرش پر گری۔ جے بھی اس کے ساتھ ہی گرا۔ ریٹا پیٹھ کے بل گری تھی اور جے نے اپنے جسم کے زور سے اسے فرش سے چپکا دیا تھا۔ ساتھ ہی وہ پھندا اور کس رہا تھا۔

ریٹا بری طرح مچل رہی تھی.......... ہاتھ پاؤں چلا رہی تھی.......... اسے گرانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے نازک جسم میں نہ جانے کہاں سے اتنی طاقت آگئی تھی لیکن اس کے دونوں ہاتھ اپنے گلے پر تھے۔ وہ ٹائی کے پھندے کو ڈھیلا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے لمبے ناخن خود اپنی ہی گردن پر خراشیں ڈال رہے تھے۔ اس کی کوشش تھی کہ وہ لمحہ بہ لمحہ کستے ہوئے پھندے کو کم از کم روک ہی لے۔

ریٹا کا منہ کھل گیا تھا اور زبان باہر نکل آئی تھی۔ اذیت نے اس کے چہرے کے خوبصورت نقوش مسخ کر دیے تھے۔ اس کا جسم شدید جھٹکے کھا رہا تھا۔ جے کو اپنے جسم میں سنسنی سی دوڑتی محسوس ہوئی۔

پھر یا تو منطق جبلت پر حاوی آگئی یا اپنے ہوش و حواس کے آخری لمحوں میں بقا کی جبلت نے ریٹا کے دماغ کو جکڑ لیا۔ اس کے ہاتھ بالکل اچانک اپنے حلق سے ہٹے اور جے کی آنکھوں کی طرف لپکے۔

جے کو ایسا لگا، جیسے کوئی جنگلی بلی اپنے پنجے کھول کر اس پر حملہ آور ہوئی ہے۔ ریٹا کا انگوٹھا اسے اپنی داہنی آنکھ میں گھستا محسوس ہوا، اور ایک نکیلا ناخن اس کی بائیں آنکھ کے اوپر بلیڈ کی سی تیزی کے ساتھ ٹکرایا۔ وہ بلاارادہ پیچھے ہٹا۔ ٹائی پر اس کی گرفت کمزور پڑ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے ان بے رحم پنجوں کو پیچھے دھکیلا لیکن اسے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے اندھا دھند اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا دبوچنے کی کوشش کی لیکن ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ اس کی داہنی آنکھ انگوٹھے کی ضرب کی وجہ سے فوکس نہیں کر پا رہی تھی اور دوسری آنکھ خون سے بھر گئی تھی۔ اس نے ریٹا کو لڑھک کر دور ہوتا محسوس کیا۔ وہ اس پر جھپٹا مگر اندازہ پھر غلط ہوگیا۔ ریٹا اب اپنے قدموں پر کھڑی ہو رہی تھی۔ جے نے ہاتھ بڑھایا۔ ریٹا کا ٹخنہ اس کے ہاتھ میں آگیا۔ ریٹا دروازے کی طرف دوڑی۔ جے بھی لڑکھڑاتا ہوا اٹھا اور اس کے پیچھے بھاگا مگر اس کی ایک آنکھ میں سرخ رنگ کے سوا کچھ بھی نہیں تھا جبکہ دوسری آنکھ ٹھیک طرح سے دیکھنے سے قاصر تھی۔ ہر منظر اسے آؤٹ آف فوکس فوٹوگراف جیسا لگ رہا تھا۔

ریٹا اس کے مقابلے میں تین سیکنڈ پہلے دروازے پر پہنچی۔ اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل بھاگی پھر اچانک ہی اس نے چیخنا شروع کر دیا۔ "بچاؤ.......... مجھے قاتل سے بچاؤ.......... بچاؤ.........."

جے بھی اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ ریٹا کی ہذیانی چیخیں اتنی بلند تھیں کہ اس کے کان جھنجھنا کر رہ گئے تھے۔

ریٹا اب زینوں پر تھی اور بیک وقت تین تین سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے دیوانہ وار بھاگ رہی تھی۔

جے اس کے پیچھے تھا۔ اس کی نظر دھندلائی ہوئی تھی اور وہ خوفزدہ تھا۔ فضا ان دونوں کے قدموں کی دھمک اور ریٹا کی چیخوں سے گونج رہی تھی۔ اوپر دروازے کھلنے

لگے تھے۔ ریلنگ سے جھانکتے ہوئے چہرے نظر آنے لگے تھے۔ گہری نیند سے جاگنے والے کچھ بھی نہیں سمجھ پائے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ کیا ہوا ہے۔

جے نے پلکیں جھپکا کر آنکھ میں بھرا ہوا خون جھٹکنے کی کوشش کی۔ خون اسے اپنے رخسار پر بہتا محسوس ہوا۔ بہرحال فائدہ یہ ہوا کہ اسے کسی حد تک نظر آنے لگا۔ اس نے اپنی رفتار بڑھا دی۔ اب وہ ریٹا سے صرف ایک قدم پیچھے تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ریٹا کا کالر تھامنے کی کوشش کی لیکن کالر ہاتھ میں آکر پھسل گیا۔ جے خود کو سنبھال نہ سکا اور گرا۔ اتنی دیر میں ریٹا نے کافی فاصلہ بڑھا لیا۔ اس کی چیخیں اب بھی جاری تھیں۔

بالآخر وہ گراؤنڈ فلور پر پہنچ گئے۔ جے پھر اس کے بہت قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے آخری تین سیڑھیاں ایک ساتھ پھلانگیں اور سنسان لابی میں پوری رفتار سے اس کے پیچھے بھاگا۔ بلڈنگ کے دروازے کے قریب اس نے جست لگا کر بھاگتی ہوئی ریٹا کو گرا دیا۔ ریٹا کا سر دیوار سے ٹکرایا۔ وہ فرش پر گری۔ ایک لڑھکنی کھا کر وہ ٹھہری اور ساکت ہو گئی۔ اس کی سانسیں کھڑکھڑاہٹ سے مشابہ تھیں۔

جے اب ریٹا کے سر پر کھڑا ہانپ رہا تھا۔ اس نے ریٹا کو پلٹا۔ فرش کا گرد و غبار اس کے لباس سے چمٹ گیا تھا۔ اس کا سر ادھر ادھر ہل رہا تھا۔ گردن سوج گئی تھی۔ جہاں ٹائی کا پھندا کسا گیا تھا' وہاں دائرے کی شکل میں ایک نیل نظر آ رہا تھا۔

وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی۔ اس کی حالت بہت ابتر تھی لیکن بہرحال وہ زندہ ضرور تھی۔ جے اس پر جھکا' اس کے دونوں ہاتھ اس کے گلے کی طرف بڑھے۔ اسی لمحے اسے سیڑھیوں کی جانب سے آوازیں سنائی دیں۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اوپر کے فلیٹوں کے مکین دریافت احوال کے لیے نکل آئے تھے اور اب اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ان کے انداز میں بے یقینی کے ساتھ جارحیت بھی تھی۔ ایک کے ہاتھ میں ڈنڈا بھی تھا۔

یہ صورت حال دیکھ کر جے کے اعصاب جواب دے گئے۔ وہ پلٹا اور گیٹ سے نکل کر بھاگنے لگا۔

دو منٹ بعد سڑک چھوڑ کر وہ ایک تاریک گلی میں گھس گیا۔ پھر وہ ان گلیوں میں

ہی بھاگتا رہا۔ بلڈنگ سے چند آدمی نکل کر اس کے پیچھے دوڑے تھے لیکن جلد ہی ان کے قدموں کی آہٹیں معدوم ہو گئیں۔ وہ ذرا دیر سانس درست کرنے کے لئے رکا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اس بار اس نے معاملہ بگاڑ دیا ہے۔ اس معاملے میں پولیس کو بہرحال ملوث ہونا تھا۔ ریٹا کو جس وقت بھی ہوش آیا' وہ انہیں اس کے متعلق بتا دے گی.......... اور پھر وہ اس کے پیچھے دوڑے آئیں گے۔ ان کے پاس اس کی یقینی شناخت ہو گی۔

وہ پیدل چلتا رہا۔ کچھ دیر بعد وہ مین روڈ پر نکل آیا۔ اس کی بینائی تو بحال ہو چکی تھی لیکن دونوں آنکھیں بری طرح دکھ رہی تھیں۔ بائیں آنکھ کے کنارے پر اوپر ریٹا کے ناخن لگے تھے۔ جبکہ داہنی آنکھ انگوٹھے کی ضرب کی وجہ سے متورم ہو گئی تھی۔

فلیٹ کلب کے پاس اسے ایک ٹیلی فون بوتھ نظر آیا۔ وہ اندر چلا گیا اور سعادت کا نمبر ڈائل کیا۔ پھر وہ بے صبری سے گھنٹیوں کی آوازیں سنتا رہا۔

ساتویں گھنٹی کے بعد دوسری طرف سے سعادت کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔

"ہیلو!"

"سعادت.......... میں جے بول رہا ہوں۔"

"کون جے؟ کیا بات ہے؟"

"سعادت.......... بھگوان کے لیے جاگ جاؤ۔ صورت حال بگڑ گئی ہے۔ ہمیں فوری طور پر حرکت میں آنا ہے۔ ہمیں بوٹ لے کر فوری طور پر نکلنا ہو گا۔"

"ابھی؟ لیکن ہوا کیا؟"

"یہ میں ملاقات پر بتاؤں گا۔ میں یہاں سبھاش چندر بوس اسٹریٹ کے فون بوتھ سے بات کر رہا ہوں۔ تم مجھے یہاں سے پک کر لو۔ اور ہاں.......... افسر خان کو فون کر کے بتا دو کہ ہم قبل از وقت سفر شروع کر رہے ہیں۔ سمجھے؟"

"لیکن جے.......... تم نے شاید موسم کی رپورٹ نہیں سنی۔ آج رات.........."

"موسم کیسا ہی ہو۔ آندھی آئے یا طوفان.......... ہمیں آج سفر شروع کرنا ہے۔ تم بس اب حرکت میں آ جاؤ۔"

"لیکن میں ناجی کو کیا بتاؤں گا؟"

جے نے کوئی جواب دینے کے بجائے ریسیور رکھ دیا۔ پھر وہ بوتھ سے نکل آیا۔ سامنے ایک عمارت تھی جہاں روشنیاں تھیں۔ آتے ہوئے اس نے اس عمارت کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ اب اسے احساس ہوا کہ یہ عمارت تو پوری رات روشن ہوتی ہے۔

وہ پولیس ہیڈ کوارٹر کے سامنے کھڑا تھا!

☆===========☆===========☆

اس عمارت کی تیسری منزل پر جگن ناتھ ایک کھڑکی کے سامنے کھڑا جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھ رہا تھا.......... اپنی بیوی کے خواب!

فون کی گھنٹی نے اسے چونکا دیا۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ "سر.......... کلیانی پولیس اسٹیشن سے فون آیا ہے۔" آپریٹر کی آواز سنائی دی۔ "ان کا کہنا ہے کہ ان کے پاس آپ کے لیے ایک اہم اطلاع ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ بات کراؤ۔"

اگلے ہی لمحے کلک کی آواز سنائی دی پھر ایک اور آواز ابھری۔ "کون بول رہا ہے؟"

"انسپکٹر جگن ناتھ۔"

"چیف.......... ممکن ہے' بات اہم نہ ہو۔ اس صورت میں پیشگی معافی چاہتا ہوں۔ لیکن میں نے ضروری سمجھا کہ آپ کو مطلع کردوں۔ ابھی آدھے گھنٹے پہلے ہمارے علاقے میں ایک عمارت کی چوتھی منزل کے فلیٹ میں رہنے والی ایک اکیلی عورت پر کسی نے حملہ کیا ہے۔ لگتا ہے' گلا گھونٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عورت نے شدید مزاحمت کی۔ فلیٹ سے نکلی اور چیختی ہوئی نیچے آئی۔ لابی میں مرد نے اسے پھر پکڑ لیا۔ عورت کے سر پر چوٹ لگی ہے۔ وہ اس وقت کوئین میری ہاسپٹل میں شاک کی حالت میں ہے۔ حملہ آور فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ دو گھنٹے تک عورت بات کرنے کے قابل ہوسکے گی۔ اس دوران ہم نے اس کے فلیٹ کی تلاشی لی۔ وہاں سے کچھ مردانہ کپڑے ملے ہیں۔ کپڑوں کے سائز سے انداز ہوتا ہے کہ مرد بھاری بھر کم

ہوگا۔ پڑوسیوں کا کہنا ہے کہ عورت اکیلی رہتی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی مرد اس کے فلیٹ میں چھپ کر رہتا رہا ہے۔ ایک سفید قمیص بھی ملی ہے جو امریکی نیوی کی ہے۔ بس پھر مجھے آپ کے امریکی سیلر کا خیال آگیا۔"

"قمیص پر نام کا ٹیگ نہیں ملا؟" جگن نے پوچھا۔

"جی نہیں۔"

"اس شخص کا حلیہ معلوم ہوا جس نے عورت پر حملہ کیا تھا؟"

"یہ بری خبر ہے کم از کم چھ افراد ایسے ہیں جنہوں نے اسے بہت اچھی طرح دیکھا تھا۔ وہ ہندوستانی تھا۔ قد پانچ فٹ نو انچ کے قریب.......... سیاہ بال.......... اوسط جثے کا آدمی تھا۔ مختصر یہ کہ وہ آپ کا امریکی سیلر ہرگز نہیں تھا۔"

"تو پڑوسیوں کو کچھ بھی معلوم نہیں؟"

"ہم پوچھ گچھ کر رہے ہیں چیف۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ پولیس سے تعاون سے لوگ کتنا بچتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں فنگر پرنٹس والوں کو بھیج رہا ہوں۔ وہ پورے فلیٹ میں نشانات چیک کریں گے۔ اور ہاں.......... عورت ہوش میں آجائے تو مجھے فون کر دینا۔"

"بہت بہتر سر۔"

☆============☆============☆

جے اور سعادت کے بلیو ہیون جیٹی پہنچنے سے چند منٹ پہلے ہی بارش شروع ہوگئی۔ بارش نے اپنی آمد کا اعلان بونداباندی سے نہیں کیا تھا۔ بس اچانک ہی ایسا لگا جیسے آسمان پھٹ پڑا ہو۔ لمحوں میں ونڈ اسکرین کے پار دیکھنا ممکن نہیں رہا۔ وائپر بھی شیشے کو پوری طرح صاف کرنے میں ناکام تھے۔

"جے.......... میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ یہ حماقت ہے۔" سعادت نے کہا "یہ بارش تو پہلی علامت ہے۔ اس کے بعد ہوا چلنا شروع ہوگی اور تیز سے تیز ہوتی جائے گی۔ اس طوفان میں بوٹ لے کر کھلے سمندر میں نکلنا خودکشی کے مترادف ہوگا۔"

"تم تو چاہتے ہو کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور پولیس ہمارے گھروں

میں گھس آئے۔" جے نے تند لہجے میں کہا "سنو سعادت.......... ہمارے پاس ترپ کا ایک پتا ہے.......... ڈیوڈ کیلی۔ وہی ہماری بچت کا آسرا ہے۔ ہمیں اسے مضبوطی سے پکڑ کر بیٹھنا ہے۔ ہم بے نقاب ہو چکے ہیں ہمارا منصوبہ اب بھی کارآمد ہے۔"

"اور ہم طوفان میں غرق ہوگئے تو منصوبے کا کیا ہوگا؟"

"یار' یہ عام سا طوفان ہے.........."

"یہ طوفان ہمارے راستے میں ہے جے۔ تم اس کا مطلب نہیں سمجھتے۔ اگر ہم طوفان کے درمیان نہ بھی ہوئے' تب بھی ہوا کی رفتار تیس سے چالیس ناٹ ہوگی اور موجیں کم از کم پندرہ فٹ بلند ہوں گی۔"

"تم اپنی بوٹ کے بڑے قصیدے پڑھتے رہے ہو۔ آج اس کی آزمائش ہو جائے گی۔ تم نے کہا تھا کہ خراب ترین موسم بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں کوئی ملاح تو نہیں۔ بوٹ تو موسم کو جھیل سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہمیں تو خراب موسم میں کھلے سمندر میں سفر کرنے کا کوئی تجربہ نہیں۔ تم نے مجھے مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ جے۔ کاش میں نے تمہاری بات نہ مانی ہوتی۔ جانتے ہو' گھر میں ناجی نے کیسا طوفان اٹھایا تھا۔ وہ سمجھتی ہے کہ میں پاگل ہوگیا ہوں۔ اب نہ جانے مجھے اسے اور بچے کو دیکھنا نصیب بھی ہوگا یا نہیں۔"

"تم انہیں رقم تو بھیج سکو گے۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔"

"لیکن ہم جائیں گے کہاں؟ ہمیں کون پناہ دے گا؟"

"ایک کروڑ ڈالر جیب میں ہوں تو کہیں بھی پناہ مل سکتی ہے۔ تم فکر نہ کرو۔"

وہ سڑک چھوڑ کر جیٹی کی طرف جانے والے راستے پر مڑے۔ راستے پر اس وقت تک کافی کیچڑ ہو چکی تھی۔ ہیڈ لیمپس کی روشنی میں انہیں رامو کی کشتی کھڑی نظر آئی۔ وہ اب بھی وہیں تھی جہاں وہ صبح اسے باندھ کر گئے تھے۔ اب وہ بہت پرانی بات لگتی تھی۔ اور اب.......... اب تو وہ ایک ڈراؤنے خواب سے گزر رہے تھے۔

بارش یوں برس رہی تھی جیسے اب رکے گی ہی نہیں۔ سعادت نے ہیڈ لائٹس بجھائیں۔ وہ دونوں گاڑی سے اترے اور جیٹی کی طرف بھاگے۔ رامو کی کشتی تک پہنچتے

پہنچتے وہ بری طرح بھیگ چکے تھے۔ انہوں نے جلدی سے کشتی کھولی' اس میں بیٹھے اور اسے صدائے کشمیر کی طرف کھینے لگے۔

صدائے کشمیر پر ان کے لیے پناہ موجود تھی۔ کاک پٹ اور اس میں موجود آلات کے گرد شیشے کی دیواریں تھیں۔ چھت ایسی تھی کہ اسے کسی بھی وقت کھولا اور بند کیا جاسکتا تھا۔

ذرا دیر بعد صدائے کشمیر بپھرے ہوئے سمندر کے سینے پر رواں تھی۔ سعادت نے نیوی گیشن لائٹس آن کر دیں۔

"لائٹ آف کردو۔" جے نے چڑچڑے پن سے کہا "آزاد سمندر میں پہنچنے تک لائٹ آن نہ کرنا۔"

"یہ ضابطے کی خلاف ورزی ہوگی۔" سعادت نے اسے سمجھایا۔ "اگر میرین پولیس نے دیکھ لیا تو وہ ہمیں ضرور روکیں گے۔"

"میرین پولیس اتنی احمق نہیں کہ اس طوفانی رات میں سمندر کی سیر کرے گی۔"

"تو وہ ہمیں راڈار پر تو دیکھ سکتے ہیں۔ اس موسم میں کسی بوٹ کا نظر آنا ہی غیر معمولی ہوگا۔"

"اب اتنی دور کی نہ سوچو۔" جے بولا "ہم جن مشکلات سے بھاگ کر آئے ہیں' اب کوئی دشواری ان سے بڑھ کر نہیں ہوگی۔ اور سعادت' مجھے یقین ہے کہ جب تک ان لوگوں کو ہماری گمشدگی کا علم ہوگا' ہم کافی دور نکل چکے ہوں گے۔"

سعادت خاموش ہوگیا لیکن اس کی پیشانی پر تفکر کی لکیریں بے حد نمایاں تھیں۔
جے نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ۲ بج کر ۳۵ منٹ ہوئے تھے۔

☆------------☆------------☆

تین بج کر دس منٹ پر جگن ناتھ کو فنگر پرنٹس والوں کی وہ کال موصول ہوئی جس کا وہ گذشتہ دو گھنٹے سے انتظار کر رہا تھا۔ وہ اس تاخیر پر کڑھ رہا تھا لیکن جانتا تھا کہ یہ ناگزیر ہے۔ جس فلیٹ میں فنگر پرنٹ والوں کو بھیجا گیا تھا' وہ نشانات سے بھرا ہوا تھا۔ نشانات کی تعداد بلاشبہ لاکھوں میں تھی۔ وہ بے چارے مسلسل ڈسٹنگ کرتے اور نشانات

کی فلم بناتے رہے تھے۔ پھر وہ فلم ڈیولپنگ کے لیے فنگر پرنٹس ڈیپارٹمنٹ کی لیبارٹری میں بھیجی گئی۔

"چیف" لیبارٹری ٹیکنیشن کہہ رہا تھا۔ "بالآخر دو نشانات میچ کر گئے ہیں۔ انگوٹھے کے دو واضح نشانات........... ایک کچن میں کیتلی کے دستے پر سے اٹھایا تھا اور دوسرا الماری کے ہینڈل سے۔"

جگن ناتھ کی دھڑکنیں بے ربط ہونے لگیں۔ "کس کے نشانات ہیں؟" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"پیٹرک لنڈ سے کے۔"

"کوئین........... سیمور کوئین۔" جگن ناتھ خود پر قابو نہیں رکھ سکا۔

"نہیں چیف۔ نام ہے پیٹرک لنڈ سے۔"

"شکریہ۔" جگن ناتھ نے یہ کہہ کر ریسیور کریڈل پر پٹخا۔ اسی وقت سنیل موہن ہال میں داخل ہوا۔ وہ بے حد تر و تازہ نظر آرہا تھا۔ تین گھنٹے کی نیند لینے کے بعد اس نے شیو بنا کر منہ دھویا تھا۔

"کہو جگن........... کیا صورت حال ہے؟" سنیل نے پوچھا۔

"لگتا ہے' ہماری عوام سے اپیل رنگ لائی ہے۔" جگن ناتھ نے کہا "نتیجہ ہماری توقع کے مطابق تو نہیں لیکن بہرحال مثبت نکلا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور اٹھایا اور ایک نمبر ملایا۔ رابطہ ملنے تک وہ سنیل شرما کو مختصراً اب تک کی روداد سناتا رہا۔ اس نے کلیانی کے علاقے میں عورت پر حملے کے متعلق بتاتے ہوئے کہا "فنگر پرنٹس سے پتا چلتا ہے کہ سیمور کوئین اس عورت کے فلیٹ میں رہتا رہا ہے۔ لیکن عورت پر حملہ کرنے والے کا حلیہ سیمور کوئین سے بہت مختلف ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حملہ آور ہندوستانی تھا۔"

"تو پھر؟ حملہ آور کون ہوگا؟" سنیل نے پوچھا۔

"ممکن ہے' سیمور کا کوئی ساتھی ہو۔ کوئی ایسا شخص جو ٹی وی پر ہماری اپیل سننے کے بعد خوفزدہ ہوا ہو کہ وہ عورت ہم تک پہنچے گی اور سب کچھ بتا دے گی۔ اس کا

مطلب ہے کہ آپ کا اندازہ درست تھا۔ وہ لوگ ابھی بمبئی ہی میں ہیں۔ سب نہیں تو ان کے چند ایک ساتھی ضرور یہاں موجود ہیں۔"

اتنی دیر میں کلیانی پولیس اسٹیشن سے رابطہ مل گیا تھا۔ "تمہارا اندازہ درست تھا دوست۔" اس نے انچارج سے کہا "ہمارا مطلوب امریکی سیلر اسی عورت کے فلیٹ میں چھپا رہا ہے۔ یہ بتاؤ' عورت بات کرنے کے قابل ہوئی؟"

"میں نے ایک آدمی اسپتال میں اس کے وارڈ کے باہر تعینات کردیا ہے سر۔ جیسے ہی وہ ہوش میں آئے گی' میں آپ کو مطلع کردوں گا۔ ویسے عورت کی حالت بہت زیادہ خراب ہے۔ چند لمحوں کے لیے وہ ہوش میں آئی تھی مگر پھر.........."

"ہمارا اندازہ ہے کہ اس پر حملہ کرنے والا سیمور کوئین کا ساتھی ہوگا۔" جگن نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اور عورت نے اس کے لیے دروازہ کھولا تھا۔ اس کا مطلب ہے' وہ اسے جانتی ہوگی' میں اس شخص کا نام جاننا چاہتا ہوں... اور یہ وہ عورت ہی بتا سکتی ہے۔"

☆============☆============☆

بارش جتنی اچانک شروع ہوئی تھی' اتنی ہی اچانک رک بھی گئی۔ جے نے گھڑی دیکھی۔ تین بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ ان کی خفیہ سمندری پناہ گاہ ابھی دور تھی۔ بارش رکی تو سمندر کی وہ مہیب پھنکاریں بھی معدوم ہوگئیں جو اس سے پہلے دوسری تمام آوازوں کو نگل رہی تھیں۔ اب موجیں بھی پُرسکون ہوگئی تھیں۔ اب انہیں اندازہ ہوا کہ پچھلے ایک گھنٹے کے دوران ہوا کتنا زور پکڑ چکی تھی۔ کاک پٹ میں تو بارش اور سمندر کے شور کے سوا کچھ پتا ہی نہیں چل سکا تھا اور ہوا کا زور مسلسل بڑھ رہا تھا لیکن انہیں احساس تھا کہ اب وہ طوفان کے ایک سرے پر پہنچ چکے ہیں۔ طوفان کے مرکز سے ابھی وہ دو سو میل دور تھے.......... اور درمیان میں ہوا تھی جو مسلسل دباؤ بڑھا رہی تھی۔

"شکر ہے' ہم جلدی نکل آئے۔" جے نے کہا "ایک گھنٹا اور دیر ہو جاتی تو نکلنا ناممکن ہو جاتا۔"

سعادت نے بے دھیانی سے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کی توجہ سامنے کے منظر پر

مرکوز تھی۔ ویسے بھی جیٹی سے روانگی کے بعد وہ بتدریج گم صم ہوتا جارہا تھا۔ جے نے سوچا' یہ طوفان سے خوفزدہ ہے۔ وہ جانتا تھا کہ طبعاً" سعادت بہت جلدی پریشان ہو جانے والا آدمی ہے۔ خیر.......... پریشانی کی بات تو تھی.......... سبھی کے لیے۔ لیکن ان میں سعادت ایسا آدمی تھا جو پریشانی کے سامنے فوراً" ہی سپر ڈال دینے.......... بلکہ لیٹ جانے کا عادی تھا۔ خوش قسمتی سے اس بار اسے لیٹنے کا موقع نہیں ملا تھا اور اب تو پیچھے ہٹنے کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ باقی سب لوگوں کی طرح وہ بھی اب پروجیکٹ سے پوری طرح وابستہ تھا۔

دوسری طرف سعادت پریشان تھا۔ زندگی میں وہ پہلا موقع تھا جب وہ اپنے لیے خوفزدہ اور پریشان نہیں تھا۔ کشمیر میں اس کے اندر جو تبدیلی رونما ہوئی تھی' اس کی اس نے جے کو ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔ وہ جے کو کیسے بتاتا کہ اب وہ حصول دولت کے لئے نہیں' ایک کاز کے لیے.......... اپنی قوم کے لیے کام کر رہا تھا۔ اس وقت اسے طوفان سے ڈر تھا تو اپنے لیے نہیں.......... بلکہ ڈیوڈ کیلی کے لیے۔ اسے لبریشن فرنٹ کے مصطفیٰ کے الفاظ اب بھی یاد تھے۔ وہ الفاظ اس وقت اس کی سماعت میں گونج رہے تھے۔ مصطفیٰ نے کہا تھا..........

"تمہیں اعتماد میں لینا اس لیے بھی ضروری تھا کہ کوئی گڑبڑ ہونے کی صورت میں تم کشمیر کے مفاد کو فوقیت دو.......... اس کے مطابق قدم اٹھاؤ۔" اور مصطفیٰ نے یہ بھی کہا تھا..........

"یاد رکھنا' ٹائی فون کی زندگی بہت اہم ہے۔"

سو اب سعادت کو اپنی زندگی کی نہیں' ٹائی فون کی.......... ڈیوڈ کیلی کی زندگی کی فکر تھی' جو ٹائی فون ہی کی صورت میں ایک یقینی خطرے سے دوچار ہونے والی تھی۔ جے پر دیوانگی طاری تھی۔ سمندری طوفان کے دوران سفر دیوانگی ہی تھا اور سعادت جے کو نہیں سمجھا سکتا تھا۔ سفر کے دوران اس نے جے کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ پہاڑی کھوہ بہت محفوظ پناہ گاہ ہے۔ وہ وہاں اس وقت تک چھپے رہ سکتے ہیں جب تک پولیس کی سرگرمیاں سرد نہ پڑ جائیں۔ پھر وہ اپنا سفر شروع کر سکتے ہیں۔ لیکن جے پولیس سے بری

طرح خوفزدہ ہوگیا تھا۔ سعادت کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جے کو کیسے باز رکھے۔

بارش رک گئی تھی۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جے کاک پٹ سے نکلا اور نیچے سیلون میں جاکر سعادت کی ٹارچ لے آیا۔ بوٹ کے اگلے حصے میں جاکر اس نے آسمان کا جائزہ لیا۔ آسمان کا منظر اسے عجیب سا لگا۔ دھنکی ہوئی روئی جیسے چھوٹے چھوٹے بادل چاند کو گھیرے میں لے رہے تھے۔ وہ بہت تیزی سے یکجا ہو رہے تھے۔ ہوا اور تیز ہوگئی تھی۔

اس نے ٹارچ والا ہاتھ بلند کیا اور اسے روشن کرکے سگنل دیا۔ ایک مختصر' دو طویل اور پھر ایک مختصر۔ یہ اشارہ مورس کوڈ میں انگریزی حروف "پی" کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پی فور پروجیکٹ۔ یہ بہت ضروری تھا کیونکہ روشنی بہت کم تھی۔ اور بوٹ کو جس کھاڑی میں داخل ہونا تھا' وہ بہت تنگ تھی۔ راستے میں بوٹ دونوں طرف کی چٹانوں میں سے کسی سے بھی ٹکرا سکتی تھی۔

اس نے رخصت ہوتے وقت صفدر اور سیمور کو ہدایت کردی تھی کہ وہ الرٹ رہیں تاکہ بوقت ضرور سگنل دیکھ سکیں۔ لیکن اسے ڈر تھا کہ وہ بے پروائی نہ کر گئے ہوں۔ ایک تو ان کی آمد شیڈول کے مطابق نہیں تھی' لہٰذا غیر متوقع تھی۔ اس پر موسم ایسا تھا کہ وہ دونوں ان کی آمد کی امید نہیں کر رہے ہوں گے۔ انہیں تو نہیں معلوم تھا کہ بمبئی میں صورت حال کس قدر اچانک کتنی تیزی سے تبدیل ہوئی ہے۔

پہلے سگنل کا کوئی رد عمل نہیں ہوا تو اس نے دوبارہ سگنل دیا.......... اور فوراً ہی تیسری بار بھی۔ اب بھی کوئی رد عمل سامنے نہیں آیا تو وہ پریشان ہوگیا۔ بوٹ اب خطرناک مقام سے بمشکل چوتھائی میل دور ہوگی لیکن اسے آگے کچھ بھی نظر نہیں آیا تھا اور موجیں بوٹ کو اور تیزی سے اس طرف لے جارہی تھیں۔

پھر اچانک اسے جوابی سگنل نظر آیا۔ روشنی کا مختصر اشارہ جو پانچ سیکنڈ کے وقفوں سے تین بار دیا گیا۔ اور روشنی خطرناک حد تک قریب نظر آئی تھی۔ جے تیزی سے کاک پٹ کی طرف لپکا۔ "رفتار کم کرو۔" اس نے سعادت سے کہا "اور روشنی کو دیکھتے رہو۔"

سعادت نے بوٹ کی رفتار چوتھائی کردی۔ بوٹ اب عملاً" ہوا اور موجوں کے زور پر آگے بڑھ رہی تھی۔ دوسری طرف اب دو ٹارچیں روشن تھیں اور بوٹ ان کی سمت بڑھ رہی تھی۔ سعادت نے بوٹ کو کھاڑی کے عین وسط میں داخل کیا۔ جے نے جلدی سے لنگر گرادیا۔ سعادت نے انجن کو ریورس کیا اور لنگر کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد انجن کو بند کردیا۔

"چلو.......... جلدی کرو' کشتی میں اتارتا ہوں۔" جے نے سعادت سے کہا۔

"تم کشتی میں جاؤ۔ میں بوٹ کے خصوصی ریڈیو پر چار بجے والی موسم کی خبریں سنوں گا۔ اور جے' ذرا جلدی کرنا۔ میں طوفان کا سامنا یہاں نہیں' کھلے سمندر میں کرنا چاہتا ہوں ورنہ نکلا نہیں جاسکے گا۔"

جے نے ربڑ کی کشتی پانی میں اتاری اور اسے تیزی سے کھینے لگا۔ ایک منٹ بعد وہ صفدر اور سیمور تک پہنچ گیا۔

"کیا ہوا؟ کیا بات ہے؟" سیمور نے پوچھا "کوئی مسئلہ کھڑا ہوگیا ہے کیا؟"

"مسئلہ نہیں' مسائل کہو۔ ہمیں فوری طور پر کیلی کو لے کر نکل لینا ہے۔ وضاحت میں بعد میں کروں گا۔" جے نے کہا۔

وہ دراڑ میں داخل ہونے کے لیے بڑھا لیکن سیمور نے اس کا کالر تھاما اور اسے اپنی طرف گھمایا۔ دونوں کے چہروں کے درمیان بمشکل چند انچ کا فاصلہ ہوگا۔ "یہ بعد کا چکر نہیں چلے گا۔" وہ غرایا۔ "بری خبر سنانے میں زیادہ وقت نہیں لگتا۔ اور بہت بری خبر نہ ہوتی تو تم اس وقت یہاں نہ ہوتے۔ مجھے بتاؤ' ہوا کیا ہے؟"

ہلکی چاندنی میں جے کو سیمور کے چہرے پر بے اندازہ سختی نظر آئی۔ صبر آزما انتظار اس کے بھی اعصاب پر اثر انداز ہوا تھا۔ طبعاً" وہ ویسے بھی غصہ ور آدمی تھا۔ جے کو اچانک ہی احساس ہوگیا کہ ان سب کے لیے فیصلہ کن لمحہ آپہنچا ہے۔ اسے فیصلہ کرنا تھا کہ تصادم اور اکڑ بہتر ہے یا مفاہمت۔ ان سب کو ایک دوسرے کی ضرورت تھی۔ اب انچارج کی حیثیت سے اکڑنے کا موقع نہیں تھا۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر سیمور کا کندھا تھام لیا۔ "ٹھیک ہے۔ تو یہی سہی۔ لیکن

ہمارے پاس وقت کم ہے۔ طوفان آنے والا ہے۔ اس سے پہلے ہمیں کھلے سمندر میں پہنچنا ہے۔ یقین کرو، یہ ضروری ہے۔ اس لیے کہ تم تاڑے جا چکے ہو اور ایک ایک کر کے ہم سب بے نقاب ہونے والے ہیں۔"

"میں تاڑ لیا گیا ہوں! میں سمجھا نہیں۔"

"تم نے خبریں نہیں سنیں؟"

"دس بجے آخری بار سنی تھیں۔ کوئی نئی بات سامنے نہیں آئی تھی۔"

"اب سامنے آچکی ہے۔ تمہارا چہرہ ملک بھر کے ٹی وی اسکرین کی زینت بن چکا ہے۔ وہ تم تک پہنچ چکے ہیں اور جلد ہی تمہارے توسط سے ہم سب تک پہنچ جائیں گے۔ بلکہ ممکن ہے، اب تک ایسا ہو بھی چکا ہو۔ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ہمیں فوری طور پر نکل لینا ہے۔ کراچی پہنچ گئے تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس کے بعد کشمیری خود ہمیں تحفظ فراہم کریں گے۔ اس لیے کہ وہ مجبور ہیں.......... اور اسی میں ان کی بہتری ہے۔"

"انہوں نے مجھے ٹریس کیسے کیا؟" سیمور کے لہجے میں الجھن تھی۔

"یہ مجھے نہیں معلوم۔" جے نے جواب دیا۔ وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ کم از کم فی الوقت ریٹا والا معاملہ سامنے نہیں لائے گا۔ اس وقت دماغ ویسے ہی گرم ہو رہے تھے۔ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ "اہمیت اس بات کی ہے کہ ہمیں فوراً چل دینا ہے۔"

"مگر یہ ضروری کیوں ہے۔" سیمور نے اعتراض کیا۔ "ہم یہاں پندرہ دن بھی چھپے رہ سکتے ہیں۔"

"اس لیے کہ تمہاری مہربانی سے انہیں ہم سب کا پتا چل جائے گا۔ وہ سعادت کے متعلق چیک کریں گے تو انہیں اس کی بوٹ کا پتا چلے گا کہ وہ بلیو ہیون جیٹی پر موجود ہوتی ہے۔ اسے چیک کریں گے تو پتا چلے گا کہ وہ غائب ہے۔ وہ اسے ہیلی کاپٹروں کی مدد سے تلاش کریں گے اور وہ انہیں باہر کھاڑی میں لنگر انداز نظر آئے گی۔ پھر خود سوچو کہ ہم کہاں ہوں گے۔"

"تو بوٹ کو کھلے سمندر میں چھوڑ آتے ہیں۔ ہم ربڑ کی کشتی میں واپس آجائیں گے۔"

"بھائی، تم دماغ استعمال کرنے کی کوشش نہ کیا کرو۔" جے نے طنزیہ لہجے میں کہا "بوٹ نہیں ہوگی تو منصوبہ کہاں جائے گا؟ کیا زندگی یہیں گزارنا چاہتے ہو.......... کیلی سمیت؟" پھر اس نے کچھ توقف کے بعد کہا "ابھی نکل لیے تو صبح ہوتے ہوتے ہم ہندوستان کی بحری حدود سے نکل چکے ہوں گے۔"

سیمور نے جے کا کالر چھوڑ دیا۔ "مگر تم بھارتیوں کے پاس نیوی بھی تو ہے۔" اس نے اعتراض کیا "ضروری نہیں کہ وہ اپنی سمندری حدود میں رہے۔ وہ ہمیں باہر نکل کر بھی تلاش کر سکتے ہیں۔"

"میں کہہ تو رہا ہوں کہ ہم جتنی جلدی نکل لیں، اتنا ہی اچھا ہے۔"

سیمور، صفدر کی طرف مڑا جو بڑی بے تعلقی سے یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے۔"

صفدر اپنی عادت کے مطابق چند لمحے غور کرتا رہا پھر بولا "میرے خیال میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ جے ٹھیک کہہ رہا ہے۔ بوٹ کی وجہ سے وہ بہ آسانی ہم تک پہنچ جائیں گے۔ اور ہم بوٹ کو چھوڑ نہیں سکتے۔ بوٹ ہماری آخری اور اہم ترین امید ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" سیمور نے کہا۔ پھر وہ جے کی طرف مڑا۔ "بتاؤ، ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"بس اتنا کہ کیلی کو باہر نکال لاؤ۔" جے نے کہا۔ اسے پھر لیڈر بننے کا موقع مل گیا تھا۔ "باقی سامان یہیں چھوڑ دو۔ صرف کھانے پینے کی چیزیں لے لو۔ اور تیزی دکھاؤ۔"

وہ تینوں دراڑ میں گھسے اور کھوہ میں پہنچے، تینوں نے ہیلمٹ پہن لیے تھے۔ جے نے سب سے پہلے اپنے ریوالور پر قبضہ کیا۔ اچانک ایک خیال نے اسے چونکا دیا۔ وہ لرز کر رہ گیا۔ اسے سعادت کی ہچکچاہٹ اور سوگواری یاد آئی۔ پھر یاد آیا کہ اس نے خبریں سننے کا عذر پیش کر کے بوٹ پر ہی رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ طوفان سے ڈر رہا تھا۔ اتنی دیر میں وہ بوٹ لے کر واپس جا سکتا تھا۔ جے نے دل ہی دل میں خود کو اپنی حماقت پر کوسا۔

"تم سامان نکالو، کیلی کو کشتی میں بٹھا کر بوٹ کی طرف آؤ، میں وہیں جا رہا ہوں۔" یہ کہہ کر

وہ کوئی وضاحت کیے بغیر دراڑ سے باہر نکلا۔ اس نے ٹارچ روشن کی اور پانی میں اتر گیا۔ پانی گھٹنوں گھٹنوں تھا۔ وہ بوٹ کی طرف چل دیا۔

☆===========☆===========☆

جے کے کشتی لے کر جانے کے بعد سعادت سوچنے میں مصروف ہو گیا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ وہ بہت تیزی سے کوئی ایسی ترکیب سوچنے کی کوشش کر رہا تھا جو ان کا سفر ملتوی کرا سکے لیکن گھبراہٹ میں اس سے ٹھیک طرح سے سوچا بھی نہیں جا رہا تھا۔

اچانک اس کے ذہن میں روشنی کا جھماکا سا ہوا۔ اس نے سوچا' بوٹ میں کوئی فنی خرابی پیدا کرنا کوئی بڑی بات نہیں.......... ایسی فنی خرابی جو اپنے اختیار میں ہو۔ مگر کیا؟ اس دوران ریڈیو پر موسم کی خبریں شروع ہو گئیں اور وہ ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ساتھ ہی اس کا ذہن کچھ سوچ بھی رہا تھا۔ خبریں سننے کے بعد وہ اٹھا۔ اسے ایک آئیڈیا سوجھ گیا تھا۔

☆===========☆===========☆

جے کو بوٹ نظر آئی تو اس نے اطمینان کی سانس لی لیکن نہ جانے کیوں وہ اب بھی غیر مطمئن تھا۔ بوٹ پر پہنچ کر اس نے کاک پٹ کی طرف دیکھا مگر سعادت اسے نظر نہیں آیا۔ اس نے سوچا' نیچے سیلون میں گیا ہو گا۔

اسی لمحے سعادت اٹھ کر کھڑا ہوتا نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں اسکریو ڈرائیور تھا۔

جے کو یقین ہو گیا کہ سعادت بوٹ میں کوئی گڑبڑ کر رہا ہے۔ اس کے بدترین اندیشے کی تصدیق ہو گئی تھی۔ اتنا سخت دن گزارنے کے بعد وہ ویسے ہی اعصاب زدہ ہو رہا تھا' اسے سعادت پر غصہ آیا اور بہت زور کا غصہ آیا۔ محض اپنی بزدلی کی وجہ سے وہ اس کے اتنی محنت سے بنائے ہوئے پروجیکٹ کو تباہ کر رہا تھا۔

اسی لمحے سعادت پھر جھکا۔

جے نے ریوالور نکال کر ہاتھ میں لیا اور کاک پٹ کی طرف لپکا۔ وہ کاک پٹ میں داخل ہوا۔ "یہ اسکریو ڈرائیور رکھ دو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

سعادت نے پلٹ کر دیکھا۔ جے کے ہاتھ میں ریوالور اور اس کے چہرے پر چھائی ہوئی سفاکی کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ "کیا بات ہے۔ جے؟"

اتنی دیر میں جے نے دیکھ لیا کہ سعادت نے کنٹرول پینل کے علاوہ نیچے کا ایک خانہ کھولا ہوا ہے وہ وہیں کچھ گڑبڑ کر رہا تھا۔ "تم نے میری بات سن لی ہے۔ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔" اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"پاگل ہو گئے ہو۔ ہمیں لمبے سفر پر جانا ہے اور طوفان کا سامنا بھی کرنا ہے۔ بوٹ کو چیک کرنا ضروری ہے۔ میں نے سوچا' چھوٹی موٹی خرابیاں ٹھیک کر دوں۔"

"ٹھیک کر رہے ہو یا بڑی خرابیاں پیدا کر رہے ہو۔ بزدل آدمی' میں تمہیں منصوبہ تباہ نہیں کرنے دوں گا۔" جے غرایا۔ "کھڑے ہو جاؤ ورنہ میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔"

"تو شوق سے کر دو.......... میں اپنا فرض بہرحال پورا کروں گا؟" سعادت نے بے پروائی سے کہا اور پلٹ کر دوبارہ کھلے ہوئے خانے پر جھک گیا۔

جے کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ اس کا ذہن ٹھیک طرح سے کچھ سوچنے کے قابل نہیں رہا۔ اس کے ریوالور کا رخ سعادت کی طرف تھا اور ذہن میں بس یہ خیال تھا کہ ممکن ہے' ایک لمحے کی چوک سے سعادت اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔ وہ خود تو بوٹ اور اس کے انجن کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔

وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نے بالا ارادہ ٹریگر دبایا یا وہ غیر ارادی حرکت تھی۔ بہرحال دو فائر ہوئے تھے اور سعادت چیخ مار کر ڈھیر ہو گیا تھا۔ اب جے ریوالور جھکائے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ سکتے کی سی کیفیت میں تھا۔

"جے.......... جے.........." سعادت ٹوٹی پھوٹی آواز میں اسے پکار رہا تھا۔

جے جیسے کسی ٹرانس سے نکلا۔ وہ بڑھا اور سعادت کے پاس جا کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے سعادت کو سیدھا کیا۔ دونوں گولیاں پیٹھ میں گھسنے کے بعد سینے سے باہر نکلی تھیں اور دل سے یقیناً بہت قریب تھیں۔ سعادت خون میں نہا گیا تھا۔ "سوری یار سعادت.........."

"چھوڑو اسے۔ میں اب مر رہا ہوں۔" سعادت کی آواز بے حد دھیمی تھی۔

"تمہیں یہ بتانا ہے کہ طوفان نے رخ بدل لیا ہے۔ وہ اب پور بندر اور سورت کی طرف مڑ گیا ہے۔" اتنا کہتے کہتے وہ ہانپ گیا۔ "جے.........جے......... کیلی کو کچھ نہ ہونے دینا۔" پھر وہ زیرِ لب کچھ کہنے لگا۔ جے نے اس کے ہونٹوں سے کان لگا دیا۔

سعادت کلمہ پڑھ رہا تھا!

☆============☆============☆

صفدر اور سیمور، ڈیوڈ کیلی کو درمیان میں لیے دراڑ سے گزار کر باہر لائے۔ کیلی قدم کہیں رکھ رہا تھا اور پڑ کہیں رہے تھے۔ ایک تو وہ سوتے سے اٹھایا گیا تھا، دوسرے یہ کہ اسے باندھنے والی زنجیر کا دوسرا سرا اب اس کی کلائی سے منسلک تھا۔ سر پر دوبارہ بوری چڑھا دی گئی تھی۔

"اب کیا مصیبت ہے!" وہ منمنایا۔ بوری کی وجہ سے اس کی آواز اور گھٹ گئی۔

صفدر نے اپنا ہیلمٹ اتار کر کشتی میں رکھ دیا۔

"ہم تمہیں بوٹ میں سیر کرانے لے جا رہے ہیں۔" سیمور نے چھیڑنے والے انداز میں کہا "تم بس ہمارے اشاروں پر چلتے رہو۔ عافیت سے رہو گے۔"

"طوفان آنے والا ہے......... ہے نا؟" کیلی نے کہا۔ اسے کھوہ کے اندر اور باہر کے موسم میں فرق کا اندازہ ہو گیا تھا۔ "اس موسم میں تم کشتی لے کر نکلو گے؟"

"تمہیں اسے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ تم صرف یہ سوچو کہ کتنے خوش قسمت ہو۔ اس لیے کہ زندہ ہو۔" سیمور نے سخت لہجے میں کہا۔

صفدر اور سیمور نے مل کر کیلی کو ربڑ کی کشتی میں بٹھایا پھر انہوں نے ضروری سامان لا کر رکھا پھر وہ کشتی کھینے لگے۔

وہ بوٹ سے کچھ ہی دور تھے کہ انہوں نے دو فائروں کی خوفناک آواز سنی.........

☆============☆============☆

صدائے کشمیر کے کاک پٹ سے جے نے ربڑ کی کشتی کے ہیولے کو بوٹ کی طرف آتے دیکھا اور انہیں ریسیو کرنے کے لئے چل دیا۔

"یہ فائرنگ کی آواز کیسی تھی؟" سیمور نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔

"اوپر تو آ جاؤ، خود دیکھ لینا۔" جے نے جھنجلا کر کہا پھر اس نے صفدر کا بڑھایا ہوا سامان لے کر اوپر رکھا اور ان لوگوں کو اوپر آنے میں مدد دینے لگا۔

"اب بتاؤ نا، کیا ہوا ہے؟" سیمور نے اوپر آتے ہی بے تابی سے پوچھا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" جے نے کہا۔

وہ سیمور کو کاک پٹ میں لے گیا۔ وہاں کا منظر دیکھ کر سیمور کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ "یہ سب کیا ہے؟ تم نے سعادت کو شوٹ کر دیا!"

"وہ غداری کر رہا تھا۔" جے نے سرد لہجے میں کہا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ ایک اور نازک مرحلہ ہے۔ اسے سعادت کو پوری طرح مجرم ثابت کرنا تھا اور کھلے ہوئے کنٹرول پینل اور خانے کی موجودگی میں یہ کوئی دشوار کام نہیں تھا۔ "وہ بوٹ کو ناکارہ بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

سیمور کوئین نے کھلے ہوئے پینل کا اور پھر کھلے ہوئے خانے کا جائزہ لیا۔ دونوں جگہ چند اسکریو کھلے ہوئے تھے۔ اسکریو ڈرائیور نیچے ہی پڑا تھا۔ سیمور نے سر اٹھایا اور جے کو سرد نگاہوں سے گھورا۔ "لیکن تم اس پر ویسے بھی قابو پا سکتے تھے۔ شوٹ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"وہ ہاتھ نہیں روک رہا تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ بوٹ کو کتنی تیزی سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے، پہنچ چکا ہو۔"

سیمور نے اسکریو ڈرائیور اٹھایا اور خانے کے کھلے ہوئے اسکریو کسے۔ پھر وہ پینل کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے اسکریو کسنے کے بعد اس نے پینل کو بند کر دیا۔ پھر اس نے انجن اسٹارٹ کیا، وہ فوراً ہی اسٹارٹ ہو گیا۔ سیمور نے اطمینان کی سانس لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب اس کا کیا کیا جائے؟" اس نے لاش کی طرف اشارہ کیا۔

گویا اس نے حقیقت کو قبول کر لیا ہے، جے نے سوچا۔ پھر بولا "سمندر میں پھینکنا ہو گا۔"

"لیکن یہاں نہیں، آگے جا کر پھینکیں گے۔" سیمور نے کہا وہ بے حد پُرسکون دکھائی دے رہا تھا۔ "اب میرا تمہارا حساب برابر ہو گیا۔ ایک قتل میں نے کیا اور ایک تو

نے۔"

"میں نے تو پروجیکٹ کو بچانے کے لیے اسے شوٹ کیا تھا۔" جے نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔

"اور میں اس باڈی گارڈ کو شوٹ نہ کرتا تو خود کہاں ہوتا اور تمہارا پروجیکٹ کہاں ہوتا؟"

"خیر چھوڑو اس بات کو۔ تم بوٹ چلاؤ' میں صفدر کے ساتھ کیلی کو نیچے پہنچا کر آتا ہوں۔"

جے باہر نکلا۔ صفدر' ڈیوڈ کیلی کے ساتھ عرشے پر کھڑا تھا۔ انہوں نے کیلی کو سیلون میں پہنچایا۔ اس کے سر پر اب بھی بوری تھی۔ زنجیر کا دوسرا سرا انہوں نے لوہے کے بیڈ کے پائے سے باندھ دیا۔ پھر وہ اوپر آگئے۔

جے نے دیکھا' صفدر کا چہرہ فق ہو رہا تھا۔ "کیا ہوا؟ مجھے بھی بتاؤ۔" اس نے کمزور لہجے میں پوچھا۔

جے نے اسے سعادت کے متعلق بتایا پھر وضاحت کی "میں مجبور تھا۔"

صفدر نے منہ پھیر لیا۔ پھر اچانک ہی اس نے قے کر دی۔

"کیا بات ہے' تم ٹھیک تو ہو؟" جے نے پوچھا۔

"طبیعت کچھ خراب ہے۔ بہت دیر سے جی متلا رہا تھا۔" صفدر نے کمزور آواز میں کہا۔

جے نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "ارے.......... تمہیں تو بخار ہے۔ تم نیچے جاکر آرام کرلو کچھ دیر۔"

صفدر بغیر ایک لفظ کہے نیچے چلا گیا۔ جے کا اندازہ تھا کہ اسے سعادت کی موت کا بے حد دکھ ہوا ہے۔

جے کاک پٹ میں چلا گیا۔ سیمور وہاں سعادت کے چھوڑے ہوئے چارٹس کا جائزہ لے رہا تھا۔ بوٹ اب کھلے پانی میں سفر کر رہی تھی۔ اس نے جے سے کہا "سعادت مر چکا ہے۔ صفدر کو سمندری بیماری لاحق ہوگئی ہے.........."

"سمندری بیمار؟" جے نے حیرت سے کہا "میرے خیال میں تو یہ ملیریا ہے۔ اسے بخار بھی ہے اور الٹیاں بھی آرہی ہیں۔"

"نہیں۔ وہ سی سِک ہوگیا ہے۔ میں نے ایسے بہت سے کیس دیکھے ہیں۔ طوفان میں اس کی حالت اور خراب ہو جائے گی۔ ساری علامات سمندری بیماری کی ہیں۔" سیمور کہتے کہتے رکا۔ "میں یہ کہہ رہا تھا کہ دو آدمی کم ہوگئے۔ یہ بڑا مسئلہ بنے گا۔"

"سمندری بیماری ہو یا کچھ اور صفدر کو کام تو کرنا پڑے گا۔" جے بولا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو! وہ اس سفر کے دوران مر بھی سکتا ہے۔ میں نے ایسے کئی کیس دیکھے ہیں۔ اور تم اس کے لیے کچھ کر بھی نہیں سکتے۔ تمہارا اپنا کیا حال ہے؟"

"مجھے کبھی یہ بیماری لاحق نہیں ہوئی' اب بھی نہیں ہوگی۔"

"بہرحال اب ہم دونوں ہی اس بوٹ کے ذمے دار ہیں۔"

☆============☆============☆

ساڑھے پانچ بجے کلیانی تھانے کے انچارج نے فون کرکے بتایا کہ عورت کو ہوش آگیا ہے۔ اس کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں' ان کے مطابق وہ اینگلو انڈین تھی۔ نام ریٹا تھا۔ غیر شادی شدہ تھی اور اکیلی رہتی تھی۔

جگن ناتھ فوری طور پر اسپتال پہنچا' ڈاکٹر نے اس پر واضح کر دیا تھا کہ مریضہ کی حالت اچھی نہیں۔ اسے زیادہ دیر پریشان نہ کیا جائے۔ اس کی یادداشت زائل بھی ہو سکتی ہے۔

جگن ناتھ وارڈ میں چلا گیا۔ مریضہ بستر پر لیٹی تھی۔ اس کی نم آنکھیں کسی غیر مرئی نقطے پر جمی تھیں۔ یہ کہنا دشوار تھا کہ اس نے اسے دیکھا ہے یا نہیں۔ اس کے انداز سے تو ہرگز ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ اس کی موجودگی سے واقف ہے۔

"مس ریٹا!" جگن نے اسے پکارا۔

ریٹا کی نگاہیں بدستور خلا میں گھورتی رہیں۔

"مس ریٹا' میں ایک پولیس افسر ہوں۔ میرا نام جگن ناتھ ہے۔ آپ میرے چند سوالوں کے جواب دیں گی؟"

ریٹا نے پلکیں جھکائیں مگر اس نے جگن کی طرف نہیں دیکھا۔

"میں نے کہا نا' ابھی اس سے پوچھنے کا کچھ فائدہ نہیں۔" ڈاکٹر نے احتجاج کیا۔ "یہ تو آپ کی بات سمجھ بھی نہیں رہی ہے۔"

"کسی مستقل نقصان کا خدشہ تو نہیں؟" جگن نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"میرا اندازہ ہے کہ چوبیس گھنٹے میں یہ نارمل ہو جائیں گی۔ آپ کل صبح ان سے پوچھ کچھ کر سکتے ہیں۔"

"آپ کو اندازہ نہیں کہ یہ کتنی اہم گواہ ہیں.......... اور کل صبح تک تو بہت دیر ہو جائے گی۔ پلیز.......... آپ مجھے صرف دو منٹ کی مہلت دے دیں۔ ممکن ہے' یہ کچھ بتا سکیں۔"

ڈاکٹر نے کندھے جھٹک دیے۔

جگن دو منٹ تک کوشش کرتا رہا مگر ریٹا کی نظریں جہاں جمی تھیں' جمی رہیں۔ بالآخر وہ وارڈ سے نکل آیا۔ وہ خود کو بہت بے بس محسوس کر رہا تھا۔

☆------------☆------------☆

اب وہ چٹانوں کے درمیان بے حد تنگ راستے سے گزر رہے تھے۔ وہاں جے پر سیمور کی ایک اور خوبی کھلی۔ وہ بوٹ کو بڑی خوبصورتی سے اسٹیئر کر رہا تھا۔ راستہ تنگ بھی تھا اور سیدھا بھی نہیں تھا۔ ایک موڑ پر سیمور کے بچاتے بچاتے بھی بوٹ ایک چٹان سے ٹکرا گئی۔

سیمور نے جے سے کہا "تم وھیل سنبھالو' میں جا کر چیک کرتا ہوں کہ بوٹ کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا۔ بوٹ کو ۷۰ درجے پر رکھنا۔ یہ ہمارے اصل راستے سے قریب تر ہے۔ بعد میں ہم اور درست کرلیں گے۔"

"تم باتیں ایسی کر رہے ہو جیسے ان معاملات کے متعلق بہت کچھ جانتے ہو۔"

"تم بھول رہے ہو کہ میں امریکی نیوی میں تھا۔ یہ تمام باتیں تو میں نے تربیت کے دوران ہی سیکھ لی تھیں۔ میں نے چھ ماہ بارودی سرنگیں صاف کرنے والے جہاز پر گزارے ہیں۔ تمہیں نہیں معلوم' وہ تجربہ کوئی معمولی تجربہ نہیں تھا۔"

جے نے وھیل سنبھال لیا۔ سیمور کاک پٹ سے چلا گیا۔ بوٹ اب پہلے سے زیادہ اچھل رہی تھی۔ ہوا بہت تیز تھی۔ پھر اچانک ہی بارش شروع ہو گئی۔ ویدر اسکرین کے پار دیکھنا مشکل ہو گیا۔ بوٹ کے ساتھ ساتھ کمپاس بھی بری طرح ہل رہا تھا۔ تاہم جے سوئی کو ۷۰ درجے پر رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ وہ دل ہی دل میں سیمور کا شکر گزار تھا۔ سیمور کا تجربہ' اس کا حوصلہ' اس کی قوت کام آ رہی تھی۔ وہ نہ ہوتا تو اب تک منصوبے کا نہ جانے کیا حشر ہو چکا ہوتا۔ لیکن اسے رہ رہ کر یاد آتا کہ جو کچھ بھی ہوا ہے' وہ سیمور ہی کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے اب پولیس اس کا نام بھی جان گئی تھی ورنہ کسی کو کبھی معلوم نہ ہو پاتا کہ ڈیوڈ کیلی کو اغوا کرنے والے کون تھے۔ وہ جانتا تھا کہ سیمور مزاج کا بہت تیز ہے۔

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور کے دستے کو چھوا۔ ریوالور کی موجودگی کا احساس بہت خوش کن تھا۔

☆------------☆------------☆

صدائے کشمیر کا سامنے والا حصہ ایک مہیب موج کے سینے پر ابھرا اور اتنی تیزی سے نیچے کی طرف آیا کہ دیکھ کر "لگتا تھا' بوٹ سمندر کی تہ میں اترنے سے پہلے نہیں رکے گی۔ پھر پوری بوٹ لرز کر رہ گئی۔ اسی لمحے ایک اور موج نے پھر بوٹ کے اگلے حصے کو اپنے دوش پر اٹھا لیا۔ پانی کی ایک زبردست بوچھار ویدر اسکرین سے ٹکرائی پھر پانی چھپاکے کے ساتھ عرشے پر گرا۔ جے اب بھی وھیل سنبھالے ہوئے تھا۔ اب اس نے ویدر اسکرین کے پار دیکھنے کی کوشش ترک کر دی تھی۔ پانی اور جھاگوں کی وجہ سے یہ ممکن بھی نہیں رہا تھا۔ اس کے لیے خود کو سنبھالنا اور بوٹ کو ان موجوں کے اوپر سے گزرتے دیکھنا' جو کاک پٹ کی چھت کی سطح سے بھی بلند تھیں' کچھ کم نہیں تھا۔ اب راستے کی اتنی اہمیت نہیں رہی تھی کیونکہ بقا کا مسئلہ در پیش تھا۔ پھر بھی وہ کمپاس پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ سیمور نے کہہ دیا کہ دس ڈگری ادھر یا ادھر سے زیادہ فرق نہ پڑنے دیا جائے۔ سب سے اہم کام یہ تھا کہ کسی بپھری ہوئی موج کو سائیڈ پر نہ لیا جائے۔ ایسے میں بوٹ تنکے کی طرح اکھڑ سکتی ہے۔

سیمور کوئین کو کاک پٹ سے گئے بہت دیر ہو چکی تھی۔ وہ آدھا گھنٹا نیچے سیلون میں رہا تھا۔ پھر وہ بوٹ کی چین والی کوٹھری میں گیا۔ اس نے بوٹ کی باہر کی سطح کو چیک کیا۔ اس کے بعد عرشے کے وہ تختے ہٹائے جو بوٹ کے پیندے کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ وہاں سے وہ آیا لیکن اس نے جے کو صورت حال کے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا اور انجن روم میں چلا گیا۔ وہاں خاصی دیر رہا۔

سمندری خبریں ہر ایک گھنٹے بعد نشر کی جاتی ہیں۔ جو بوٹس سمندر میں ہوتی ہیں وہ ان سے خراب موسم میں استفادہ کرتی ہیں۔ سیمور کوئین واپس آیا تو سات بجے والی خبروں کا وقت ہو رہا تھا۔ خبروں سے پتا چلا کہ طوفان کا مرکز اب بمبئی سے ۳۴۵ میل دور' جنوب مشرق میں ہے۔

سیمور سمندری نقشے پر خاصے حساب کتاب کے بعد پنسل سے نشان لگاتا رہا پھر وہ جے کی طرف مڑا۔ "کشتی میں پانی داخل ہو رہا ہے۔" بالآخر اس نے لب کشائی کی۔ "سامنے والے حصے میں کشتی کی ٹکر کی وجہ سے کچھ تختے ہل گئے ہیں۔ موسم اچھا ہوتا تو فکر کی کوئی بات نہیں تھی۔ سوراخ سمندر کی سطح سے اونچا ہے لیکن اس موسم میں.........." اسی وقت بوٹ کو ایک مہیب موج نے اچھالا.......... "جب بھی بوٹ ایسی کسی موج سے ٹکرائے گی تو کچھ پانی بوٹ میں گھس آئے گا۔ پیندے والے پمپ سے کام نہیں چلے گا۔ ہمارے پاس دو ہینڈ پمپ بھی ہیں۔ ہمیں ان کو استعمال کرنا ہو گا.......... ابھی سے۔"

"لیکن ہم صرف دو ہیں۔ یہ ناممکن.........."

"ہم باری باری ڈیوٹی دیں گے۔ ایک آدمی وھیل سنبھالے گا' دوسرا ہینڈ پمپ چلائے گا۔ پھر کچھ دیر بعد دونوں ڈیوٹیاں بدل لیں گے۔"

"نہیں۔ بات اتنی ہے کہ صفدر کو بھی کام کرنا پڑے گا۔ تقریباً چوبیس گھنٹے کا سفر ابھی باقی ہے۔ ہم دونوں اس وقت تک کام نہیں چلا سکتے۔"

"اور جتنا بوٹ میں پانی داخل ہو گا' اتنی ہی ہماری رفتار میں کمی ہو گی۔" سیمور نے کہا "پور بندر تک سات آٹھ گھنٹے کا راستہ ہے۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ طوفان کا سامنا وہیں

رک کر کرتے ہیں۔ وہاں سمندری جھاڑیاں ہیں۔ بوٹ کو آسانی سے لنگر انداز کیا جا سکتا ہے۔ طوفان کے بعد ہم دوبارہ سفر شروع کریں گے۔"

"سات آٹھ گھنٹے میں پہنچ سکیں گے؟"

"کیوں نہیں۔ ہوا بھی تو اسی طرف کی ہے۔"

"بہرحال ہم لوگوں پر یہ کم بوجھ تو نہیں۔"

"اب کیا ہو سکتا ہے۔ واپسی کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" سیمور بولا۔

"ٹھیک کہتے ہو۔" جے نے کہا۔ اسی وقت ایک اور موج بڑھتی نظر آئی۔ جے نے جلدی سے بوٹ کو ایک جانب ہلکا سا موڑ دیا۔

☆============☆============☆

جگن ناتھ نے اسپتال میں ڈیرا ڈال لیا تھا۔ اس نے سنیل کو فون کر کے صورت حال بتا دی تھی۔ سنیل بھی جانتا تھا کہ درحقیقت ان کے پاس اس عورت کے سوا کوئی کلیو نہیں ہے۔ اس نے جگن کو ہدایت دی کہ اب وہ اس کا بیان لے کر ہی آئے۔

جگن بار بار وارڈ میں جاتا اور کوشش کرتا لیکن ریٹا ابھی تک کچھ سمجھنے کے قابل نہیں ہوئی تھی۔ جگن کو یہ ڈر بھی تھا کہ اس کی یادداشت ہی جواب نہ دے گئی ہو۔

بالآخر ایک بجے ڈاکٹر نے ریٹا کو نیند کی دوا کا انجکشن دے دیا۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ ڈاکٹر اس کے سر کی چوٹ کی طرف سے مطمئن ہو گیا ہے لیکن دشواری یہ تھی کہ ریٹا اب مسکن دوا کے زیر اثر تھی۔ جگن اب اس سے پوچھ گچھ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ تھکے تھکے قدموں سے وارڈ سے نکل آیا۔ وہ خود بھی نیند سے بے حال ہو رہا تھا۔ بینچ پر بیٹھے بیٹھے ہی وہ سو گیا۔

☆============☆============☆

سیاسی اعتبار سے وہ ایک دھماکا خیز دن تھا۔ مقبوضہ کشمیر کی اسمبلی توڑ کر گورنر راج نافذ کر دیا گیا تھا۔ سابق وزیراعلیٰ شیخ کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اس پر الزام تھا کہ وہ مسلمان باغیوں کی پشت پناہی کرتا رہا ہے۔ اس اقدام کے خلاف اسمبلی میں اکثریتی پارٹی اور اپوزیشن' دونوں نے عوام سے ہڑتال کی اپیل کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی کشمیر لبریشن

فرنٹ نے مظاہرے کا اعلان کر دیا۔ کشیدگی بہت زیادہ بڑھ گئی..........

☆-----------☆-----------☆

وہ طوفان سے پہلے پور بندر نہ پہنچ سکے۔ طوفان نے انہیں راستے میں ہی آلیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بوٹ میں پانی جس تیزی سے بھر رہا تھا' اس تیزی سے نکالا نہیں جارہا تھا۔ سیمور کی احتیاط اور مہارت کام آئی تھی۔ وہ طوفان کے مرکز سے بہت دور تھے اس لیے انہیں زیادہ پریشانی نہیں ہوئی۔ تین بجے کے بعد ہوا کا زور قدرے کم ہوگیا اور اب ہوا بوٹ کے حق میں چل رہی تھی لیکن اس بات سے وہ کوئی فائدہ نہ اٹھاسکے کیونکہ بوٹ میں پانی کافی داخل ہو چکا تھا۔ سمندر بھی ابھی چڑھا ہوا تھا۔ پینیدے میں ٹنوں پانی بھرا ہوا تھا اور وہ اتنی تیزی سے اسے پمپ نہیں کرپا رہے تھے۔ وہ سب جانتے تھے کہ کس مشکل سے دو چار ہیں۔

صفدر نے بھی اپنی حد تک پورا تعاون کیا تھا۔ وقفے وقفے سے وہ وھیل بھی سنبھالتا رہا اور پمپ بھی چلاتا رہا تھا۔ دونوں پمپ کے ہینڈل کاک پٹ کے دونوں طرف نصب تھے۔ انہیں چلانا ایک کمر توڑ دینے والا کام تھا۔ صفدر تو عام حالات میں بھی کمزور اور نازک مزاج آدمی تھا۔ پمپ چلانے کے دوران ہر چند منٹ بعد وہ ایک جانب منہ کرتا۔ اس کے حلق سے اوغ اوغ کی آوازیں نکلتیں۔ پیٹ میں اب کچھ تھا ہی نہیں جو نکلتا۔ بعض اوقات وہ عرشے پر ڈھیر ہو جاتا۔ انہوں نے اس کی ڈیوٹی وھیل پر لگادی مگر وہاں بھی وہ ایک گھنٹے سے زیادہ نہ جھیل سکا۔ جتنی دیر وہ آرام کرتا' اتنی ہی دیر میں جے اور سیمور میں سے کسی کو اسے سہارا دے کر نیچے پہنچا کر.......... لٹاکے آنا پڑتا۔ بیماری نے اسے کمزور کر دیا تھا۔ دوپہر کو سیمور نے اسے سختی سے کہا کہ وہ نیچے جاکر آرام کرے۔ اس سے اتنی مدد نہیں مل رہی تھی جتنا وہ پریشانی کا سبب بن رہا تھا۔ اس کے بعد وہ اور جے باری باری وھیل سنبھالتے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب صرف ایک پمپ چلایا جارہا تھا۔

انہیں کھانا تیار کرنے.......... حتیٰ کہ کافی بنانے تک کی مہلت نہیں ملی تھی۔ نیند تو میسر آئی ہی نہیں تھی۔ جے نے اپنے اندر غیر متوقع طور پر محفوظ توانائی کا ذخیرہ دریافت

کرلیا تھا۔ وہ آدھے آدھے گھنٹے کی شفٹوں میں کام کررہے تھے۔ سیمور آدھے گھنٹے پمپ چلاتا اور جے بوٹ اسٹیئر کرتا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ ڈیوٹیاں بدل لیتے۔ پمپ کرنے کے لیے جھاگ اڑاتے پانی میں کھڑا ہونا ہوتا تھا جو بوٹ کے اگلے حصے سے عرشے پر آرہا تھا۔ وہ صرف انڈرویئر اور لائف جیکٹ پہن کر کام کرتے تھے۔

جے اب تھکن سے نڈھال ہو رہا تھا۔ اس کے کندھے بری طرح دکھ رہے تھے۔ بازو بے جان ہونے لگے تھے۔ گزشتہ چھ گھنٹوں میں اس کے دل میں سیمور کے لیے ستائش کا جذبہ جاگا تھا۔ اسے سیمور پر رشک بھی آتا تھا۔ اتنا کچھ ہونے پر بھی وہ ویسا ہی طاقتور نظر آتا تھا۔ وہ پوری قوت سے.......... اور ردھم سے پمپ چلاتا تھا۔ بوٹ اسٹیئر کرنے کے دوران ریڈیو بھی سنتا اور اور نقشوں کی مدد سے سمت بھی درست کرتا رہتا۔ اس کا ذہن پوری طرح بیدار تھا۔ اس نے یہ خیال بھی رکھا تھا کہ طوفان کے مرکز سے ان کا تصادم نہ ہو۔

سیمور نے وھیل سنبھالا ہی تھا کہ صفدر لڑکھڑاتا ہوا کاک پٹ میں داخل ہوا۔

"کہو.......... اب کیا حال ہے؟" سیمور نے اس سے پوچھا۔

"اب تو بہت بہتر ہوں۔ کچھ دیر سولیا تھا۔" صفدر نے جواب دیا۔

"کیلی کا کیا حال ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ بس وہ خاموش پڑا ہے۔" صفدر نے کہا۔ پھر پوچھا "میری مدد کی ضرورت ہے؟"

"اب فیول کی ضرورت پڑے گی۔ عقبی حصے سے جاکر ایک بیرل لے آؤ۔"

صفدر نے اثبات میں سرہلایا۔

"اس کو آہستگی سے پہلو کے بل گرانا اور لڑھکاتے ہوئے لانا.......... بہت احتیاط سے۔" سیمور نے ہدایت کی۔

صفدر کاک پٹ کی پورٹ سائیڈ سے باہر نکلا۔ اسی وقت ایک موج نے بوٹ کو اچھالا۔ صفدر نے ریلنگ تھام کر خود کو سنبھالا پھر وہ ریلنگ کا سہارا لیتا ہوا بوٹ کے عقبی حصے کی طرف بڑھا۔ اسے اچانک احساس ہوا کہ وہ لائف جیکٹ پہننا بھول گیا ہے لیکن

واپس جانے کا خیال اس نے رد کر دیا۔

جے اسٹار بورڈ سائیڈ کا پمپ چلا رہا تھا۔ سیمور نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے اسے پکارا۔ "سنو.......... ہم شیڈول سے لیٹ ہوگئے ہیں۔ مزید لیٹ ہونے سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ پمپ تیزی سے چلائے جائیں۔"

"تو ٹھیک ہے۔ صفدر واپس آچکا ہے۔ اسے وھیل تھماؤ اور تم دوسرا پمپ سنبھال لو۔" جے نے چیخ کر کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن صفدر کتنی دیر چلے گا؟ تم ایک بات بھول رہے ہو۔ اس بوٹ پر ایک مسافر اور بھی ہے۔ وہ اب تک مفت کی کھاتا رہا ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے' کیلی؟" جے کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ "نہیں بھئی۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"کیوں؟"

"پہلی بات تو یہ کہ ہم اسے تعاون پر.......... بلکہ جسمانی مشقت پر مجبور نہیں کرسکتے۔"

"کرسکتے ہیں۔ قائل کر سکتے ہیں۔ ہم اسے بتائیں گے کہ کشتی کے ساتھ وہ بھی ڈوبے گا۔ تب وہ ہنسی خوشی کام کرے گا۔"

"وہ اوپر آئے گا تو ہمارے چہرے بھی دیکھے گا.......... اور یاد کرلے گا۔ بلکہ مجھے تو شاید پہچان بھی لے۔" جے نے اعتراض کیا۔

"اب اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تمہیں اپنا چہرہ زندگی سے زیادہ عزیز ہے کیا؟"

اس گفتگو کے دوران سیمور کی توجہ وھیل سے ہٹ گئی تھی۔ ایک اونچی موج بوٹ سے ٹکرائی۔ بوٹ بری طرح ڈولی۔ موج نے اسے ایک طرف جھکا دیا۔ جے نے پانی کی ایک دو فٹ اونچی دیوار کو فورڈیک کی طرف جھپٹتے دیکھا۔ وہ خود بھی توازن برقرار نہ رکھ سکا اور ریلنگ سے جا ٹکرایا۔ سیمور بھی لڑکھڑایا مگر فوراً ہی سنبھل کر وھیل کی طرف لپکا۔

بوٹ کے عقبی حصے میں ڈیزل کے چھ بیرل کھڑے کرکے باندھ دیے گئے تھے۔

صفدر نے اس وقت انہیں کھولا ہی تھا۔ پانچ بیرل باندھنے کے بعد وہ بڑی آہستگی اور احتیاط سے کھلے ہوئے بیرل کو لٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ عین اسی وقت بوٹ ڈول گئی۔ وہ لڑکھڑایا۔ اس کا پاؤں پھسلا اور وہ پیٹھ کے بل گرا۔ ساتھ ہی پانچ سو پونڈ وزنی بیرل اس کے سینے پر آپڑا۔ اس کے حلق سے محض مختصر سی ایک چیخ نکل سکی۔ اس کی پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔

پھر بوٹ نے ایک اور جھٹکا لیا۔ بیرل اس کے سینے سے گرا۔ پھر دوبارہ اس کے اوپر سے گزرتا ہوا اسٹار بورڈ کی ریلنگ سے ٹکرایا۔ پھر وہ دوبارہ واپس آیا اور صفدر کے اوپر سے گزرا۔ اس بار ہڈیاں ٹوٹنے کی آواز بے حد واضح تھی۔ لڑھکتے ہوئے بیرل نے پورٹ ریلنگ توڑی اور سمندر میں جا گرا۔

جے نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ وہ عقبی حصے کی طرف بھاگا۔ صفدر کی آنکھیں بند تھیں اور منہ سے نکلتے خون میں بلبلے بن رہے تھے۔ جے کے وہاں پہنچنے سے پہلے پانی کے ریلے نے اسے اٹھایا اور ٹوٹی ہوئی ریلنگ سے باہر پھینک دیا۔ چند لمحے اس کا چہرہ موجوں کے درمیان نظر آیا اور پھر غائب ہوگیا۔

جے کاک پٹ کی طرف بھاگا۔ "سیمور.......... سیمور.......... صفدر سمندر میں گر گیا ہے۔" وہ حلق کے بل چلایا۔

"میں نے سب کچھ دیکھا ہے۔" سیمور کوئین نے بھی چیخ کر کہا۔ "لیکن میں کر کیا سکتا ہوں؟"

"بوٹ واپس موڑو۔ اسے اٹھاؤ۔"

"اس طوفان میں ۱۸۰ درجے کا موڑ ناممکن ہے۔ بوٹ الٹ جائے گی۔ پھر بیرل نے اسے بری طرح کچل ڈالا تھا۔ ایک لاش کے لیے اتنی زحمت! اور میری بات سنو۔ اب کیلی سے مدد لینا ضروری ہوگیا ہے ورنہ یقین کرو' منزل تک پہنچنے سے پہلے بوٹ غرق ہو چکی ہوگی۔" جے صرف ایک لمحے کو ہچکچایا۔ "ٹھیک ہے۔ میں تمہاری جگہ لیتا ہوں۔ تم جا کر اسے لے آؤ۔"

☆============☆============☆

کیلی سو تو نہیں سکا تھا لیکن پورا دن اونگھتا رہا تھا۔ اس کا ذہن اپنی مصیبت سے فرار حاصل کرنے کے لیے نیند کی آغوش میں پناہ ڈھونڈ رہا تھا۔ اس کے سر پر کالی بوری اب بھی بندھی ہوئی تھی۔ وہ چاہتا تو اسے آسانی سے کھول سکتا تھا اور یہ خیال اسے کئی بار آیا تھا مگر اس نے فوراً ہی مسترد کر دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اغوا کرنے والوں نے ہر ممکن احتیاط برتی ہے کہ وہ انہیں دیکھ نہ پائے۔ اسے یقین تھا کہ انہیں دیکھنا اس کے لیے خطرناک ہوگا۔ اس نے یہ بھی سوچا کہ اگر وہ اتنی احتیاط کر رہے ہیں تو کہیں انہیں یہ ڈر تو نہیں کہ وہ انہیں پہچان لے گا۔

وہ قوی ہیکل امریکی کے بارے میں سوچتا رہا تھا لیکن لاحاصل۔ اسے اندازہ تھا کہ سمندری بیماری امریکی کے ساتھی کو لاحق ہوئی ہے۔ اس نے سیلون میں کافی وقت گزارا تھا۔ اسے اُلٹیاں ہوتی رہی تھیں اور وہ کراہتا رہا تھا۔ قے کی بدبو سیلون میں اب تک موجود تھی۔ اور ان کے کم از کم دو ساتھی اور بھی تھے۔ ان کی کیلی نے آوازیں سنی تھیں.......... اور ان میں سے ایک کے بارے میں وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ پہلے بھی سن چکا ہے مگر وہ اسے بہت پہلے کی بات لگتی تھی۔ وہ کوشش کے باوجود یاد نہیں کر پا رہا تھا کہ وہ آواز اس نے کب، کہاں اور کن حالات میں سنی تھی۔

اس کی جبلت نے، جو اس تاریک عرصے میں بے حد توانا ہو گئی تھی، اسے احساس دلا دیا تھا کہ بوٹ والے کسی پریشانی سے دوچار ہیں۔ پریشانی صرف طوفان کی یا بھاری پن کے ساتھ چلنے والی بوٹ سے متعلق نہیں تھی۔ کوئی اور گڑبڑ بھی تھی۔ پانی کے شور کے درمیان جستہ جستہ سنائی دینے والی کسی کے چیخنے کی آواز یہی تاثر دیتی تھی۔ ممکن ہے، پولیس ان کے تعاقب میں ہو۔

قدموں کی بڑھتی ہوئی آہٹ سے اس کی سوچوں کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ کوئی سیڑھیاں اتر کر نیچے آ رہا تھا۔ قدموں کی آہٹ اس کے آہنی بیڈ کے پاس آکر رکی۔ اسے احساس ہوا کہ کوئی اس کے قریب کھڑا اسے دیکھ رہا ہے۔

"میری بات سنو۔" لمحہ بھر بعد اسے امریکی کی آواز سنائی دی۔ "اُٹھ جاؤ۔"

کیلی پاؤں میں بندھی زنجیر کا خیال رکھتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"میں تمہاری زنجیر کھول رہا ہوں اور یہ بوری بھی ہٹا رہا ہوں۔ ہمیں اوپر ڈیک پر تمہاری ضرورت ہے، تم سے کام لینا ہے لیکن تمہاری ضرورت ایسی بھی نہیں کہ ہم تمہیں ختم کرتے ہوئے ہچکچائیں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو۔ اوپر ہم دو افراد ہیں اور دونوں ہی مسلح ہیں۔ تم نے کوئی گڑبڑ کی تو بھیجہ اڑا دیں گے تمہارا۔" یہ کہہ کر اس نے کیلی کے سر سے بوری کھینچ لی۔

ڈیوڈ کیلی کی نظروں کے سامنے ایک ایسا چہرہ تھا جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ جوان آدمی تھا۔ اس کی مونچھیں خاصی گھنی تھیں۔ چہرے کے خدوخال ایسے تھے کہ ان سے بیک وقت ذہانت اور بے رحمی کا اظہار ہوتا تھا۔ وہ ایک لائف جیکٹ اور بری طرح بھیگی ہوئی جینز پہنے ہوئے تھا۔ جینز کی ایک جیب سے ریوالور کا دستہ جھانک رہا تھا۔

ڈیوڈ کیلی نے پلکیں جھپکائیں۔ وہ ایک ٹھیک ٹھاک کیبن تھا۔ ایک بیڈ پر وہ بیٹھا تھا۔ سامنے ویسا ہی ایک اور بیڈ تھا۔ بیمار آدمی اس پر لیٹتا رہا ہوگا۔ "بوٹ پریشان کر رہی ہے؟ یہی بات ہے نا؟" اس نے پوچھا۔

"بالکل درست کہا تم نے۔" امریکی نے کہا۔ اس کے ایک ہاتھ میں چابی تھی۔ اس نے جھک کر کیلی کے پاؤں میں بندھی ہوئی زنجیر کا تالا کھول دیا۔ "بوٹ میں تیزی سے پانی بھر رہا ہے۔ تمہیں ہینڈ پمپ چلانا ہوگا پانی نکالنے کے لیے۔"

"مجھ پر تمہارا کوئی اخلاقی قرض نہیں۔" ڈیوڈ کیلی نے کہا "اگر میں انکار کر دوں تو؟"

امریکی اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ پھر اس نے سر اٹھا کر کیلی کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں سختی نظر آئی۔ "تمہارے پاس کوئی اور چارہ نہیں۔ بوٹ ڈوبے گی تو تمہیں بھی لے کر ڈوبے گی۔" اس نے کہا "بس چل دو۔ وقت ضائع نہ کرد۔" ڈیوڈ کیلی نے بحث نہیں کی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ سوچ رہا تھا، کیسی ستم ظریفی ہے کہ اغوا کرنے والوں کو مغوی پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے۔ اب ان کی زندگیاں خطرے میں ہیں تو وہ اس سے مدد طلب کر رہے ہیں۔ اس وقت شاید وہ اس سے زیادہ خوفزدہ ہوں گے۔ وہ خود پچھلے تین گھنٹے سے خوفزدہ تھا۔ اس خوف میں موت کے ہزار چہرے تھے.......... ایک سے بڑھ کر ایک ناخوشگوار۔

ان کے سامنے ڈوب کر مرنے کا یہ خوف اتنا بڑا نہیں معلوم ہو رہا تھا۔

وہ آگے چل رہا تھا اور قوی ہیکل امریکی اس کے پیچھے تھا وہ کاک پٹ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کاک پٹ میں نیکر اور لائف جیکٹ پہنے ایک شخص وھیل سنبھالے ہوئے تھا۔ اس کا چہرہ کیلی کو جانا پہچانا لگا لیکن وہ اسے شناخت نہیں کرسکا۔ اس شخص نے لائف جیکٹ کے نیچے ایک بڑا مہیب ریوالور اڑسا ہوا تھا۔ اس نے بھی کیلی کو متجسس نظروں سے دیکھا۔ انداز سے لگتا تھا کہ وہ پہچان لیے جانے سے ڈر رہا ہے۔

"اب یوں کھڑے نہ رہو۔" اس شخص نے کیلی کو ڈپٹا "لائف جیکٹ پہنو اور کام شروع کردو۔"

"دوسرے ساتھی کہاں ہیں تمہارے؟" کیلی نے لائف جیکٹ پہنتے ہوئے کہا۔

"کون سے ساتھی؟" کاک پٹ میں موجود شخص نے تیز لہجے میں کہا۔

"تم دونوں کے علاوہ دو آدمی اور تھے۔"

"ہم کچھ حادثوں سے بھی دو چار ہوئے ہیں۔" کاک پٹ والے نے تیز لہجے میں کہا۔

"اور تم بھی ذرا اپنے اطوار ٹھیک رکھنا۔" قوی ہیکل امریکی بولا "ورنہ اگلے حادثے کی نذر تم ہوگے۔ چلو اب شروع ہو جاؤ۔"

ڈیوڈ کیلی نے بہت سنبھل کر کاک پٹ سے باہر قدم رکھا۔ اس کے باوجود ہوا کی شدت نے اسے ہلا دیا۔ پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا تو اندازہ ہوا کہ بوٹ کافی بڑی ہے۔ سمندر بہت چڑھا ہوا تھا۔ موجیں بہت بلند تھیں۔

"جب تک میں نہ کہوں ہاتھ نہ روکنا۔" قوی ہیکل نے اسے ہدایت دی۔ "میں جا کر فیول کا بندوبست کرلوں پھر اسٹار ڈیک والا پمپ میں سنبھال لوں گا۔"

ڈیوڈ کیلی پمپ کا ہینڈل تھام کر جھکا ہی تھا کہ اچانک اسے یاد آگیا۔ اس نے سر اٹھا کر کاک پٹ میں موجود شخص کو دیکھا۔ اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا "جے.......... جے پال۔"

جے تو نہیں سن سکا لیکن اس کے پاس کھڑے ہوئے سیمور نے سن لیا۔ "تم نے

پہلی ہی بار میں درست نام لیا ہے۔" اس نے کہا "ہاں' یہ جے پال ہے۔"

"جے پال........... صحافی میں اسے کلکتہ میں ملا تھا۔ یہ مجھے جانتا ہے۔ کیا یہ پاگل پن اسی کا سوچا ہوا ہے؟"

"یہ بھی درست ہے۔" سیمور بولا۔

"یہ میری بیوی کو بھی جانتا تھا۔ شادی سے پہلے..........."

"میں جانتا ہوں اور میرا خیال ہے' ان کے تعلقات کا سلسلہ اب تک نہیں ٹوٹا ہے۔"

"تمہارا مطلب کیا ہے؟" ڈیوڈ کیلی کا چہرہ بے تاثر ہوگیا۔

"میرا خیال ہے' بمبئی میں وہ معاشقہ پھر زندہ ہوگیا تھا۔ میں تمہاری بیوی کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتا۔ تمہارا کام ہی ایسا ہے کہ تم اسے دن میں چند منٹ کی قربت بھی نہیں دے سکتے۔ اس بے چاری کو تو بھٹکنا ہی تھا۔"

"تم جھوٹ بکتے ہو؟" کیلی غصے سے پھنکارا۔

"میں نے تو صرف خیال ظاہر کیا ہے۔ ممکن ہے' غلط ہو۔ واپس پہنچ کر تم خود اپنی بیوی سے پوچھ لینا۔ لیکن تمہاری پمپ چلانے کی رفتار بتاتی ہے کہ تم زندہ رہنا ہی نہیں چاہتے۔ ہاتھ چلاؤ بھائی۔ کیوں ڈوبنے کے درپے ہو۔"

ڈیوڈ کیلی کا ذہن الجھ گیا تھا تاہم وہ پمپ چلانے لگا۔ غصے نے اس کے جسم میں قوت بھر دی تھی۔ وہ بہت تیزی سے پمپ چلا رہا تھا۔

☆===========☆===========☆

"مس ریٹا!" جگن ناتھ نے پکارا۔

ریٹا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خالی خالی نظروں سے سامنے والی دیوار کو گھور رہی تھی۔

جگن نے اس کا سرد ہاتھ تھام لیا پھر اس نے نرم لہجے میں کہا "ٹھیک ہے۔ آپ ابھی بول نہیں سکتیں مگر اس کے باوجود بھی ہم بات کر سکتے ہیں۔ آپ میری بات سن رہی ہیں نا؟ سمجھ رہی ہیں نا؟ اگر سمجھ رہی ہیں تو میرا ہاتھ دبا دیں۔"

اس کے اعصاب کھنچ رہے تھے۔ وہ کسی رد عمل کا منتظر تھا۔ اب وہ اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ پھر جگن کو اپنے ہاتھ پر اس کے ہاتھ کا ہلکا سا دباؤ واضح طور پر محسوس ہوا۔ اس کے جسم میں سنسناہٹ سی دوڑنے لگے۔

اس نے اپنا ہیجان چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے نرم لہجے میں کہا "تو آپ میری بات سمجھ رہی ہیں۔ گڈ۔ اب میں آپ سے کچھ سوال کروں گا.......... بہت آسان سوال۔ جواب ہاں میں ہو تو میرے ہاتھ کو ایک بار دبایئے گا۔ جواب نہیں میں ہو تو دو بار دبایئے گا۔ سمجھ گئیں؟"

اس کے ہاتھ پر خفیف سا دباؤ پڑا۔

"بہت خوب۔ اب میرے سوال غور سے سنیں۔ آپ اس وقت اسپتال میں ہیں۔ آپ بہت جلد اچھی ہو جائیں گی لیکن فی الحال آپ کے لیے اسپتال میں رہنا ہی بہتر ہے۔ یہ بتائیں' آپ کو یاد ہے' گذشتہ رات کیا ہوا تھا۔ آپ اسپتال میں کیوں ہیں؟"

چند سیکنڈ کے توقف کے بعد ریٹا نے اس کے ہاتھ پر دو بار دباؤ ڈالا۔

"نہیں! چلیں ٹھیک ہے۔ میں یاد دلانے کی کوشش کرتا ہوں۔ ایک شخص آپ سے ملنے آپ کے فلیٹ آیا تھا۔ آپ نے اسے گھر میں آنے دیا۔ اس شخص نے آپ کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی تھی۔ ٹھیک ہے نا؟"

ریٹا نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ اس کا دوسرا ہاتھ اپنے گلے کی طرف گیا۔ اس کے علاوہ کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا۔

"آپ اس شخص کو جانتی تھیں؟" جگن نے پوچھا۔

ہاتھ پر ایک بار دباؤ پڑا۔

"آپ سیمور کوئین کے ساتھ رہ رہی تھیں.......... میرا مطلب ہے' وہ آپ کے فلیٹ میں رہ رہا تھا؟"

ایک بار دباؤ..........

"تو کل رات آنے والا سیمور کوئین کا کوئی دوست تھا؟"

چند سیکنڈ کی ہچکچاہٹ کے بعد ریٹا کے چہرے پر پریشانی نظر آئی پھر اس نے جگن کا ہاتھ ایک بار دبایا۔

"آپ اس کا نام بتا سکتی ہیں؟"

دہکتی ہوئی وہ آنکھیں جگن کے چہرے پر جم کر رہ گئیں۔ جگن اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ اپنی منجمد یادداشت کو ٹٹول رہی ہے لیکن جگن کو جواب نہیں ملا۔

"آپ کو معلوم ہے' وہ شخص کہاں رہتا ہے؟"

ریٹا نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ وہ یاد کرنے کی کوشش میں ناکام ہو گئی تھی۔ جگن کو بھی تھکن کا احساس ہونے لگا۔ وہ مایوسی کا رد عمل تھا۔ وہ کامیابی کے بہت قریب پہنچنے کے بعد ہار گیا تھا۔

اسی وقت ڈاکٹر آ گیا۔ "پلیز.......... آپ کو بہت وقت مل گیا۔ اب مریضہ کو آرام کرنے دیں۔"

جگن اٹھ کھڑا ہوا۔ "یہ ایک اہم بات یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ذرا سا اور موقع.........."

"یہ بے حد خطرناک ہو سکتا ہے۔" ڈاکٹر نے کہا "میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ابھی دماغ پر زیادہ زور ڈالنے میں یہ خطرہ ہے کہ یادداشت جا سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر۔"

☆============☆============☆

ہوا کا زور بڑی حد تک کم ہو گیا تھا۔ موجوں میں بھی وہ پہلے والی تندی نہیں رہی تھی۔ اندھیرا بھی خاصا کم ہو گیا تھا۔ آسمان پر اب بھی گہرے سیاہ بادل تھے۔ وقفے وقفے سے بارش بھی ہو رہی تھی لیکن طوفان جیسی خطرناک صورت حال نہیں تھی۔ ساڑھے چھ بجے تک آسمان نظر آنے لگا مگر پھر اندھیرا ہونے لگا۔ رات کی آمد آمد تھی۔ مگر اس مختصر سے وقفے میں انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ پور بندر کے قریب پہنچ گئے ہیں۔

انہوں نے سکون کی سانس لی۔ اب وہ اتنے نڈھال ہو چکے تھے کہ کسی بھی وقت ڈھیر ہو سکتے تھے۔ ڈیوڈ کیلی نے جسمانی مشقت کم کی تھی لیکن اس کو جذباتی بوجھ نے نڈھال کر دیا تھا۔ وہ خاموشی سے پمپ چلائے جا رہا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ مطلوبہ مقام کے قریب پہنچ گئے تو سیمور نے جے کو ہٹا کر وھیل خود سنبھال لیا۔ وہاں چٹانوں کا ایک سلسلہ تھا جہاں وہ لنگر انداز ہو سکتے تھے۔ سیمور چٹانوں کی طرف جانے والے راستے کی تلاش میں نظریں دوڑا رہا تھا۔ روشنی اب تیزی سے کم ہو رہی تھی۔ انہیں بس چند منٹ میں چٹانوں کے درمیان پہنچ جانا چاہیے تھا ورنہ پھر یہ ممکن نہ رہتا۔

وہ بوٹ کو چٹانوں سے کوئی سو گز دور رکھ کر اسٹیئر کرتا رہا۔ وہ ایسی چٹانیں تھیں جن میں جا بجا کیلیں سی نکلی ہوئی تھیں۔ ہوائیں اور موجیں چٹانوں میں صدیوں سے رخنے بناتی رہی تھیں۔ بعض رخنے ایسے تھے کہ اتنی کم روشنی میں خلا معلوم ہو رہے تھے۔ سیمور بہت محتاط تھا۔

وہ بوٹ کو چٹانوں کے اور نزدیک لے گیا۔ اب فاصلہ چالیس گز رہ گیا تھا۔ یہ خطرناک بھی ہو سکتا تھا کیونکہ چٹانوں سے ہٹ کر پانی میں چھپی ہوئی چٹانوں کی موجودگی خارج از امکان نہیں تھی۔ لیکن راستہ تلاش کرنا بھی ضروری تھا۔

اچانک سیمور کو ایکو فائنڈر کا خیال آ گیا۔ وہ اس کے داہنے ہاتھ پر شیلف سے بولٹ کے ذریعے کسا ہوا تھا۔ وہ الٹرا سونک فریکوئنسی پر کام کرنے والا آلہ تھا۔ اس نے اس کا سوئچ آن کیا۔ آلے کی گہرائی کے اسکیل پر فوراً ہی چار فیدم کا نشان چمکا۔ یعنی بوٹ کے پینڈے کے نیچے چوبیس فٹ پانی تھا.......... یعنی تسلی بخش!

"کیا بات ہے سیمور؟ کیا نظر کام نہیں کر رہی ہے؟" باہر جے ہاتھ روک کر چلایا۔

سیمور نے اسے نظر انداز کر دیا اور پوری توجہ سے اپنے بائیں جانب دیکھتا رہا۔

"سیمور.......... لنگر گراؤ گے یا نہیں؟" جے پھر چیخا۔

"شٹ اپ۔" سیمور بھی چلایا۔ اس نے جے کو ایک لمحے کے لیے خوف خوار نظروں سے گھورا پھر نظریں ہٹا لیں۔ اچانک اسے ایکو فائنڈر میں ایک غیر معمولی تبدیلی نظر آئی۔ پھر وہ حیران پریشان' روشن اسکیل پر اسے مسلسل گرتے دیکھتا رہا۔ گہرائی ڈیڑھ فیدم.......... اور پھر صرف ایک فیدم رہ گئی۔ آدھے فیدم پر سیمور بہت تیزی سے حرکت میں آیا۔ بوٹ کے پینڈے کے نیچے اب صرف تین فٹ پانی تھا۔ اس نے تیزی سے بوٹ کا رخ گہرے پانی کی طرف کر دیا۔ پمپ چلانے والے دونوں افراد خود کو نہ سنبھال سکے اور لڑھک گئے۔ سیمور نے جے کو گالیاں دیتے سنا لیکن اس طرف دیکھا نہیں..........

ایک موج اٹھی.......... اور پھر پانی کم ہوا تو اسے پانی میں چھپی وہ چٹانیں نظر آئیں جن سے بوٹ بال بال بچی تھی۔ سیمور کو پسینہ آ گیا۔

بوٹ اب گہرے پانی کی طرف بڑھ رہی تھی.......... پانچ فیدم.......... آٹھ فیدم.......... پندرہ فیدم..........

جے اٹھ کھڑا ہوا تھا مگر وہ اب بھی اسے گالیاں دے رہا تھا۔ ڈیوڈ کیلی خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔

سیمور نے کشتی کا رخ درست کیا اور دوبارہ اسے اسی راستے پر لے چلا۔ ایکو فائنڈر کے اسکیل پر گہرائی فوراً ہی گرنا شروع ہو گئی۔ بارہ فیدم.......... نو.......... سات۔ اس نے چٹانوں کی طرف نگاہ کی۔ اسے اچانک ہی ایک خلا نظر آیا جو شمال مغرب کی طرف عموداً جا رہا تھا۔ اگلے ہی لمحے وہ خلا اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس وقت تک

سیمور کی پریشانی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ اب وہ صرف اپنی جبلت پر اعتبار کر سکتا تھا......... جبلت اسے بتا رہی تھی کہ بوٹ ابھی گہرے راستے سے گزری ہے۔ اگر وہ راستہ اس خلا کی طرف جاتا تھا تو کم از کم یہ امکان موجود تھا کہ خلا اتنا کشادہ ضرور ہوگا کہ بوٹ اس میں سے گزر سکے۔

سیمور نے اسٹار بورڈ کی طرف رخ کر کے جے کو پکارا۔

"اے......... میں بوٹ کو گھمانے والا ہوں۔" پھر وہ کیلی کی طرف مڑا "او بھائی......... خود کو سنبھال کر رکھنا۔"

یہ کہتے ہی اس نے بوٹ کو تیزی سے ۱۸۰ درجے پر موڑا۔ ایک تنگ دائرے میں بوٹ کو گھمانے کے بعد وہ ایکو فائنڈر کو دیکھتا رہا۔ جیسے ہی گہرائی میں اچانک اضافہ ہوا' اس نے سمجھ لیا کہ گہرا راستہ آگیا ہے۔ اس نے تیزی سے بوٹ کو ۹۰ درجے پر موڑ لیا۔ اب وہ اس دہانے کی طرف بڑھ رہا تھے جو درحقیقت نظر نہیں آرہا تھا۔ یہ بھی طے نہیں تھا کہ وہ واقعتاً موجود ہے۔ سیمور بس ایکو فائنڈر پر مسلسل نظر رکھے ہوئے تھا جس کی ریڈنگ مسلسل نیچے گرتی جارہی تھی.........چودہ فیدم......... گیارہ......... سات......... پانچ......... چار فیدم۔

پھر راستے کے دہانے نے انہیں نگل لیا۔ سیمور کا انداز تھا کہ وہ بیس فٹ چوڑا ہوگا۔ بوٹ کی بارہ فٹ چوڑائی نکالنے کے بعد دونوں جانب چار چار فٹ بچتے تھے۔ اندر داخل ہوتے ہی ایکو فائنڈر پر ایک فیدم کا نشان چمک اٹھا۔ پانی کے نیچے ایک چٹانی چھجہ نظر آرہا تھا۔ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کشتی کی سطح سے نیچے ہے یا نہیں مگر اب کچھ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ واپسی کی گنجائش نہیں تھی۔ سیمور نے اپنی توجہ اس پر مرکوز رکھی کہ بوٹ راستے کے عین درمیان چلتی رہے۔

بوٹ اس چٹانی چھجے سے گزری اور چٹانوں کے عقب میں واقع سمندری جھیل میں داخل ہوگئی۔

جے نے ریلنگ کو چھوڑا اور لڑکھڑاتے قدموں سے کاک پٹ کی طرف بڑھا جہاں نڈھال سیمور وھیل پر سر ٹکائے' ہاتھ لٹکائے بیٹھا تھا۔

"شاندار سیمور.........تم نے کمال کر دیا۔" جے نے کہا "اب چاہو تو میں وھیل سنبھال لوں۔ تم لنگر گرا دو۔"

سیمور نے بے خیالی سے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر وہ اٹھا اور ڈیک کی طرف چلا۔ اس کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ جے نے تھروٹل کھینچے اور بوٹ کی رفتار چوتھائی کر دی۔ پھر سیمور نے لنگر گرایا اور جے نے انجن بند کر دیے۔

انہوں نے لائف جیکٹس اتاریں اور نیچے سیلون کی طرف چل دیے۔ سیمور نے میز پر بیٹھ کر اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔ تھکن ایسی تھی کہ اس کی بولنے تک کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ ڈیوڈ کیلی تھکے تھکے انداز میں بیڈ پر بیٹھ گیا۔ وہ کبھی سیمور کو سوالیہ نظروں سے دیکھتا اور کبھی جے کو جو دروازے پر کھڑا تھا۔ دونوں نے ریوالور اپنی بیلٹ میں اڑسے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک لمحے کے لیے بھی ریوالور دور نہیں کیے تھے......... اس وقت بھی نہیں' جب وہ طوفان سے لڑ رہے تھے۔ زنجیر سے آزادی کے بعد کیلی کو کئی بار ایسے مواقع ملے تھے جب وہ ان میں سے کسی ایک کا ریوالور جھپٹ سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ ایک ریوالور حاصل کرنے سے زیادہ توازن قائم ہو جاتا۔ دوسری طرف ایسے تصادم کا امکان بھی تھا جس میں وہ اپنی تباہی کا اپنے ہاتھوں ارتکاب کرتا۔ طاقت کا توازن اس کے حق میں صرف اس طرح ہو سکتا تھا کہ وہ بیک وقت دونوں ریوالوروں پر قبضہ کر لیتا۔ اور ایسا موقع ملنے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ فی الوقت وہ ایک دوسرے کی ضرورت تھے۔

"تم نے اس سوراخ کا بھی جائزہ لیا؟" جے نے سیمور سے پوچھا۔

"ہاں۔ اب وہ پانی کی سطح سے خاصا اوپر ہے۔" سیمور نے جواب دیا۔

"بس تو الیکٹرک والا پمپ پیندے کا پانی نکال دے گا۔" جے بولا۔ "اب ہم جتنی جلدی کھانے سے نمٹ کر سو جائیں' اتنا ہی بہتر ہے۔ موسم نے اجازت دی تو میں چاہوں گا کہ جلد سے جلد سفر شروع کر دیا جائے۔"

"میں تو اتنا تھک گیا ہوں کہ مجھ سے کھانا بھی نہیں کھایا جائے گا۔" سیمور نے کراہتے ہوئے کہا۔

"لیکن کھانا ضروری ہے۔ تمہیں کھائے پیئے بغیر چوبیس گھنٹے ہو چکے ہیں۔ ابھی بہت سفر کرنا ہے ہمیں۔ اپنی توانائیاں قائم رکھو۔"

جے اسٹور کی طرف چل دیا۔ سیمور بھی کراہتا ہوا اٹھا اور اس کے پیچھے چل دیا۔ تھکن نے انہیں یہ احساس بھی نہ ہونے دیا کہ وہ اپنے قیدی کو آزاد چھوڑے جا رہے ہیں۔

جے نے دس منٹ میں سربند غذا کے ڈبے نکال لیے۔ اس نے گیس کا اسٹوو جلایا اور کھانے کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ اتنی دیر میں سیمور نے ڈبل روٹی کے سلائس پر مکھن لگایا پھر اس نے کافی تیار کی۔ پھر وہ دونوں کھانے کی ٹرے لے کر سیلون کی طرف چل دیے۔

انہوں نے کھانے کی پلیٹ کیلی کی طرف بڑھائی جو اس نے شکریے کے ساتھ قبول کر لی۔ وہ سب کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ کیلی بار بار ان دونوں کو دیکھے جا رہا تھا.......... خاص طور پر جے پال کو۔ وہ متجسس نگاہیں تھیں۔ ان سے کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔

کھانے کے بعد سیمور اسی بیڈ پر دراز ہو گیا جس پر بیٹھ کر اس نے کھانا کھایا تھا۔ جے پلیٹیں سمیٹ کر لے گیا۔ وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں وہسکی کی بھری ہوئی بوتل تھی۔ اس نے بوتل کھولی اور بوتل ہی سے ایک طویل گھونٹ لیا۔ پھر اس نے بوتل سیمور کی طرف بڑھائی۔ سیمور نیند سے بے حال ہو رہا تھا۔ اس نے انکار کر دیا۔

جے نے بوتل کیلی کی طرف بڑھائی۔ کیلی نے چونک کر اسے دیکھا۔ "لو پیو۔ تم اس کے مستحق ہو۔" جے نے کہا۔

کیلی نے ہچکچاتے ہوئے بوتل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ جیسے اسے ڈر ہو کہ جے اچانک ہی ہاتھ کھینچ لے گا اور اس کا مذاق اڑائے۔ مگر جے نے ایسا نہیں کیا۔ کیلی نے بوتل ہاتھ میں لے کر ایک طویل گھونٹ لیا اور بوتل جے کی طرف واپس بڑھا دی۔ اس کی نگاہوں میں اور انداز میں شکر گزاری تھی۔ "شکریہ جے۔"

جے نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "سیمور.......... ہم ایک بات بھول گئے ہیں۔"

"کیا؟" سیمور کی آواز نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"یہ۔" جے نے کہا اور میز کے نیچے ہاتھ ڈال کر وہ زنجیر اٹھائی جو دوپہر تک ڈیوڈ کیلی کے پاؤں میں بندھی ہوئی تھی۔ اس کا دوسرا سرا اب بھی بیڈ کے آہنی پائے سے بندھا تھا۔ اس نے زنجیر کو ہلایا۔ وہ آواز سن کر سیمور کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔

"تم بھول گئے کہ ہمارا یہ دوست اب بھی قیدی ہے۔" جے نے زہریلے لہجے میں کہا "اور یہ خود بھی اس حقیقت کو بھولتا جا رہا ہے۔ اس نے بوٹ کو بچانے میں ہماری مدد کی ہے تو سمجھ رہا ہے کہ اس کی حیثیت ہی تبدیل ہو گئی ہے۔ ہم نرم پڑ گئے ہیں۔ اور اب یہ اس چکر میں ہو گا کہ دوستانہ انداز میں ہم سے گھلے ملے اور موقع پاتے ہی ہماری پشت میں چاقو گھونپ دے۔ میرا خیال ہے' اس سوچ کو پنپنے سے پہلے ہی گھونٹ دیا جائے۔ کیا کہتے ہو تم؟"

"بات سنو جے۔" کیلی نے کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس موقع پر وہ سوال کرنے میں کوئی قباحت نہیں جو سہ پہر سے اسے پریشان کیے ہوئے ہے۔ "یہ شخص کہتا ہے کہ بمبئی میں تم میری بیوی سے ملتے رہے ہو؟"

"سیمور نے کہا تھا؟"

"بولو.......... کیا یہ سچ ہے؟"

جے کچھ دیر سوچنے کی اداکاری کرتا رہا پھر بولا "سچ تو یہ ہے کہ یہ سچ ہے۔" وہ مسکرایا۔ "بلکہ میں اس سے ایسے ملتا رہا ہوں جیسے ملنے کا حق صرف تمہیں ہے۔ ویسے ملتا رہا ہوں اس سے جیسے تم سے شادی سے پہلے ملتا تھا۔ اب تمہارا اس پر کوئی دعویٰ نہیں رہا کیلی۔"

"اگر تم نے یہ چکر اس لیے چلایا ہے کہ مجھے بملا کو چھین لینے کی سزا دو تو.........."

"احمق آدمی! کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔" جے نے اس کی بات کاٹ دی۔ "یہ چکر تو صرف حصول دولت کے لیے ہے۔ ویسے جب یہ معاملہ ختم ہو جائے گا تو بملا میرے پاس آجائے گی۔"

"تم خود کو بے وقوف بنا رہے ہو۔ ہم لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں لیکن اس کا یہ

مطلب نہیں کہ وہ مجھے چھوڑ دے گی۔ وہ میری بیوی ہے۔"

"وقت آنے پر دیکھ لینا۔" جے نے بے پروائی سے کہا۔ پھر سیمور کی طرف مڑا۔

"سیمور......... زنجیر کے تالے والی چابی دو مجھے۔"

☆============☆============☆

رات تک کشمیر کی صورت حال بہت خراب ہو چکی تھی۔ تمام دن مظاہرے ہوتے رہے تھے۔ سختی نے حالات اور بگاڑ دیے۔ عوامی مظاہروں میں تشدد کا عنصر شامل ہوگیا۔ سرینگر میں کئی عمارتوں کو آگ لگا دی گئی۔ رات تک تقریباً پورا کشمیر کرفیو کی لپیٹ میں آچکا تھا۔

امریکیوں کو شیخ کی گرفتاری سے بہت تشویش تھی۔ امریکی سفیر نے اس سلسلے میں بھارتی حکومت سے رابطہ کیا تھا اور تجویز پیش کی تھی کہ شیخ کو چند دن آزاد رہنے دیا جائے کیونکہ وہ ڈیوڈ کیلی رہائی کے لیے کوششیں کر رہا ہے لیکن بھارتی حکومت نے اس تجویز کو سختی سے مسترد کر دیا تھا۔

امریکی قونصلیٹ میں سفیر کی صدارت میں ایک اہم میٹنگ ہوئی جس میں اس صورت حال پر غور کیا گیا۔ سفیر نے شرکاء کو بتایا کہ شیخ کے منظر سے ہٹنے کے بعد کیلی کی رہائی کی کوششیں ٹھپ ہوگئی ہیں۔

ایسے میں......... کوش نے وہ تجویز پیش کی جس نے ان کی امیدوں کو پھر سے زندہ کر دیا۔ "میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اب حکومت پاکستان سے رابطہ کرنا چاہیے۔" وہ بولا۔

سفیر چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ "بات تو معقول ہے۔ میں پاکستان میں امریکی سفیر سے بات کرتا ہوں۔"

"پاکستان کے وزیر برائے امور کشمیر سے بات کرنا سود مند رہے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اور ہاں......... ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ کشمیریوں کا مطالبہ دو کروڑ ڈالر کا ہے۔" سفیر نے کوش سے کہا "تم نے سی آئی اے ہیڈ کوارٹر بات کی تھی......... اس سلسلے میں۔"

"جی بہتر۔"

☆============☆============☆

جگن ناتھ کی مایوسی آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔ ڈیوڈ کیلی کو اغوا ہوئے ۳۶ گھنٹے ہو چکے تھے اور تفتیش کی گاڑی ابھی تک سیمور کوئین سے آگے نہیں بڑھ سکی تھی۔ ریٹا پر زیادہ زور نہیں ڈالا جا سکتا تھا۔ وہ اس کی یادداشت کو خطرے میں نہیں ڈال سکتے تھے۔ ڈاکٹر کو یقین تھا کہ صبح تک صورت حال بہتر ہو جائے گی اور ریٹا اس کے سوالوں کے جواب دے سکے گی۔ اس وقت ریٹا مسکن دواؤں کے زیر اثر سو رہی تھی۔ اور جگن انتظار کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

☆============☆============☆

انہوں نے صبح اٹھ کر ناشتا کیا اور سفر کا آغاز کر دیا۔ موسم کافی بہتر تھا۔ ہوا اتنی تیز نہیں تھی۔ البتہ بارش ہو رہی تھی۔ آثار بتاتے تھے کہ بارش جاری رہے گی۔ یہ ان کے حق میں اچھا ہی تھا۔ جے کو ڈر تھا کہ ریٹا نے زبان کھول دی ہوگی اور پولیس کو اس کے اور سعادت کے متعلق معلوم ہو چکا ہوگا۔ انہیں یہ بھی معلوم ہو چکا ہوگا کہ وہ بوٹ لے کر نکلے ہیں۔ یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں ہوگا کہ وہ پاکستان کا رخ کریں گے کیونکہ بمبئی سے کشمیر جانے کا کوئی سمندری راستہ نہیں تھا۔

جے کو تو اس پر بھی حیرت تھی کہ بھارتی ائرفورس اور نیوی' بوٹ کی تلاش میں ابھی تک حرکت میں نہیں آئی ہے۔ بہرحال اسے اطمینان تھا کہ ڈیوڈ کیلی کی وجہ سے وہ کوئی کارروائی نہیں کر سکیں گے۔ تاہم اس صورت میں معاملہ بہت دشوار ہو جاتا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے' ریٹا نہ بچ سکی ہو۔ ان کی بہتری بھی اسی میں تھی۔

سات بج گئے لیکن سورج نہیں نکلا۔ آسمان پر سیاہ [illegible] چھائی ہوئی تھی۔ اسے روشن دن ہرگز نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ان کے نقطہ نظر سے یہ بات ان کے حق میں تھی۔

انہوں نے الیکٹرک پمپ چلا دیا تھا۔ چار گھنٹے میں کشتی میں موجود تمام پانی نکل چکا تھا۔ کشتی پر سے غیر ضروری بوجھ ہٹا تو اس کی رفتار بڑھ گئی۔ ڈیوڈ کیلی قیدی کی حیثیت سے بدستور سیلون میں موجود تھا۔ اب انہیں اس کی مدد کی ضرورت نہیں تھی۔

☆============☆============☆

بھارت میں امریکی سفیر ہیری گلبرٹ پاکستان میں امریکی سفیر کا فون ملنے پر خصوصی پرواز کے ذریعے صبح آٹھ بجے اسلام آباد پہنچا۔ پاکستان میں امریکی سفیر آرتھر مور نے اسے ریسیو کیا۔ گاڑی میں بیٹھ کر وہ سفارت خانے پہنچے۔

"اب بتاؤ' کیا صورت حال ہے؟" ہیری گلبرٹ نے آرتھر سے پوچھا۔

"میں نے یہاں وزیر برائے امور کشمیر سے بات کی تھی۔" آرتھر نے بتایا "وہ ہر تعاون کے لیے آمادہ ہیں لیکن ہچکچاہٹ کا شکار ہیں۔"

"وجہ؟"

"میں نے ان سے آج ملاقات کا وقت لے لیا ہے۔ آپ ملیں گے تو خود ہی جان لیں گے۔"

دس بجے ان کی ملاقات امور کشمیر کے وزیر طارق سلمان سے ہوئی۔

"میں نے اس سلسلے میں اپنے وزیراعظم سے بات کی ہے۔" طارق سلمان نے کہا "وہ میرے نقطہ نظر سے متفق ہیں۔ ہم آپ سے ہر ممکن تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں مگر ہمیں ڈر ہے کہ یہ تعاون ملکی اور قومی سطح پر ہمیں منگا پڑے گا۔"

"وہ کیسے؟" ہیری نے پوچھا۔

"دیکھیں.......... کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے' اس سے پوری دنیا واقف ہے لیکن بھارت جس نے کشمیریوں کے بنیادی حقوق غصب کر رکھے ہیں' ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا ہے' وہ واویلا کرتا ہے کہ ہم کشمیر میں مداخلت کر رہے ہیں۔ دوسری طرف آپ کی حکومت کی پالیسی ایسی ہے کہ بار بار ہمیں سکھ اور کشمیریوں کی مدد کے سلسلے میں دھمکی دی جاتی ہے۔ ایسے میں ہم آپ کی مدد کریں گے تو آپ کی حکومت کے نزدیک بھارت کا موقف سچا ثابت ہو جائے گا۔"

"پلیز آنریبل منسٹر' ہمیں اس وقت آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ یہ بتائیں' آپ کا کشمیر لبریشن فرنٹ والوں سے رابطہ ممکن ہے؟ باقی میں ضمانت دیتا ہوں کہ جن باتوں سے آپ ڈر رہے ہیں' وہ نہیں ہوں گی۔" ہیری گلبرٹ نے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔

"کشمیر لبریشن فرنٹ مقبوضہ کشمیر میں سرگرم عمل ہے' ہمارا ان سے رابطہ نہیں لیکن رابطہ کیا جاسکتا ہے۔"

"تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ ایسا کریں۔ ہم ان کی تاوان کی شرط پوری کرنے کو تیار ہیں۔"

"میں ان سے آپ کا براہ راست رابطہ کرادوں گا۔ ہم اس معاملے میں ضرورت سے زیادہ ملوث ہونے کو تیار نہیں۔" وزیر نے بے حد متانت سے کہا۔

"امریکی حکومت آپ کی شکر گزار ہوگی۔"

☆============☆============☆

اس روز جگن ناتھ کی صبح گیارہ بجے ہوئی۔ اس لیے کہ وہ صبح ریٹا کے پوری طرح ہوش میں آنے سے مشروط تھی۔ جگن بیڈ کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ریٹا کا گلا اب بھی بری طرح سوجا ہوا تھا۔ "مس ریٹا' کل آپ نے اقرار کیا تھا کہ امریکی نیوی کا مفرور سیمور کوئین آپ کے فلیٹ میں پناہ لیے ہوئے تھا؟" جگن نے پوچھا۔

ریٹا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اور جس شخص نے آپ کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی' وہ سیمور کوئین کا دوست تھا؟"

ریٹا کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا' تاہم اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آپ اس شخص کا نام بتا سکتی ہیں؟"

ریٹا خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تاہم یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ ذہن پر زور دے رہی ہے۔

"یاد کرنے کی کوشش کریں مس ریٹا۔ یہ بہت اہم ہے۔"

ریٹا اب بہت زیادہ خوفزدہ نظر آرہی تھی۔ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ اچانک.......... بالکل اچانک ہی وہ چیخی۔ "نہیں جے نہیں.......... جے نہیں۔" ساتھ ہی وہ ہیجانی کیفیت میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ جگن اور ڈاکٹر نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ریٹا کی طرف متوجہ ہو گئے۔

ریٹا کے تحت الشعور سے کوئی بھولی بسری یاد ابھر آئی تھی۔ اس کی آنکھیں پھیل گئیں اور دونوں ہاتھ اپنے گلے پر جم گئے، جیسے وہ کسی چیز کو دور ہٹانے کی کوشش کر رہی ہو۔ وہ پھر چلائی.......... "جے.......... نہیں جے.........."

ڈاکٹر نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کی پیٹھ تھپکی اور تسلی دی۔ جگن ناتھ چند لمحے ہچکچانے کے بعد دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی سماعت میں وہ نام گونج رہا تھا.......... جے! یہ نام اس نے اس کیس کی تفتیش کے دوران ہی کہیں سنا تھا لیکن کہاں؟ تھکن اور نیند کی کمی نے اب تک کی معلومات کو اس کے دماغ میں گیند کی شکل میں رول کر دیا تھا۔ اب اس میں سے ایک خاص بات نکالنا مشکل تھا۔

وہ اس نام کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

وہ کوریڈور میں نکلا۔ وہاں کلیانی پولیس اسٹیشن کا انچارج موجود تھا۔ جگن نے اس سے پوچھا "تم حملہ آور کا حلیہ بتا سکتے ہو؟"

"جی ہاں۔" انچارج نے نوٹ بک نکالی اور بولا "قد پانچ فٹ دس انچ کے قریب.......... سیاہ بال، سیاہ آنکھیں، چیک کی شرٹ اور سیاہ پینٹ پہنے ہوئے تھا.........."

لیکن جگن ناتھ اس کی پوری بات سنے بغیر ہی دروازے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ اسے اچانک ہی یاد آگیا تھا۔ یاد آتے ہی وہ بری طرح چونکا تھا.......... کیسی ناقابل یقین بات تھی۔ استقبالیہ پر پہنچ کر اس نے اپنا کارڈ دکھایا اور کلرک سے کہا "مجھے ایک فون کرنا ہے۔"

کلرک نے انسٹرومنٹ اس کی طرف کھسکا دیا۔

اس نے ڈائری سے صحافی جے پال کا نمبر نکال کر ڈائل کیا۔ دو منٹ تک گھنٹی بجتی رہی لیکن ریسیور نہیں اٹھایا گیا۔ اس نے رابطہ منقطع کیا اور اس بار جے کے دوست سعادت کا نمبر ڈائل کیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ صرف نام اور حلیے کی مطابقت پر وہ یہ سوچ رہا ہے۔ شہر میں اس نام کے اور اس حلیے کے کتنے ہی لوگ ہوں گے۔ لیکن اس کے پاس کرنے کو کچھ اور تھا بھی نہیں۔

ذرا دیر بعد دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "ہیلو" آواز سے یہ

اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ سوتے سے اٹھی ہے۔

"بیگم سعادت، میں انسپکٹر جگن ناتھ بول رہا ہوں۔ یاد ہے، پرسوں رات میں آپ کے گھر آیا تھا.........."

"جی ہاں، مجھے یاد ہے۔" بیگم سعادت نے تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ دی۔ "کیا ہوا؟ خیریت تو ہے؟"

"کیا مطلب..........؟" جگن گڑبڑا گیا۔

وہ الجھن بھرے لہجے میں بولی۔ "آپ میرے شوہر کی وجہ سے فون کر رہے ہیں نا؟ وہ ٹھیک تو ہیں؟"

"کیوں؟ آپ ان کی طرف سے پریشان کیوں ہیں؟" جگن نے پوچھا۔

"اس لیے کہ وہ اس موسم میں کشتی لے کر نکلے تھے اور ابھی تک واپس نہیں آئے ہیں۔" جگن ناتھ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ "یہ کب کی بات ہے؟"

"پرسوں رات دو بجے کے قریب وہ گئے تھے۔ مگر آپ نے فون کیوں کیا ہے؟"

"میں آپ کے شوہر سے ان کے دوست جے پال کے بارے میں پوچھنا.........."

"وہ مردود ان کے ساتھ ہی گیا ہے۔"

☆============☆============☆

جگن ناتھ کو یاد تھا کہ جے پال نے اپنے بیان میں واردات کی صبح سعادت کے ساتھ بلیو ہیون جیٹی جانے کے متعلق بتایا تھا جہاں سعادت کی بوٹ موجود تھی۔ اور سعادت کی بیوی نے اعتراض کیا تھا کہ وہاں پہنچنے میں اتنی دیر کیوں لگی۔ اب بات صاف ہوگئی تھی۔ ان لوگوں نے ڈیوڈ کیلی کو اغوا کرنے کے بعد وہاں کا رخ کیا ہوگا۔

سنیل شرما اور جگن ناتھ بلیو ہیون جیٹی پہنچے۔ بوٹ بوائے رامو نے بتایا کہ پیر کو وہ چھٹی پر تھا اور گزشتہ روز صبح وہ کام پر واپس آیا تھا۔ اس نے تصدیق کر دی کہ جیٹی پر موجود تمام بوٹس موجود ہیں.......... سوائے سعادت کی بوٹ کے۔ اور باہر کھڑی ہوئی رینج روور گاڑی بھی سعادت ہی کی ہے۔

"انہیں گئے ہوئے ۳۶ گھنٹے ہو چکے ہیں۔" سنیل نے گمبھیر لہجے میں کہا "جانے

کہاں پہنچ چکے ہوں گے اب۔ تک اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ زندہ ہوں۔ زیادہ امکان تو یہی ہے کہ طوفان نے انہیں ڈبو دیا ہو گا۔"

"اب ہم کیا کریں گے سر؟" جگن نے پوچھا۔

"اب یہ معاملہ نیوی ہی نمٹا سکتی ہے۔" سنیل کے لہجے میں شکست تھی۔ وہ اعتماد سے محروم شخص کا لہجہ تھا۔ "آؤ.......... اب چلیں۔ ہم اب کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ تم گھر چلے جانا' مجھے ابھی کمشنر صاحب کو رپورٹ دینی ہے۔ اور ہاں جگن.......... تم نے اس کیس پر بہت کام کیا۔ تمہاری مدد کے بغیر ہم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔"

"میں تو شرمندہ ہوں سر۔ میں نے دونوں مجرموں سے پوچھ گچھ کی تھی اور مجھے ایک لمحے کو بھی یہ احساس نہیں ہوا کہ وہ مجرم ہیں۔ مجھے ان پر شک تک نہیں ہوا۔"

کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ انہوں نے منصوبہ ہی اتنا اچھا بنایا تھا۔ تم اسے بوجھ نہ بناؤ۔ پھر یہ بھی ہے کہ آدمی ہر میچ تو نہیں جیت سکتا۔"

☆============☆============☆

رات بارہ بج کر بیس منٹ پر وہ اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ اتنا بڑا کام بغیر کسی دشواری کے ہو گیا ہے۔ اب امید کی جاسکتی تھی کہ آگے کے تمام مرحلے آسان ہوں گے۔ دشواریوں سے تو وہ بخیرو عافیت گزر آئے تھے۔

بوٹ کی کوئی لائٹ روشن نہیں تھی۔ اس کے ڈیزل انجن چوتھائی رفتار سے چل رہے تھے۔ ابتدا میں چاند نکلا تھا مگر پھر گھٹاؤں نے اسے چھپا لیا تھا۔ اس وقت بارش ہو رہی تھی۔ وہ کشمیریوں کے دیے ہوئے نقشے کے مطابق سفر کرتے ہوئے منزل پر پہنچ گئے تھے۔ اب انہیں یہ ڈر تھا کہ وہ پاکستانی گشتی لانچوں کی نظر میں نہ آجائیں۔

"وہ رہی.......... وہ رہی نشانی۔" اچانک سیمور نے ایک طرف اشارہ کیا۔ "ایک قطار میں تین روشنیاں.......... اور نیچے بھی ویسی ہی تین روشنیاں۔"

چند لمحے بعد جے کو بھی وہ روشنیاں نظر آگئیں۔ وہ واضح نشانی تھی.......... اور ایسی نشانی تھی کہ غلط فہمی کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔

جے نے بوٹ کا رخ ان روشنیوں کی طرف کر دیا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ بوٹ

کی رفتار بڑھا دے۔ اس نے بڑی مشکل سے اندر کی اس ترغیب پر قابو پایا۔ اس کا دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا۔ سفر ختم ہو رہا تھا اور پروجیکٹ اپنے آخری مرحلے میں داخلے ہو رہا تھا۔ وہ بہت سی دشواریوں میں پڑے' کئی خطرات سے گزرے لیکن بالآخر کامیاب ہوئے۔ ڈیوڈ کیلی ان کے قبضے میں تھا۔ کشمیریوں تک پہنچنے کے بعد انہیں صرف انتظار کرنا تھا.......... زر تاوان کی ادائیگی کا انتظار!

روشنیاں قریب آتی جا رہی تھیں۔ گھپ اندھیرے میں وہ بہت نمایاں نظر آرہی تھیں۔ اب وہ کسی حد تک گرد و پیش کو بھی دیکھ سکتے تھے۔ چند لمحے بعد انہیں روشنیوں سے کچھ دور ایک تاریک عمارت کا خاکہ نظر آیا لیکن گرد و پیش میں کوئی سرگرمی نظر نہیں آرہی تھی۔ انہیں تشویش ہونے لگی۔ اگر انہیں ریسیو کرنے والے نیند میں بدمست ہوئے تو..........؟

سیمور گہرائی بتانے والے آلے پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ اچانک اس نے کہا "میں لنگر گرانے جا رہا ہوں۔ تم انجن بند کر دینا۔"

بوٹ کو لنگر انداز کرنے کے بعد انہوں نے سعادت کی طاقتور ٹارچ نکالی اور روشنیوں کی طرف رخ کر کے سگنل دینے لگے۔ تین طویل اشارے اور پھر تین مختصر اشارے۔ تین بار سگنل دینے کے بعد انہیں جوابی سگنل ملا۔ ساتھ ہی کنارے پر سرگرمی نظر آئی۔ چپوؤں والی ایک کشتی کو پانی میں اتارا جا رہا تھا۔ پھر شپ شپ کی آواز سنائی دی جو بتدریج قریب آتی گئی۔ ساتھ ہی کشتی بھی..........

وہ دھڑکتے دلوں سے کشتی کو بوٹ کے بالکل قریب آتا دیکھتے رہے۔ پھر کشتی سے کسی نے پکارا "پروجیکٹ ڈی؟"

جے نے لرزتی آواز میں جواب دیا۔ "ٹائی فون۔"

"ٹھیک ہے۔ قیدی کو لے کر کشتی پر اتر آؤ۔" کشتی سے آواز آئی۔ "قیدی کے منہ میں کپڑا ٹھونس دو اور آنکھوں پر پٹی باندھ دو۔"

سیمور اور جے نیچے سیلون میں چلے گئے۔ وہاں ڈیوڈ کیلی بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھا تھا۔ "اب تم کہاں لے جا رہے ہو مجھے؟" اس نے پوچھا۔

"اس بار میں تمہیں سچا جواب دے سکتا ہوں۔" جے نے کہا "اس مقام سے میں بھی واقف نہیں۔ لیکن جو کچھ بھی ہے' وہ لوگ نہیں چاہتے کہ تم دیکھو۔"

سیمور اسٹور روم سے کچھ کپڑے اٹھایا لایا۔ کیلی کی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی' منہ میں کپڑا ٹھونس کر وہاں بھی پٹی باندھی دی گئی۔ انہوں نے اس کے ہاتھ بھی پیچھے کرکے باندھ دیے پھر وہ اسے ڈیک پر لے آئے۔

ذرا دیر بعد وہ کشتی پر تھے اور کشتی کنارے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ "ہماری بوٹ کا کیا ہوگا؟" جے نے پوچھا۔

"اس کی فکر نہ کرو۔ ہم سب ٹھیک کرلیں گے۔" جواب ملا۔ "یہ بتاؤ تمہارے دو اور ساتھی کہاں ہیں؟"

"وہ مرچکے ہیں۔"

کشتی چلانے والے نے اس اطلاع پر کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔

وہ کنارے پر پہنچے "تم لوگ یہیں رکو.......... میں ابھی آتا ہوں۔" کشتی چلانے والے نے کہا اور تیز قدموں سے عمارت کی طرف چلا گیا جو بمشکل سو گز دور تھی۔ ذرا دیر بعد ایک انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی پھر ایک گاڑی ان کی طرف چلی آئی۔ وہ لینڈ روور تھی۔ اس میں سے تین افراد اترے اور ان لوگوں کی طرف توجہ دیے بغیر اس کشتی کی طرف چل دیے جس کے ذریعے وہ کنارے تک پہنچے تھے۔ چوتھا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ وہ وہی شخص تھا جو انہیں کنارے تک لایا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر نیچے اترا اور عقبی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس نے انہیں قیدی کو اندر لے کر آنے کا اشارہ کیا۔ وہ اندر گئے تو اس کے اشارے پر انہوں نے کیلی کو عقبی سیٹ پر بٹھا دیا۔ پھر وہ اس کے ساتھ نیچے اتر آئے۔ "اندر درمیانی سیٹ کے ساتھ کھڑکی کے نیچے ایک بٹن ہے۔" اس نے بتایا "ضرورت پڑنے پر وہ بٹن دباؤ گے تو عقبی حصہ ایک کمپارٹمنٹ میں تبدیل ہو جائے گا۔ گاڑی کہیں روکی جائے یا کسی پُرہجوم مقام پر رکے تو وہ بٹن دبا دینا۔ قیدی کی موجودگی کا کسی کو پتا نہیں چلنا چاہیے۔ اسے پچھلی سیٹ پر لٹائے رکھو تو بہتر ہوگا اور ہاں.......... مقامات کے متعلق تبصرے نہ کرنا۔ اسے علم نہیں ہونا چاہیے کہ ہم کہاں

سے گزر رہے ہیں۔"

جے اور سیمور نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ "سفر کتنی دیر کا ہے؟" جے نے پوچھا۔

"سفر ۳۶ گھنٹے کا ہے لیکن ہم آدھی رات کے وقت پہنچنا چاہتے ہیں۔ اس لیے آرام کا وقت بھی مل جائے گا۔ بس اب گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ میری ہدایات یاد رکھنا۔"

☆==========☆==========☆

"ہمارا کشمیر لبریشن فرنٹ والوں سے رابطہ ہو گیا ہے۔" وزیر برائے امور خارجہ طارق سلمان نے ہیری گلبرٹ کو بتایا۔

"ان کے مطالبات کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں آپ؟" ہیری گلبرٹ نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"میں نے آپ سے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ ہم اس معاملے میں براہ راست ملوث نہیں ہوں گے۔" طارق سلمان نے جواب دیا۔ "میں جو کچھ کر رہا ہوں' وہ بہت زیادہ ہے۔ اس لیے کہ میں جانتا ہوں مسٹر کیلی برصغیر میں ہمارے مفادات کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ میں نے محض انسانی ہمدردی کے تحت آپ کی مدد کی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اگر آپ ہماری جگہ ہوتے اور ہم آپ کی جگہ تو آپ کو ہم سے ذرا بھی ہمدردی ہوتی۔" اتنا کہہ کر اس نے ہیری گلبرٹ کو بہت غور سے دیکھا "مسٹر کیلی کے بارے میں' میں نے جو کچھ کہا ہے' وہ قیاس نہیں' یقینی معلومات کی بنا پر کہا ہے۔"

ہیری گلبرٹ نے سر جھکا لیا۔ اس کی زندگی میں ایسے مواقع کم ہی آئے ہوں گے جب اسے اتنا شرمندہ ہونا پڑا ہو۔

"کشمیریوں کا نمائندہ کل کسی وقت سفارت خانے پہنچ کر آپ سے رابطہ کرے گا۔" طارق سلمان نے کچھ توقف کے بعد کہا "اس کا نام جمال شاہ ہے۔ اس کے ذریعے آپ کا کشمیر لبریشن فرنٹ والوں سے براہ راست رابطہ ہو جائے گا۔"

سفیر نے نظریں اٹھائیں۔ "تھینک یو آنریبل منسٹر' تھینک یو ویری مچ۔" اس کا لہجہ کچھ عجیب سا تھا۔ "میں آپ کا شکر گزار ہوں.......... اور یقین کریں' امریکی حکومت آپ کی شکر گزار ہے۔ یہ میری محض دعا نہیں ہوگی بلکہ میں اس کے لیے ان تھک

کوشش کروں گا کہ پاکستان اور کشمیر کے لیے امریکی پالیسی تبدیل ہو جائے.......... ویسی ہو جائے جیسی ہونی چاہیے لیکن آپ جانتے ہیں کہ امریکی نظام ایسا ہے کہ وہاں کسی فردِ واحد کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ بہرحال میں وعدہ کرتا ہوں کہ امریکی اکابرین تک یہ بات ضرور پہنچاؤں گا کہ کیا درست ہے اور کیا غلط۔ یہ ایک انسان کی حیثیت سے میرا آپ سے وعدہ ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے طارق سلمان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

دونوں نے بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔ طارق سلمان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

☆============☆============☆

وہ لوگ بغیر رکے سفر کرتے رہے تھے۔ گاڑی میں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ سینڈوچ اتنے تھے کہ دوپہر تک کام آئے۔ انہوں نے گاڑی روکے بغیر ناشتا کیا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد سینڈوچ بھی ختم ہوگئے اور کافی کا تھرموس بھی خالی ہوگیا لیکن گاڑی میں ڈبل روٹی، ہنٹر بیف، مکھن اور ابلے ہوئے انڈے موجود تھے۔ تین بجے کے قریب ڈرائیور نے کہا "میں آگے ہوٹل میں گاڑی روکوں گا۔ تھرموس میں چائے لے لیں گے اور پانی کا کولر بھی بھر لیا جائے گا۔"

وہ اشارہ تھا۔ جے نے فوراً بٹن دبایا۔ درمیانی سیٹ اور پچھلی سیٹ کے درمیان ایک دیوار نمودار ہوگئی۔ ڈیوڈ کیلی شاید سو رہا تھا۔

سیمور اور جے دونوں کے لیے وہ ایک اجنبی ملک تھا۔ وہ سوئے نہیں اور تجسّس سے کھڑکی کے باہر دیکھتے رہے۔ اجنبی ناموں والے شہر گزرتے رہے۔ راستے میں ایک بار بھی انہیں نہیں روکا گیا تھا۔ رات دس بجے وہ چنیوٹ نامی شہر میں رکے۔ وہ چھوٹا سا شہر تھا۔ شہر کے باہر ایک بنگلے کے سامنے لینڈ روور رکی۔ پہلے ہارن پر ہی گیٹ کھول دیا گیا۔ گاڑی اندر چلی گئی۔ وہ سب اتر آئے۔

وہاں ڈرائیور ہی ان کی میزبانی کر رہا تھا۔ "یہاں ہم رات گزاریں گے۔ صبح ناشتا کر کے چلیں گے۔" اس نے کہا۔

کھانے کے بعد اس نے کہا "آئیں.......... میں آپ لوگوں کو کمرے دکھا دوں۔"

"کمرے؟" جے نے کہا "ہم تینوں کے لیے ایک کمرا بہت ہے۔ اور سنو.......... یہ ہمارے لیے بیرر چیک کی حیثیت رکھتا ہے۔" اس نے ڈیوڈ کیلی کی طرف اشارہ کیا۔ "بیرر چیک اور وہ بھی بہت بڑی رقم کا۔ اسے ہم ایک لمحے کے لیے بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔"

ڈرائیور نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا اور کندھے جھٹک دیے۔ "جیسی تمہاری مرضی۔ آؤ میرے ساتھ۔"

☆============☆============☆

سفارت خانے کے گارڈز کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ جمال شاہ نامی کوئی شخص آئے تو اسے فوراً سفیر کے پاس بھیج دیں۔ اس دوران امریکہ سے دو کروڑ ڈالر کا تصدیق شدہ بینک ڈرافٹ آچکا تھا۔ ڈرافٹ ایک خصوصی قاصد لے کر آیا تھا۔

جمال شاہ وعدے کے مطابق نہیں پہنچا تو ہیری گلبرٹ پریشان ہوگیا۔ اس نے طارق سلمان کو فون کیا۔ "جمال شاہ ابھی تک نہیں پہنچا۔"

"آپ زیادہ پریشان نہ ہوں۔" وزیر نے اسے تسلی دی۔ "وہ پہنچ جائے گا۔ آپ سمجھنے کی کوشش کریں۔ مقبوضہ کشمیر سے نکل کر یہاں آنا کوئی آسان کام نہیں۔ خاص طور پر موجودہ صورت حال میں۔"

سفیر "موجودہ صورت حال" کا مطلب سمجھتا تھا۔ بھارت والے کشمیر میں مسلسل کرفیو لگا ہوا تھا۔ نہتے مظاہرین پر گولیاں چلائی جا رہی تھیں' تشدد کیا جارہا تھا۔ عورتوں اور بچوں کو بھی نہیں بخشا جارہا تھا۔ کشمیری سرحد پر بھی کشیدگی بڑھ گئی تھی۔ "میں سمجھتا ہوں.........." اس نے کہا۔

"نہیں۔ ہم اور آپ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے کہ کشمیر میں بھارتی فوج کیسی بربریت کا مظاہرہ کر رہی ہے۔"

جمال شاہ اگلے روز گیارہ بجے کے قریب آیا۔ گارڈز نے اسے ایک چپراسی کے ساتھ سفیر آرتھر مور کے آفس میں بھجوا دیا ہیری گلبرٹ بھی وہیں موجود تھا۔

"میں کشمیر فرنٹ کی ہائی کمان سے خصوصی ہدایات لے کر آیا ہوں جناب۔" جمال

شاہ نے کہا۔ وہ پڑھا لکھا جوان تھا۔ روانی سے انگریزی بول رہا تھا۔

"ہم نے زرِ تاوان کی ادائیگی کا بندوبست کرلیا ہے۔" ہیری گلبرٹ نے کہا۔

"مجھ سے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا گیا۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ شرط تو ہمیں پہلے سے معلوم ہے۔ اور کوئی شرط بھی ہو تو بتاؤ۔" ہیری گلبرٹ کے لہجے میں تشویش تھی۔

"مجھے بس ایک ہی شرط بتائی گئی ہے۔" جمال شاہ نے کہا "وہ یہ کہ مسٹر کیلی کو صرف آپ کی تحویل میں دیا جائے گا۔ اس کے لیے آپ کو ہمارے ہیڈ کوارٹر آنا پڑے گا۔"

"یعنی کشمیر.......... میرا مطلب ہے مقبوضہ کشمیر؟" ہیری بوکھلا گیا۔

"جی ہاں۔"

"اس کے لیے تو مجھے بھارت جاکر وہاں کی حکومت سے بات کرنا ہوگی۔"

"وہ آپ کو کبھی اجازت نہیں دیں گے۔ اس طرح تو ان کے کرتوت آپ پر کھل جائیں گے۔" جمال شاہ کے لہجے میں نفرت تھی۔ "اس وقت پورا کشمیر آگ اور خون میں نہایا ہوا ہے۔ وہ کشمیر کا یہ چہرہ آپ کو کبھی نہیں دیکھنے دیں گے اور یقین کریں' یہ آگ اب یا تو کشمیر کی آزادی کے بعد بجھے گی یا اس وقت جب خدانخواستہ روئے زمین پر ایک بھی کشمیری حریت پسند زندہ نہیں بچے گا۔ وہ چونکا "اوہ.......... بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ میں یہ بتا رہا تھا کہ آپ کو میرے ساتھ چلنا ہوگا۔"

"تمہارے ساتھ؟ وہ کیسے؟"

"جیسے میں آیا ہوں۔"

"تم کیسے آئے ہو؟"

"یہ تو آپ چلیں گے تو دیکھیں گے۔"

"ناجائز طریقے سے کشمیر میں داخل ہوں گے..........؟"

"ناجائز طریقے سے نہیں۔ یہ دیکھیے گا کہ اپنے گھر پر کوئی قابض ہو جائے تو اپنے گھر میں گھسنے کے لیے بھی کتنی دشواریوں سے گزرنا پڑتا ہے.......... جان جوکھوں سے

گزر کر۔ کشمیر میں کشمیریوں کے داخلے کو آپ جیسے لوگ ہی ناجائز کہہ سکتے ہیں۔ آپ کبھی اس اذیت سے گزرے جو نہیں۔"

اس کے لہجے کے دکھ نے ہیری گلبرٹ کے دل کو بوجھل کر دیا۔ اس نے کہا "دیکھو مسٹر شاہ' میں اس سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنے وطن بات کرنا ہوگی۔"

"ڈر رہے ہیں نا؟" جمال شاہ نے مضحکہ اڑایا۔ "مجھے دیکھیں' میں انہی خطرات سے گزر کر آپ تک پہنچا ہوں۔ کام آپ کا ہے۔ آپ اپنے آدمی کو رہا کرانا چاہتے ہیں۔ جبکہ ہم اپنی قوم' اپنی زمین کو رہا کرانا چاہتے ہیں۔ فرق جذبے کا ہے نا۔"

ہیری گلبرٹ کھسیا گیا۔ "تم ایسا کرو' آج ہمارے مہمان رہو۔ میں امریکہ بات کرلوں۔ پھر فیصلہ ہو جائے گا۔"

"نہیں صاحب۔ آپ کا مہمان ہونا مجھے قبول نہیں۔ اب میں چلتا ہوں۔ کل گیارہ بجے پھر آؤں گا.......... آپ کا فیصلہ معلوم کرنے۔" جمال شاہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹھیک ہے مسٹر شاہ۔" ہیری بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے انداز میں اس جوان کے لیے وہ احترام تھا جو وہ اپنے دل میں بھی محسوس کر رہا تھا۔

☆==========☆==========☆

ناشتے کے بعد صبح نو بجے انہوں نے دوبارہ سفر شروع کیا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد ان کے پاس روٹی اور بھنا ہوا گوشت موجود تھا۔ کافی کا بھرا ہوا تھرموس بھی تھا اور کولر میں تازہ پانی بھی۔ جب سے سفر شروع ہوا تھا' ڈیوڈ کیلی نے ایک بار بھی زبان نہیں کھولی تھی۔ جانتا تھا کہ اسے کسی سوال کا جواب نہیں ملے گا۔ ڈرائیو کرنے والا شخص غیر ضروری طور پر بات کرنے کا قائل نہیں تھا اور سیمور اور جے احتیاطاً بات نہیں کر رہے تھے کہ منہ سے کچھ نکل نہ جائے۔

ایک بجے انہوں نے دوپہر کا کھانا کھایا۔ اب وہ بہت خوبصورت علاقے میں سفر کر رہے تھے۔ پھر پہاڑی سفر شروع ہوگیا۔ بارش بھی ہو رہی تھی۔ ایسے میں وہ خطرناک سفر اور خطرناک ہوگیا۔ لیکن ڈرائیور کا اطمینان قابلِ دید تھا۔ لگتا تھا' وہ پہاڑی راستے اس

کے لیے اجنبی نہیں ہیں۔ سڑک پر جابجا خطرناک موڑ تھے۔ بلکہ ایک مرحلے پر تو وہ بلاشبہ سیکڑوں خطرناک موڑوں سے گزرے۔ جے کا تو جی متلانے لگا۔

شام ساڑھے پانچ بجے مظفر آباد کا نام دیکھ کر جے کو اندازہ ہوگیا کہ وہ کشمیر میں داخل ہو چکے ہیں۔ آگے راستہ بہت خراب تھا۔ ساڑھے نو بجے وہ ایک ایسے علاقے میں تھے جہاں بستیاں تو تھیں لیکن آبادی نہیں تھی۔ جے ڈرائیور سے اس کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا مگر اسے اس کی ہدایت یاد آگئی۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنی زبان کو روکا۔

رات میں وہ سفر اور خطرناک ہوگیا تھا۔ بارش کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ گیارہ بجے کے قریب ڈرائیور نے گاڑی روکی' اترا اور انہیں بھی اترنے کا اشارہ کیا۔ وہ باہر اترے تو جے نے دیکھا' وہ .... ریسٹ ہاؤس تھا۔ وہاں اندھیرا تھا۔ لگتا تھا کہ کوئی نہیں ہے۔ لیکن گاڑی رکنے کے ایک منٹ بعد ہی تین افراد اندر سے نکل آئے۔ جے نے سیمور کو گاڑی میں جانے کا اشارہ کیا کیونکہ ڈیوڈ کیلی کو وہ گاڑی ہی میں چھوڑ آئے تھے۔

ڈرائیور' جے کو عقبی حصے کی طرف لے گیا۔ وہاں جنگلا لگا ہوا تھا۔ نیچے کافی نیچے دریا بہہ رہا تھا۔ "یہ دریائے نیلم ہے۔" اس نے جے کو بتایا "اور دریا کے پار بھارت کا غصب کیا ہوا کشمیر ہے۔ ہمیں دریا پار کرنا ہوگا۔"

"دریا کا بہاؤ تو بہت تیز ہے۔" جے نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"صرف بہاؤ ہی تیز نہیں' یہاں پانی کے نیچے بہت بڑے بڑے پتھر بھی ہیں۔"

"تو پھر؟"

"دریا ہم انشاء اللہ خیریت سے پار کرلیں گے۔ خطرناک مرحلہ اس کے بعد شروع ہوگا۔ مقبوضہ کشمیر میں اس وقت کرفیو ہے۔ فوجی گاڑیاں مسلسل گشت کر رہی ہیں۔"

"دیکھا جائے گا۔" جے نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔ پھر پوچھا "تمہارا نام کیا ہے دوست؟"

"خالد۔ آؤ' اب چلیں۔ کچھ دیر آرام کرلو ریسٹ ہاؤس میں۔ آدھی رات کے بعد کسی وقت ہم دریا پار کریں گے۔"

وہ واپس چل دیے۔ اچانک جے نے پوچھا "یہاں بجلی نہیں ہے کیا؟"

"ہے۔ لیکن ہم نے جان بوجھ کر لائٹ آن نہیں کی۔ یہ پورا علاقہ خالی کرالیا گیا ہے۔ یہ بات بھارتی فوج کے علم میں بھی ہے۔ وہ ریسٹ ہاؤس میں روشنی دیکھیں گے تو مشکوک ہو جائیں گے۔ اور یہ خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

☆============☆============☆

ریسٹ ہاؤس کا ایک کمرا ان کے لئے کھول دیا گیا تھا۔ خالد نے ان سے کہا تھا کہ وہ سو جائیں۔ دریا پار سے ملنے والے سگنل کے مطابق چار بجے دریا پار کیا جائے گا لیکن جے اور سیمور اس مشورے پر عمل نہ کرسکے۔ ایک تو اب وہ بے صبرے ہو رہے تھے' دوسرے انہیں کشمیریوں پر اعتماد بھی نہیں تھا۔

چار بجے خالد آیا اور اس نے اشارے سے جے کو بلایا۔ وہ اسے لے کر ریسٹ ہاؤس کے عقبی حصے کی طرف چلا گیا۔ وہاں جے نے حیرت سے دیکھا' ریسٹ ہاؤس کے عقبی حصے سے دریا کے پار تک ایک موٹا رسا تنا ہوا تھا اور وہ رسا مسلسل ڈھلوانی شکل میں دریا کے پار گیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ دوسری طرف کشمیر لبریشن فرنٹ والے موجود ہیں۔ جے نے اس رسے کے ذریعے دریا پار کرنے کا تصور کیا اور لرز کر رہ گیا۔ "یہ تو بہت مشکل کام ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"کچھ مشکل نہیں ہے۔ یہاں تم تینوں کے لیے ایک ایک چرخی موجود ہے۔" خالد نے بے پروائی سے کہا "فاصلہ بھی زیادہ نہیں ہے۔ بس چرخی تھام لو۔ وہاں پہنچ کر چرخی چھوڑ کر چھلانگ لگا دینا۔"

تب جے کو وہ چرخیاں نظر آئیں۔ "لیکن ڈیوڈ کیلی..........؟"

"اسے چرخی کے ساتھ باندھ کر دھکیل دیا جائے گا۔ اس کنارے پر میرے ساتھی اسے بحفاظت اتار لیں گے۔"

"یعنی ہم تینوں الگ الگ جائیں گے؟" جے نے پوچھا۔

"ظاہر ہے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ کیلی بہت بڑی رقم کا بیئرر چیک ہے۔ ہم تینوں ساتھ ہی جائیں گے۔ کیلی میرے اور میرے ساتھی کے درمیان ہوگا۔"

"تم خواہ مخواہ اپنے لیے مشکلات پیدا کر رہے ہو۔"

"ان تمام مشکلات کے بارے میں' میں نے پہلے ہی سوچ لیا تھا۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" خالد نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا "اپنے ساتھیوں کو لے آؤ۔"

جے جاکر سیمور اور کیلی کو لے آیا۔ کیلی کے ہاتھ درمیانی چرخی سے باندھ دیے گئے۔ سیمور نے پہلی چرخی تھام لی۔ جے سب سے پیچھے تھا۔

خالد نے انہیں دھکیلا۔ وہ تینوں چلے۔ چرخی کی رفتار بتدریج بڑھتی گئی۔ جے کو لگ رہا تھا کہ وہ اڑ رہا ہے۔ لگتا تھا' کسی بھی لمحے اس کے ہاتھوں کی گرفت جواب دے جائے گی۔ دریا کے اوپر سے گزرتے ہوئے اس کا بہت برا حال تھا۔ خوف سے جسم سرد پڑگیا تھا۔ اوپر سے مسلسل نیچے کو جاتی ہوئی رسی پر چرخی کی رفتار بے حد خوفناک تھی۔

دریا پار کرنے کے بعد رسی کافی نیچی ہوگئی تھی۔ سیمور کے پیروں نے تقریباً زمین کو چھو لیا تھا۔ یہ محسوس کرکے اس نے چھلانگ لگائی اور تیزی سے خود کو سنبھالتے ہوئے ڈیوڈ کیلی کو ریسیو کرنے کے لیے تیار ہوگیا۔ اتنی دیر میں تین چار کشمیری بھی آگئے تھے۔ انہوں نے سیمور سے کہا "تم قیدی کو سنبھالو' ہم تمہارے ساتھی کو سنبھالتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ کچھ آگے بڑھ گئے۔ جے کو کیلی سے کچھ پیچھے روکنا ضروری تھا۔

کیلی جیسی ہی آیا' سیمور نے پوری قوت سے اس کی ٹانگوں کو پکڑ لیا۔ جے کو اس سے پہلے ہی روک لیا گیا تھا۔ پھر کشمیریوں نے رسا کاٹ دیا۔ اس کی وجہ سے اور آسانی ہوگئی۔ سیمور نے کیلی کے ہاتھ کھول دیے۔

انہیں سنبھلنے میں چند منٹ لگے۔ "اب جلدی کرو۔" ایک کشمیری نے کہا۔

"ہم تیار ہیں۔"

وہ دیودار کے درختوں سے گھری ایک پگڈنڈی پر بڑھ رہے تھے۔ کیلی کی آنکھوں کی پٹی مصیبت بن گئی تھی۔ انہیں کیلی کو سہارا دینا پڑ رہا تھا۔ جے نے ایک کشمیری سے پوچھا کہ آنکھوں کی پٹی کھول دی جائے مگر اس نے منع کر دیا۔

اوپر پہنچ کر آگے چلنے والے کشمیری نے سیٹی بجائی۔ کچھ اوپر سے ویسی ہی سیٹی سنائی

دی۔ کشمیری نے انہیں پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور خود آگے بڑھ گیا۔

چند ہی لمحوں میں انہوں نے خود کو درختوں سے تین طرف سے گھرے ہوئے ایک مسطح قطعہ زمین پر پایا۔ اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ اسے حال ہی میں جھاڑیاں وغیرہ کاٹنے کے بعد صاف کیا گیا ہے۔ کٹی ہوئی گھاس پھوس اور جھاڑیوں کا ایک طرف ڈھیر لگا تھا۔ وہاں ایک بڑا فوجی ٹرک کھڑا نظر آیا۔ وہاں کچھ مسلح کشمیری کھڑے تھے۔ ان میں ایک دبلا پتلا' دراز قد اور وجیہہ کشمیری بے حد نمایاں تھا۔

ڈیوڈ کیلی' جے اور سیمور کے درمیان تھا۔ وہ تینوں مسطح قطعہ زمین کے کنارے پر ہی رک گئے تھے۔ وجیہہ کشمیری ان کی طرف چلا آیا۔ وہ ان کے پاس آ کے رکا۔ "تم صرف دو ہو؟" اس نے پوچھا۔ "سعادت کہاں ہے؟" "وہ مرچکا ہے۔" جے نے جواب دیا۔

"کیسے؟"

"اس نے کام خراب کرنے کی کوشش کی تھی۔ پورا منصوبہ تباہ کرنے والا تھا وہ۔"

"تو تم نے اسے ختم کر دیا؟"

"ہاں۔ اور ہمارا ایک ساتھی سمندری طوفان کے دوران حادثے میں مرگیا۔"

خوبرو کشمیری چند لمحے جے کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا "سعادت کا قصور ذرا تفصیل سے بتاؤ۔"

جے نے اسے تفصیل سنا دی۔ "میں اسے ختم نہ کرتا تو ہم وہیں پھنسے رہ جاتے۔"

"سعادت اپنی ذمے داری پوری کرتے ہوئے مرا ہے۔" خوبرو کشمیری نے کہا "یہ بھی بڑی سعادت ہے۔"

"میں سمجھا نہیں!"

"تم کیسے سمجھ سکتے ہو۔ خیر' تو اب تم دو بچے ہو۔ جے پال اور بھگوڑا سیلر سیمور کوئین۔"

"کام کی بات کرو۔" سیمور نے چڑ کر کہا "اور تم اپنی کہو۔ تم کیا بلا ہو۔"

"میں مصطفیٰ ہوں۔" خوبرو کشمیری نے جواب دیا "کشمیر نیشنل فرنٹ کا ملٹری لیڈر۔"

جے حیران رہ گیا۔ "تم خود آئے ہو؟ تم نے اتنا خطرہ مول لیا؟"

"کچھ خطرات مول لینا ہی پڑتے ہیں۔ اتنا بڑا کام میں اپنے ماتحتوں پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔" مصطفیٰ نے کہا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ وہ اپنے کمبل' اسلحہ اور دوسرا سامان لے جاکر ٹرک میں رکھنے لگے۔ مصطفیٰ پھر ان لوگوں کی طرف بڑھا۔

"اب میں تمہیں بتادوں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہم کسی غلطی کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ اس علاقے میں کرفیو لگا ہوا ہے۔ صرف فوجی گاڑیاں یا وہ گاڑیاں جنہیں خصوصی اجازت نامہ دیا گیا ہو' سڑکوں پر نظر آسکتی ہیں۔ یہ ٹرک مع دو فوجیوں اور ان کی وردیوں کے ہم نے رات قبضے میں کیا ہے۔ اس کے کاغذات بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔ ٹرک کے اگلے حصے میں ہمارے وہ دو آدمی بیٹھیں گے' جو بھارتی فوج کی وردی میں ہیں۔ ہم پیچھے بیٹھیں گے۔ راستے میں ایک روڈ بلاک آئے گا۔ چیکنگ کرنے والوں کے پاس یہ سمجھنے کا کوئی جواز نہیں ہوگا کہ ٹرک خالی نہیں ہے۔ امکان یہی ہے کہ وہ کینوس ہٹا کر نہیں دیکھیں گے لیکن انہوں نے ایسا کیا تو ہم سب گولیاں چلاتے ہوئے باہر نکلیں گے۔ سمجھ گئے؟"

جے نے اثبات میں سر ہلایا۔ سیمور نے پوچھا" ہم جا کہاں رہے ہیں؟"

"اوپر پہاڑوں میں ہمارا ایک عارضی اڈہ ہے۔ اور ہاں.......... اب قیدی کو ہمارے حوالے کردو۔"

جے اور سیمور کے درمیان نگاہوں کا تبادلہ ہوا پھر جے نے کہا "نہیں۔ یہ ہماری ہی تحویل میں رہے گا۔ کم از کم اس وقت تک جب تک ہمارا حصہ ہمیں نہیں ملتا۔ تم بھی جانتے ہو اور ہم بھی کہ یہ دو کروڑ ڈالر کا بیرر چیک ہے۔"

مصطفیٰ کے انداز سے ایسا لگتا تھا کہ وہ اس پر اعتراض کرے گا لیکن پھر اس نے کندھے جھٹکے اور بولا۔ "چلو.......... ٹرک میں بیٹھو۔"

اس کے ساتھی پہلے ہی ٹرک میں بیٹھ چکے تھے۔ سیمور اچھل کر ٹرک پر چڑھا۔

"اس نے ہاتھ پکڑ کر کیلی کو اوپر چڑھایا۔ پھر جے اور سب سے آخر میں مصطفیٰ ٹرک پر سوار ہوا۔ مصطفیٰ نے کینوس کا پردہ گرا دیا۔ سفر شروع ہوگیا۔

"ایک بات بتاؤ۔" جے نے مصطفیٰ سے پوچھا" ان فوجیوں کا کیا بنا جو اس ٹرک میں تھے؟"

مصطفیٰ نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ جے کو اس کی نظروں سے خوف آنے لگا۔ "ان کا کیا کیا جاسکتا ہے۔ تم نہیں جانتے؟"

"جانتا ہوں لیکن اس کے بغیر بھی کام چل سکتا تھا۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو' جو ایک منفعت بخش جرم کرکے آرہے ہو اور راستے میں اپنے ایک ساتھی کو ٹھکانے بھی لگا آئے ہو۔" مصطفیٰ نے زہریلے لہجے میں کہا "اور یہ حقیقت ہے کہ آج ہم جس دشمن کو بخشیں گے' ممکن ہے کل وہ ہمیں قتل کردے۔ تمہارے لیے ہونٹ سکوڑنا بہت آسان ہے۔ تم آج یہاں آئے ہو' کل چلے جاؤ گے۔ ہم یہیں ہوں گے۔ آزادی کے لیے لڑ رہے ہوں گے۔ اور تم نے جلی ہوئی بستیاں اور نہتے' کمزور لوگوں کی لاشیں نہیں دیکھیں۔"

اس کے لہجے نے جے کو لرزا دیا۔ اپنے جسم میں دوڑنے والی تھرتھری کو چھپانے کے لیے اس نے کندھے جھٹک دیئے۔

ٹرک اب ایک پہاڑی سڑک پر مڑگیا تھا۔ جیسے جیسے وہ اوپر جارہے تھے' سردی بڑھتی جارہی تھی۔ وہ لوگ صرف قمیض اور پتلون پہنے ہوئے تھے۔ ایک گھنٹے بعد انہیں باقاعدہ سردی لگنے لگی۔ لیکن کشمیری صرف قمیض شلوار میں ہونے کے باوجود موسم کی اس تبدیلی سے بے نیاز تھے۔ ان میں سے بیشتر اونگھ رہے تھے۔ ٹرک کو لگنے والے جھٹکے بھی ان پر اثر انداز نہیں ہو رہے تھے۔

مصطفیٰ کے اشارے پر سیمور نے کیلی کی آنکھوں کی پٹی کھول دی۔ البتہ اس کا منہ اب بھی بند تھا۔ ذرا دیر بعد اس کی آنکھیں مندنے لگیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ سوگیا۔ ٹرک میں اب صرف تین افراد جاگ رہے تھے۔ جے' سیمور اور مصطفیٰ۔ مصطفیٰ گود میں رکھی ایم تھری گن کے دستے پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔ کبھی کبھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ

تھرکنے لگتی۔

راستے میں انہیں دو رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا۔ فوجیوں نے کاغذات چیک کیے۔ اس دوران ٹرک کے عقبی حصے میں وہ سب کشیدہ اعصاب لیے بیٹھے رہے۔ انہیں ڈر تھا کہ کسی بھی لمحے عقبی حصے پر پڑا ہوا کینوس اٹھایا جائے گا......... اور زندگی اور موت کا کھیل شروع ہو جائے گا۔ کشمیری اپنی گنیں تانے بالکل الرٹ بیٹھے تھے۔ جے ڈر رہا تھا کہ کہیں ان میں سے کسی کے اعصاب جواب نہ دے جائیں اور وہ فائرنگ نہ شروع کر بیٹھے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔

دوسری رکاوٹ سے گزرنے کے بعد مصطفیٰ نے اٹھ کر کینوس کا وہ پردہ اوپر باندھ دیا۔

ان کی نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ وہ کشمیر کی صبح تھی۔ گولیوں کی گھن گرج' بارود کی بو اور جبرو استبداد کی تمام نشانیاں مل کر بھی اس صبح کی خوبصورتی کو ختم نہیں کر سکی تھیں۔ دیودار کے درختوں سے آراستہ ڈھلانیں اپنے قدم سبزے پر جمائے کھڑی تھیں۔ ہوا' جنگلی خود رو پھولوں کی خوشبو سے بوجھل تھی۔ ایک طرف سربلند پہاڑ آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک طرف دیودار کے درختوں کا جنگل تھا۔

پھر ٹرک پکی سڑک کو چھوڑ کر کچے راستے پر چلنے لگا۔ اب انہیں لگنے والے جھٹکے بہت شدید تھے۔ ہر جھٹکے پر ایسا لگتا تھا کہ ٹرک سیکڑوں فٹ گہری کسی کھائی میں جا پڑے گا۔ وہ سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ لیکن انہیں بہت طویل لگا۔ بالآخر سڑک ایک مسطح قطعہ زمین پر پہنچ کر رک گیا۔ وہ جگہ دیودار کے بلند و بالا درختوں سے گھری ہوئی تھی۔

وہ ٹرک سے اتر آئے۔ مصطفیٰ اپنی ایم تھری اب بھی چوکنے پن سے تھامے ہوئے تھا۔

ایک لمحے کے لیے جے مسحور ہو کر رہ گیا۔ مشرق کے پہاڑوں سے سر اٹھا کر جھانکتے ہوئے سورج نے اس کی نظروں کو خیرہ کر دیا۔ پھر اسے درختوں کی اوٹ سے کچھ کھنڈرات جھانکتے نظر آئے۔ وہ کئی عمارتیں تھیں۔ کچھ کی چھتیں سلامت تھیں۔ دو سے زیادہ دیواریں کہیں بھی سلامت نہیں تھیں۔

جے کو اچانک ہی احساس ہوا کہ وہ کبھی ایک بہت بڑا مندر رہا ہو گا۔ اور وہ جگہ ویران تھی۔ ٹرک کے شور کے بعد وہ سناٹا کچھ زیادہ مہیب لگ رہا تھا۔

"یہ درگا دیوی کا مندر ہے۔" مصطفیٰ نے اس کا تجسس بھانپتے ہوئے بتایا "یہ بہت پرانا مندر ہے۔ یہاں دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے روز پوجا کی جاتی تھی' بھجن گائے جاتے تھے۔ مگر دیوتاؤں کو خوش کرنا کوئی آسان کام نہیں۔" وہ مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنسا۔ "لاکھوں دیوتاؤں کو بیک وقت خوش کہاں رکھا جا سکتا ہے۔ ایک دن کوئی دیوتا کم توجہ ملنے پر ناراض ہو گیا ہو گا۔ چنانچہ زلزلہ آ گیا۔ جو دیوتا خوش تھے' وہ جانبدار ہو گئے۔ نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔ کہتے ہیں کہ یہاں پجاریوں کی روحیں بھٹکتی پھرتی ہیں۔ اسی لیے لوگ اس طرف کا رخ نہیں کرتے۔"

"تم ہمیں یہاں کیوں لائے ہو؟" جے نے پوچھا۔

"دن یہاں گزاریں گے' اندھیرے ہونے کے بعد اپنے ٹھکانے کا رخ کریں گے۔"

"مگر یہ تو کھلی جگہ ہے۔"

"یہ بے حد محفوظ ہے۔ آبادی بہت دور ہے اور پھر یہ لوگ یہاں کا رخ نہیں کرتے۔ کوئی یہاں پھٹکتا بھی نہیں۔"

"میرا اشارہ مقامی لوگوں کی طرف نہیں تھا۔ ممکن ہے' ہمیں تلاش کیا جا رہا ہو۔ ایسے میں ہیلی کاپٹروں سے بھی مدد لی جائے گی۔"

"ہیلی کاپٹر اس طرف آ ہی نہیں سکتے۔ اور آ بھی گئے تو انہیں ایسی کوئی علامت نظر نہیں آئے گی جس سے پتا چلے کہ ہم یہاں مقیم ہیں۔ ہم نیچے پجاریوں والی کوٹھریوں میں رہیں گے۔ یقین کرو' ہم یہاں محفوظ ہیں۔ آؤ......... اب چلیں۔ کہیں تمہارے خیالوں والے ہیلی کاپٹر آ ہی نہ جائیں۔" وہ پھر ہنسا۔ پھر وہ ان سے سے کچھ کہے بغیر درختوں کے جھنڈ کے درمیان اس راستے کی طرف بڑھ گیا جو کھنڈرات کی طرف جاتا تھا۔

جے ہچکچایا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے سیمور کو دیکھا۔ سیمور کے انداز میں بھی بے یقینی تھی۔ شاید وہ ویران مقام ان کے اعصاب پر بھی اثر انداز ہوا تھا۔ یا پھر انہیں

اس احساس نے بے یقینی میں مبتلا کر دیا تھا کہ وہ یہاں بہت اکیلے ہیں اور مصطفیٰ پر انحصار کرنا ان کی مجبوری بن گیا ہے۔

پھر سیمور نے جیسے ہر احساس کو جھٹک دیا۔ "تم بھوتوں پر یقین رکھتے ہو؟" اس نے جے سے پوچھا۔

"نہیں۔"

"تو پھر چلو۔" سیمور نے کہا اور کیلی کے ہاتھ سے بندھی رسی کو جھٹکا دیا۔ جے' ڈیوڈ کیلی کے پیچھے تھا۔ ان کے پیچھے کشمیری تھے۔ راستے سے گزر کر وہ کھنڈر میں پہنچے۔ سامنے پانچ چھ سیڑھیاں تھیں جو دو بڑے ستونوں کے درمیان ایک ہال کی طرف جا رہی تھیں۔ اس ہال میں دونوں طرف متعدد دروازے تھے جو پجاریوں کی کوٹھڑیوں کی طرف کھلتے تھے۔ مصطفیٰ وہاں پہنچ چکا تھا اور اشارے سے انہیں بلا رہا تھا۔

سیمور نے سیڑھیوں پر قدم رکھا۔ اسے دوسری سیڑھی پر توقف کرنا پڑا کیونکہ ڈیوڈ کیلی پہلی سیڑھی پر سے پھسل گیا تھا۔ پھر وہ چاروں ہاتھ پاؤں کے زور پر اٹھا۔ جے پھر ہچکچایا۔ وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ شاید مصطفیٰ کے اشارے میں کوئی خاص بات تھی۔ اس کے انداز میں کشیدگی تھی۔ جے کو کسی خطرے کا احساس ہو رہا تھا۔ جس کی نوعیت سمجھنے سے وہ قاصر تھے۔

وہ کھڑا سیمور اور ڈیوڈ کو دیکھتا رہا۔ اس نے سیڑھیوں پر قدم نہیں رکھا۔

سیمور اوپر سیڑھی پر پہنچ کر پھر رکا۔ اس کے ہاتھ میں موجود رسی کھنچ گئی تھی۔ ڈیوڈ کیلی بہت آہستہ چڑھ رہا تھا۔ پھر جے نے بائیں جانب ایک بڑے ستون کے پاس ایک متحرک سایہ سا دیکھا۔ دائیں جانب سے پڑنے والی دھوپ نے سائے کو بڑھا دیا تھا۔

کچھ بے اعتباری' کچھ بدروحوں کا تذکرہ اور کچھ خوف اور تھکن...... یہ ساری چیزیں مل کر اس کے دماغ پر اثر انداز ہو رہی تھیں مگر پھر اچانک ہی جیسے اس کی جبلت چیخ چیخ کر اسے کچھ بتانے لگی۔ اسے یقین ہو گیا کہ کوئی بہت خوفناک بات ہونے والی ہے۔

وہ حلق کے بل چلایا۔ "سیمور...... ہوشیار......"

سیمور تیزی سے اس کی طرف گھوما۔ پھر اچانک ہی اسے احساس ہوا کہ خطرہ اس

طرف سے لاحق نہیں ہو سکتا۔ وہ گھوما۔ اس نے کیلی کے ہاتھوں میں بندھی ہوئی رسی چھوڑ کر تیزی سے اپنا ریوالور نکالا۔ اس کی پھرتی قابل ستائش تھی لیکن ستون کے پیچھے چھپا ہوا شخص کھلے میں آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں مشین پستول تھا جس کا رخ سیمور کے سر کی طرف تھا۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "امریکی...... پستول نیچے گرا دو۔"

لیکن سیمور نے ٹریگر دبا دیا۔ گولی کشمیری کے پیٹ میں لگی۔ وہ پیچھے کی طرف گرا۔ مشین پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

سیمور تیزی سے مصطفیٰ کی طرف مڑا لیکن اسے دیر ہو چکی تھی۔ دائیں جانب والے ستون کے پیچھے سے مشین پستول ہاتھ میں لیے ایک اور کشمیری نکل آیا تھا اور اب اس پر سیمور کو وارننگ دینے کی اخلاقی ذمے داری بھی نہیں تھی۔

جے کو لگا کہ دھماکے سے تمام سیڑھیاں منہدم ہو گئی ہیں۔ فائر کی آواز پورے کھنڈر میں گونج گئی تھی۔ سیمور پیچھے کی طرف گرا۔ اس کی لپیٹ میں ڈیوڈ کیلی بھی آ گیا۔ وہ دونوں سیڑھیوں سے نیچے آ کر گرے۔ سیمور کے جسم میں پورے برسٹ کی گولیاں اتر گئی تھیں۔

جے نے بھی اپنا ریوالور نکال لیا تھا۔ اس نے سیمور پر گولی چلانے والے پر فائر کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا' جیسے لگنے والی گولی نے اسے پوری قوت سے پیچھے دھکیلا ہو۔ پھر وہ ڈھیر ہو گیا۔

جے کے ذہن میں بس ایک ہی لفظ گونج رہا تھا...... غداری! اس نے سیمور اور کیلی کی طرف چھلانگ لگائی جو نیچے گرے تھے۔ اس کے ذہن میں ڈیوڈ کیلی کو آڑ بنانے کا خیال تھا۔ اس نے ڈیوڈ کیلی کا کالر تھام کر اسے سیمور کے نیچے سے نکالنے کی کوشش کی۔ اسی وقت اس کے ہاتھ سے کوئی سخت' سرد چیز پوری قوت سے ٹکرائی۔ اس کی گرفت ختم ہو گئی۔ ایک کشمیری نے اس کے ہاتھ پر مشین پستول کا دستہ مارا تھا۔

جے نے ریوالور گھما کر اسے شوٹ کرنے کی کوشش کی مگر اس کے عقب میں ایک اور کشمیری موجود تھا۔ اس نے پیچھے سے جے کا ہاتھ تھام لیا۔ جے نے ٹریگر دبایا لیکن وہ لاحاصل فائر تھا۔ اس وقت تک تین کشمیری اسے جکڑ چکے تھے۔ اب وہ اسے گھسیٹتے ہوئے

لے جارہے تھے۔ پستول اس کے ہاتھ سے چھن گیا تھا۔

ذرا دیر بعد اسے اٹھا کر کھڑا کر دیا گیا۔

اب وہ پھر سیڑھیوں کی طرف رخ کیے کھڑا تھا۔ کشمیریوں نے اسے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ سیمور کوئین کا خون میں نہایا ہوا جسم سیڑھیوں کے نیچے پڑا تھا۔ سیڑھیاں بھی خون آلود ہوگئی تھی۔ ڈیوڈ کیلی کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ اسے شاید وہ لوگ اپنی تحویل میں لے چکے تھے۔

مصطفیٰ سیڑھیوں کے اوپر کھڑا تھا۔ اس کے دائیں بائیں مسلح کشمیری تھے اور وہاں ایک چینی بھی کھڑا تھا۔

"اپنے دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھ لو۔" مصطفیٰ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

جے نے اس حکم کی تعمیل کی۔

"مجھے تمہارے دوست کی موت کا افسوس ہے۔" مصطفیٰ نے کہا "تم لوگوں نے ہمارے سامنے کوئی راستہ ہی نہیں چھوڑا تھا۔ اگر تم قیدی کو ہماری تحویل میں دے دیتے تو یہ سب کچھ نہ ہوا ہوتا۔ تم اسے یرغمالی کے طور پر استعمال کرنا چاہتے تھے۔ اسے گن پوائنٹ پر رکھ کر تم ہمیں بلیک میل کرتے۔"

"لیکن ڈیوڈ کیلی ہماری اور تمہاری مشترکہ پراپرٹی تھا۔" جے نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

"تم نے درست کہا۔ لیکن اب نہیں ہے۔"

"تم نے ہمیں ڈبل کراس کیا۔" جے نے تلخ لہجے میں کہا۔ "لیکن میرے پاس شیخ کا بینک ڈرافٹ موجود ہے۔ تمہارے وہ کسی کام نہیں آئے گا۔ آدھا زر تاوان اب بھی میرا ہے۔"

"تمہیں معلوم ہی نہیں۔ شیخ اب وزیراعلیٰ نہیں۔ وہ بھارتی فوج کی تحویل میں ہے۔ اس کا اس ڈیل سے اب کوئی واسطہ نہیں۔ اچھا......... اب تم آہستہ آہستہ اوپر آجاؤ۔"

بحث کرنا فضول تھا۔ جے دونوں ہاتھ سر پر رکھے آگے بڑھا۔ سیمور کی خون آلود

لاش کو پھلانگتے ہوئے اس نے سیڑھیوں پر قدم رکھا۔ اوپر بھی خون تھا لیکن دونوں کشمیریوں کی لاشیں اٹھالی گئی تھیں۔

دروازے سے دو اور افراد نمودار ہوئے۔ ان میں سے ایک چینی تھا۔ اس کے بال سفید تھے۔ وہ چشمہ لگائے ہوئے تھے۔ دوسرا شخص عثمان خان تھا۔ اسے دیکھ کر جے کو احساس ہوا کہ اسے مکمل شکست ہو چکی ہے۔ وہ پوری بازی کے دوران خود کو فرزیں سمجھتا رہا تھا لیکن اب سے پتا چلا کہ اس کی حیثیت اس بساط پر پیادے سے زیادہ ہرگز نہیں تھی۔

وہ دونوں ان کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ مصطفیٰ نے عثمان خان سے کہا "جے کو ذرا نئے سیٹ اپ کے بارے میں بتادو۔"

"پہلی بات تو یہ کہ وہ شیخ والا بل آف ایکسچینج اب بیکار ہوگیا ہے۔"

"مجھ سے سیدھی اور صاف بات کرو۔" جے نے جھنجلا کر کہا تھکن اور نیند کی محرومی سے اس کی آنکھیں جل رہی تھیں۔ اس پر جو کچھ ہوا تھا' اس کا شاک بھی کم نہیں تھا۔ وہ ویسے بھی تلخیوں سے بھرا آدمی تھا لیکن اس وقت تو اس کا پورا وجود ہی زہر بن کر رہ گیا تھا۔

"کشمیر میں ہونے والی سیاسی تبدیلیوں کا تو تمہیں علم ہو ہی گیا ہوگا۔" عثمان خان نے کہا "لہٰذا اب سب کچھ بدل چکا ہے۔ تم نے اپنے جرم کی آڑ کے لیے جو سیاسی افسانہ گھڑا تھا' وہ حقیقت بن چکا ہے۔ فریب اب فریب نہیں رہا۔"

جے نے تھکے تھکے انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی۔ اب اسے غصہ بھی نہیں آرہا تھا۔ بس یہ احساس تھا کہ وہ بہت بڑا بے وقوف ہے۔ اس نے سامنے کھڑے ہوئے دونوں چینیوں کو دیکھا اور بغیر کسی خاص دلچسپی کے پوچھا "ان لوگوں کا اس معاملے سے کیا تعلق ہے؟"

"اوہ......... تو تم میجروین اور کاؤلنگ سے ناواقف ہو۔"

جے کو یاد آیا' سعادت نے میجروین کا تذکرہ کیا تھا۔ لیکن کاؤلنگ سے وہ ناواقف تھا۔

"شیخ کے علاوہ بھی ہمارے بہت سے دوست ہیں۔ کیلی کے معاملے میں ہمارے اور چینی بھائیوں کے مفادات مشترک ہیں۔ میجروین رابطہ افسر ہیں۔ ان کے ذریعے تمہارا منصوبہ چین کی حکومت تک پہنچ چکا ہے۔ وہاں سے کہا گیا کہ اس منصوبے کو ہر قیمت پر روکا جائے لیکن اس وقت تک دیر ہو چکی تھی۔ تم لوگوں کو روکا نہیں جاسکتا تھا۔ ہمارے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا' سوائے اس کے ہم ڈیوڈ کیلی کی بحفاظت واپسی کی ذمے داری قبول کرلیں۔"

"اسے تو ہم بھی محفوظ ہی رکھتے۔" جے نے کہا۔

"لیکن اس کی کوئی ضمانت تو نہیں تھی۔"

"میرا خیال ہے' میں وضاحت کرسکتا ہوں۔" ادھیڑ عمر چینی نے کہا جو کاؤلنگ تھا۔ "یہاں صرف میں ہی تمہارے سوالوں کے جواب دے سکتا ہوں۔"

جے اپنے سر پر رکھے ہوئے ہاتھوں کو دھیرے دھیرے نیچے لے آیا۔ اس پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس نے باری باری مصطفیٰ' عثمان خان اور میجروین کو دیکھا۔ پھر وہ کاؤلنگ کی طرف متوجہ ہوگیا۔ "ٹھیک ہے۔ ان تینوں کو تو میں جان گیا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ اس چوکڑی میں تمہارا کیا کردار ہے۔"

"تم اور ہم ایک ہی وقت میں ہانگ کانگ میں رہے ہیں......... ایک ہی پیشے سے وابستہ۔" کاؤلنگ نے رواں انگریزی میں کہا "میں نیو چائنا نیوز ایجنسی کے لیے کام کرتا ہوں لیکن میری ایک حیثیت اور بھی ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے' صحافت تمہارے لیے ایک پردے کا کام کرتی ہے۔ ٹھیک ہے۔ بات سمجھ میں آتی ہے۔"

کاؤ نے آگے بڑھ کر جے کا ہاتھ تھام لیا۔ جے حیران رہ گیا۔ "مسٹرپال' میں تم سے کچھ پرائیوٹ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" وہ جے کا ہاتھ تھامے ہوئے پلٹا اور سیڑھیاں اترنے لگا۔ جے کے ہاتھ پر اس کی گرفت دوستانہ تھی۔ وہ دونوں سیمور کی لاش کو پھلانگتے ہوئے صحن میں پہنچ گئے۔ خاصی دور جاکر کاؤلنگ رکا۔ اب دوسرے لوگ ان کی گفتگو نہیں سن سکتے تھے۔ "سنو دوست' میں ایک صحافی کی حیثیت سے تمہارا بہت احترام کرتا ہوں۔"

اس نے جے کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"سیدھی بات کرو مجھ سے۔" جے نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میرے لیے یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ میری پیٹھ میں خنجر گھونپا گیا ہے۔"

"بات صرف اتنی نہیں' مجھے پتا چلا کہ کیلی اغوا ہونے والا ہے تو مجھے بہت مایوسی ہوئی۔ میں مایوس بھی ہوا اور خوفزدہ بھی۔ کیوں؟ یہ بتانے کے لیے میں تمہیں بتادوں کہ برسوں پہلے' جب کیلی امریکہ میں کام کرتا تھا تو وہاں اس کی چن سوشین نامی ایک چینی سائنس داں سے دوستی ہوگئی۔ میکارتھی کے زمانے میں سوشین کو امریکہ سے نکال دیا گیا۔ وہ چین واپس چلا گیا۔"

"یہ نام تو مجھے یاد ہے۔ بعد میں وہ چین کے میزائل ریسرچ پروگرام کا ہیڈ بنا تھا۔"

"ہاں۔ وہ میرا بہت اچھا دوست بھی تھا۔ چند ماہ پہلے جب مجھے پتا چلا کہ کیلی بھارت آگیا ہے تو میں ذاتی طور پر اس سے ملا اور اسے بتایا کہ چن سوشین امریکہ واپس جانا چاہتا ہے۔ کیلی کو اس بات پر اعتراض نہیں تھا۔ اس نے کہا کہ سوشین کو اپنی سچائی ثابت کرنے کے لیے سی آئی اے کو کچھ خفیہ معلومات فراہم کرنی چاہئیں۔ خاص طور پر اپنے کام سے متعلق۔ اس وقت سے کیلی کو ہر ماہ ٹاپ سیکرٹ ڈرائنگز کی نقول اور دیگر ٹیکنیکل ڈاٹا ملتا رہا ہے۔ اس میں سے کچھ دستاویزات چونکا دینے والی تھیں۔ ان سے ثابت ہوتا تھا کہ نیوکلیائی میدان میں چین امریکیوں کے اندازے سے بہت آگے پہنچ چکا ہے اور یہ کہ ہم کروز میزائلوں کے ڈھیر تو پہلے ہی لگا چکے ہیں' اب نیوٹرون کے وارہیڈ تیاری کے مرحلے میں ہیں۔" کاؤلنگ کہتے کہتے رکا اور اس نے جے کو بہت غور سے دیکھا۔ "مسٹرپال' یہ معلومات امریکیوں تک میں پہنچاتا رہا ہوں۔ میں ہر ماہ کیلی سے ملتا تھا اور سوشین کی اس التجا کو دہراتا تھا کہ وہ امریکہ میں رہنا بسنا چاہتا ہے۔ کیلی ہر بار ٹال دیتا ہے۔ وہ ایسے کسی شخص کو ضائع کیوں کرے جسے جاسوسی کی زبان میں اثاثہ کہا جاتا ہے۔ اس کے نزدیک سوشین چین میں رہ کر امریکہ کے زیادہ کام آسکتا ہے۔ اب تم سمجھ سکتے

ہو کہ تم نے ڈیوڈ کیلی کو اغوا کر کے کتنی بڑی گڑ بڑ مچائی۔ تم یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ کیلی کی بحفاظت واپسی میرے لیے کتنی زیادہ اہم ہے۔"

"میں یہ بات نہیں سمجھ سکا کہ تم مجھے یہ سب کچھ کیوں بتا رہے ہو!" جے کے لہجے میں الجھن تھی۔ وہ سچ مچ حیران تھا کہ اسے اتنی بڑی سازش کے متعلق کیوں بتایا جا رہا ہے۔ "اگر چن سوشین واقعی سی آئی اے کا اثاثہ ہے تو یہ انٹیلی جنس کے میدان میں اب تک کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ یہ........"

"ہاں۔ لیکن کامیابی سی آئی اے کی نہیں' چین کی ہے۔" کاؤلنگ نے کہا اور چند لمحے توقف کیا۔ "میں کیلی کو غلط اطلاعات فراہم کرتا ہوں۔ نقشے ان ہتھیاروں کی تیاری سے متعلق ہوتے ہیں جو کبھی ڈرائنگ کی حد سے آگے نہیں بڑھے۔ معلومات ان پروجیکٹس کے بارے میں ہوتی ہیں جن کا کوئی وجود نہیں۔ ہوتا یوں ہے کہ چھوٹی چھوٹی سچائیاں بہت بڑے جھوٹ کو چھپا لیتی ہیں۔ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم امریکیوں کو اپنے ایٹمی پروگرام کے بارے میں باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ بیس سال آگے پہنچ چکا ہے۔ یوں طاقت کا توازن قائم ہوتا ہے۔ امریکہ کو کہیں بھی کھلی جارحیت کی جرات نہیں ہوتی۔ ہماری یہ اسکیم توقع سے بڑھ کر کامیاب ثابت ہوئی ہے۔ سی آئی اے سمجھتی ہے کہ چن سوشین ان کا اثاثہ ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ڈیوڈ کیلی نادانستگی میں ہمارا اثاثہ بن چکا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ صورت حال یونہی رہے........"

"تو تم درحقیقت اپنی قوم کے غدار نہیں ہو؟"

"میں تو ادنیٰ سا خادم ہوں اپنی قوم کا۔" کاؤلنگ نے انکسار سے کہا۔

"اور ڈاکٹر چن سوشین؟"

"چن سوشین کو مرے ہوئے دو سال ہو چکے ہیں۔" کاؤلنگ مسکرایا۔ "ہم نے پوری کہانی گھڑتے ہوئے امریکی رد عمل کے بارے میں ایک جوا کھیلا تھا۔ جب میں پہلی بار کیلی سے ملا تو اس نے بے یقینی کا اظہار کیا........ اس بات پر کہ چن سوشین چین چھوڑ کر امریکہ آنا چاہتا ہے لیکن اس نے سوشین کے بھجوائے ہوئے کاغذات اور دستاویزات کی اصلیت پر شبہ نہیں کیا۔ تم سمجھے مسٹر پال' بڑے شک کے پیچھے چھوٹا شک چھپ گیا۔

اب تم اندازہ لگاؤ کہ تم نے کیسے پانی میں کنکر اچھالا تھا۔ تم ایک شوقیہ فنکار تھے' جو ایک خطرناک پیشے میں مداخلت کر بیٹھا۔ میں بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ تم نے بہت بڑی حماقت کی اور........"

"مجھے صرف ایک سوال کا جواب دے دو۔ تم نے مجھے یہ سب کچھ کیوں بتایا ہے؟" جے نے پوچھا۔

"اس لیے کہ تم یہ سب جاننے کا حق رکھتے ہو۔" کاؤلنگ نے کہا "اور یوں بھی کہ موجودہ صورت حال میں تم ایک بڑی شرمندگی ہو۔"

"شرمندگی؟ کیا مطلب؟"

"اگر کیلی کے اغوا میں تمہارا نام آئے اور اس جرم کا حقیقی محرک تو یہ شرم کی بات ہوگی۔ تم نے صرف حصول دولت کے لیے یہ چکر چلایا تھا۔ کشمیری اسے بہت اچھے کاز کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ ہمارا مقصد بھی بلند ہے۔ ایسے میں تم محض شرمندگی ہی ہو' اپنے لیے بھی اور اپنے ملک کے لیے بھی۔"

"تم نے میرے سوال کا جواب اب بھی نہیں دیا۔"

"دے دیا ہے لیکن تم سمجھ نہیں پا رہے ہو۔ مرنے والوں کو سب کچھ جاننے کا حق ملنا چاہیے۔ انہیں بے خبری میں نہیں مرنا چاہیے۔" کاؤلنگ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

جے کے وجود میں سناٹے اتر گئے۔ اس نے بڑی بے یقینی سے کاؤلنگ کو دیکھا جو پلٹ کر جا رہا تھا۔ پھر اس نے ستونوں کے درمیان کھڑے میجروین کو دیکھا' جس کے ہاتھ میں ایک مشین گن تھی' جو اس کی طرف اٹھ رہی تھی۔

اس نے بھاگنے کی کوشش کی مگر وہ صرف دو قدم آگے جا سکا۔ اسے بیک وقت تین شدید جھٹکے لگے........ دو پشت میں اور تیسرا گدی میں۔ ساتھ ہی اس کے اپنے وجود میں بھی ایک خوفناک دھماکہ ہوا تھا........

☆============☆============☆

امریکی سفیر برائے بھارت ہیری گلبرٹ اور سفیر برائے پاکستان آرتھر مور........

ریسٹ ہاؤس سے عقبی حصے میں اسی جگہ کھڑے تھے جہاں انیس گھنٹے پہلے جے پال' سیمور کوئین اور ڈیوڈ کیلی نے دریا پار کیا تھا۔ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"یہ......... یہ تو ناممکن ہے۔" ہیری گلبرٹ تنے ہوئے رسے کو دیکھ کر بڑبڑایا۔

"میں آپ کے ساتھ ہوں گا۔" جمال شاہ نے دلاسہ دینے والے انداز میں کہا۔ "پھر دوسری طرف میرے ساتھی ہیں۔ وہ آپ کو سنبھال لیں گے۔"

"اور کوئی صورت نہیں؟" آرتھر نے پوچھا۔

"ہے' لیکن وہ اس سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس میں ہمیں طویل سفر کرنا پڑے گا اور قوی امکان یہ ہے کہ ہم بھارتی فوجیوں کی گولیوں کا نشانہ بن جائیں گے۔"

ہیری نے آرتھر کو دیکھا۔ "کیا خیال ہے؟"

"ہمارے پاس کوئی چارہ بھی تو نہیں۔" آرتھر نے کہا۔

"تو تم یہیں رہ جاؤ۔ تم تو میری وجہ سے اس مصیبت میں پھنسے ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ اب جو بھی ہو' دیکھا جائے گا۔"

یہ حقیقت بھی تھی۔ گذشتہ روز جمال شاہ کو ٹالنے کے بعد انہوں نے واشنگٹن سے رابطہ کیا تھا۔ وہاں سے کہا گیا کہ کسی اور آدمی کو بھیجنے کی بات کرو۔ ہیری نے انہیں بتایا کہ کشمیریوں نے ڈیوڈ کیلی کی رہائی کی یہی شرط رکھی ہے کہ وہ خود وہاں جائے گا۔ واشنگٹن نے خاصی رد و قدح کے بعد ہیری کو اجازت دے دی۔ پھر عین وقت پر آرتھر نے کہا کہ وہ بھی ساتھ چلے گا۔ جمال شاہ نے پہلے تو انکار کر دیا مگر پھر خاصی بحث کے بعد رضا مند ہو گیا۔

مگر ان لوگوں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسی صورت حال سے گزرنا پڑے گا۔

"تمہارا چلنا مناسب نہیں۔" ہیری نے کچھ سوچ بچار کے بعد کہا۔ "تمہاری جواب طلبی ہو سکتی ہے۔"

"میں یہ بات پہلے ہی جانتا ہوں۔" آرتھر نے کہا پھر وہ جمال شاہ کی طرف مڑا۔ "ٹھیک ہے۔ پہلے تم جاؤ۔"

جمال شاہ نے چرخی تھام لی اور جست لگا دی۔

چند لمحوں بعد رسے پر جھٹکا محسوس ہوا۔ پیچھے کھڑے ہوئے کشمیری نے چرخی بڑھاتے ہوئے کہا "آپ میں سے پہلے کون جائے گا؟"

"میں چلا جاتا ہوں۔" آرتھر نے مستفسرانہ لہجے میں پوچھا۔ ہیری نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

آرتھر نے چرخی تھامی اور جست لگائی۔ اگلے چند لمحے قیامت کے تھے۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ تحت الثریٰ کی طرف سفر کر رہا ہے۔ خنکی کے باوجود اس کا جسم پسینے میں بھیگ رہا تھا۔ ہر لمحے لگتا تھا کہ ہاتھوں کی گرفت جواب دے جائے گی مگر وہ جانتا تھا کہ اس کا صاف اور سیدھا مطلب صرف موت ہوگا۔

آخری احساس بس اسے یہ ہوا تھا کہ کسی نے اسے کمر سے تھام لیا تھا۔ اس کے بعد اسے کچھ ہوش نہیں رہا۔

پھر ہیری کو بھی اس مرحلے سے گزرنا پڑا۔

وہ چاروں کشمیری زمین پر بے سدھ پڑے امریکیوں کو بڑی حقارت سے دیکھ رہے تھے۔ ایک نے کہا "یہ تو بڑے بودے نکلے یار۔"

"دوسروں کو دہشت گرد قرار دینے والے چوہدریوں کو اب پتا چلا ہوگا کہ دہشت گردی کیا ہوتی ہے۔" دوسرے نے بے حد نفرت سے کہا۔

تیسرا بولا "وقت ضائع مت کرو۔ انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔"

چوتھا پانی کی ایک خالی بوتل لے کر دریا کی طرف چل دیا۔ دریائے نیلم کے سرد پانی کے پہلے ہی چھینٹے پر دونوں سفیر ہوش میں آگئے۔ اسی وقت اوپر درختوں کے جھنڈ سے جمال شاہ آتا دکھائی دیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا "راستہ صاف ہے۔ میں انہیں لے کر جا رہا ہوں۔" پھر وہ سفیروں کی طرف مڑا۔ "آیئے میرے ساتھ۔"

وہ تینوں پگڈنڈی کی طرف چل دیئے۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد جمال شاہ نے وضاحت کی۔ "ہمیں پیدل سفر کرنا ہوگا۔ یہاں کرفیو لگا ہے۔ فوج نے جابجا گاڑیاں کھڑی کر رکھی ہیں۔ ہم گاڑی میں سفر نہیں کر سکتے۔"

"فاصلہ کتنا ہے؟" ہیری نے گھبرا کر پوچھا۔ آرتھر کے انداز سے لگتا تھا کہ پہلے

خوفناک مرحلے سے گزرنے کے بعد وہ تن بہ تقدیر ہو گیا ہے۔

"فاصلہ تو زیادہ نہیں لیکن آپ ان راستوں کے عادی نہیں' اس لیے وقت لگے گا۔" جمال شاہ نے جواب دیا۔

ذرا دیر بعد دونوں سفیروں کو اندازہ ہو گیا کہ جمال شاہ کا بیان کتنا درست تھا۔ جمال شاہ کی رفتار ان دشوار راستوں پر اتنی تھی کہ اگر اسے ان کا خیال نہ ہوتا تو وہ اب تک ان کے حیطہ نظر سے باہر کہیں کا کہیں پہنچ چکا ہوتا۔

اوپر پہنچنے کے بعد انہوں نے بڑی احتیاط سے سڑک پار کی اور سامنے والے پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ پگڈنڈی بہت پتلی تھی اور ایک طرف کھائی تھی۔ جیسے جیسے وہ اوپر چڑھ رہے تھے' کھائی گہری ہوتی جا رہی تھی۔ دونوں سفیر دل میں جمال شاہ کو سراہتے رہے' جس نے اصرار کیا تھا کہ وہ کوہ پیماؤں والے جوتے ساتھ لیں۔

اس کے بعد نیچے اترنے کا مرحلہ تھا۔ وہ اور دشوار تھا۔ وہاں جسم کو متوازن رکھنا ضروری بھی تھا اور بے حد مشکل بھی اور ایک لغزش کا مطلب موت تھا۔

"نیچے اترنے کے بعد ہمیں اس پہاڑ پر چڑھنا ہے۔" جمال شاہ نے ٹارچ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہیں ہماری منزل ہے۔"

☆============☆============☆

وہ دوپہر ساڑھے بارہ بجے سو کر اٹھے۔ صبح ساڑھے چار بجے وہ کھنڈرات میں پہنچے تھے اور اس وقت تک تھک کر چور ہو چکے تھے۔ مصطفیٰ نے بڑی گرم جوشی سے ان کا خیر مقدم کیا تھا پھر ان کی حالت دیکھتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ "کام کی باتیں کل پر چھوڑیں۔ پہلے آرام کر لیں۔ آپ کو نیند کی ضرورت ہے۔" ان دونوں میں اس پر احتجاج کرنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

"آپ ہمارے مہمان ہیں لیکن ہمارے وسائل ایسے نہیں کہ ہم آپ کے شایان شان مہمان نوازی کر سکیں۔" مصطفیٰ کے لہجے میں خلوص تھا۔ "میں اسی لیے ہر تکلیف اور بے آرامی کی آپ سے پہلے ہی معافی مانگ رہا ہوں۔"

انہیں ایک کوٹھری میں پہنچا دیا گیا تھا جہاں بان کی دو چارپائیوں کے سوا کچھ بھی

نہیں تھا۔ وہ دونوں چارپائی پر لیٹتے ہی گہری نیند سو گئے تھے۔

سو کر اٹھنے اور ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے کھانا کھایا جو موٹی روٹیوں' مکھن اور بھنے ہوئے گوشت پر مشتمل تھا۔ کھانے کے بعد انہیں ایک بڑے ہال نما کمرے میں لے جایا گیا۔ وہاں مصطفیٰ موجود تھا۔ اس کے ساتھ تین افراد اور بھی تھے۔ مصطفیٰ نے ان کا تعارف کرایا۔ دونوں سفیر خالی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"کہیے......... سفر کیسا رہا؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

ہیری نے اس سوال کا جواب نہیں دیا' اس لیے کہ اس میں تلخی بہت زیادہ ہوتی۔ اس نے پوچھا "آپ تک پہنچنے کا کوئی آسان راستہ نہیں تھا؟"

"تھا اور ہے۔ لیکن اس میں خطرات اور نوعیت کے تھے۔ تاہم آپ کی واپسی انشاء اللہ ایسے نہیں ہو گی۔"

"اس کا مطلب ہے' آمد بھی آسانی سے ہو سکتی تھی۔" ہیری نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" مصطفیٰ نے نرم لہجے میں کہا "میں آپ کو تفصیل سے یہ نہیں بتا سکتا کہ آپ کا راستہ آسان کرنے میں میرے کتنے جوان خود کو خطرے میں ڈالیں گے اور کتنے جان سے گزر جائیں گے اس لیے کہ اب آپ ہمارے مہمان ہیں۔"

اس کے برابر بیٹھے ہوئے طارق نے کہا "آپ کے اس سفر کا ایک فائدہ تو بہرحال ہوا۔ اونچے ایوانوں میں بیٹھ کر دوسروں پر دہشت گردی کا حکم صادر فرمانے والوں نے یہ تو دیکھ لیا کہ کشمیر سے کشمیر میں آنا بھی کشمیریوں کے لیے کتنا دشوار ہے۔ اب شاید آپ دہشت گردی اور جہد آزادی اور جہاد میں فرق کر سکیں گے اور ابھی تو آپ اور بہت کچھ دیکھیں گے۔"

"ہم یہاں کچھ دیکھنے کے لیے نہیں' ڈیوڈ کیلی کی رہائی کے سلسلے میں آئے ہیں۔" ہیری گلبرٹ نے سرد لہجے میں کہا "آپ اپنی شرائط بتائیں۔"

"ہماری پہلی شرط تو یہی ہے کہ آپ یہاں چوبیس گھنٹے ہمارے ساتھ' ہماری مرضی کے مطابق گزاریں۔" مصطفیٰ نے کہا۔

"وہ تو ہم آ ہی گئے ہیں مگر ڈیوڈ کیلی........."

"ان کے متعلق گفتگو کل ہوگی۔"

"لیکن........"

"آپ اطمینان رکھیں، کل رات آپ مسٹر کیلی کو لے کر واپس جا رہے ہوں گے۔" طارق بولا "وہ خیریت سے ہیں۔"

"اچھا........ ہمیں اس سے ملوا تو دو۔"

"یہ بھی کل ہی ممکن ہو سکے گا۔" مصطفیٰ نے کہا۔ اس کے لہجے میں قطعیت تھی۔

"ہمیں اس کی صورت ہی دکھا دو۔"

"دیکھ لیجئے گا لیکن کل۔ اس وقت آپ یہاں گھومیں پھریں لیکن احتیاط سے۔ فوجی گاڑیاں گشت کرتی رہتی ہیں۔ بہتر ہو گا کہ ہمارے کسی آدمی کو ساتھ لے لیں۔"

☆============☆============☆

ہیری اور آرتھر پریشان تھے کہ کام کی بات ہو ہی نہیں رہی ہے اور وہ دباؤ ڈالنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ دونوں نے مشورے کے بعد فیصلہ کیا کہ چپ سادھنا ہی بہتر ہے۔ جہاں اپنا اختیار نہ ہو، وہاں بحث کرنا مناسب نہیں ہوتا۔

رات کے کھانے کے بعد مصطفیٰ نے ان سے کہا "آپ لوگ تیار ہو جائیں۔ ہم ذرا طویل چہل قدمی کے لیے چلیں گے۔"

پندرہ منٹ کے بعد وہ باہر نکل آئے۔ پھر وہی پہاڑی راستے تھے مگر اس بار انہیں زیادہ دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔ کوئی ایک گھنٹے کے بعد وہ ایک گاؤں پہنچے۔ رات زیادہ نہیں ہوئی تھی۔ کچھ لوگ جاگ رہے تھے۔ ایک باریش شخص انہیں اصرار کر کے اپنے گھر لے گیا۔ ذرا ہی دیر میں گاؤں کے تمام لوگ وہاں جمع ہو گئے۔

"میں یہاں آپ کو اس لیے لایا ہوں کہ کشمیر سے آپ کا تعارف کرا دوں۔" مصطفیٰ نے ان سے کہا "مجھے افسوس ہے کہ آپ ان کی زبان نہیں سمجھتے۔ ظلم و ستم کی جو داستان یہ سنائیں گے، وہ میرے ذریعے آپ تک پہنچے گی تو اتنی مؤثر نہیں رہے گی۔ اس

لیے کہ آپ کے نزدیک میں ایک فریق ہوں اور غیر جانبدار نہیں ہوں۔"

ہیری اور آرتھر خاموش رہے۔ وہاں عورتیں بھی آ گئی تھیں۔

"یہ آمنہ بی ہے۔ اس کی جوان بیٹی کو، دہشت گردی کے شکار، بھارتی مظلوم فوجی اٹھا کر لے گئے۔" مصطفیٰ نے طنزیہ لہجے میں کہا "اور یہ وہ معذور جوان ہیں جن پر شبے کے تحت بد ترین تشدد کیا گیا کہ یہ جدوجہد آزادی میں شریک ہیں۔"

ایک بوڑھے شخص نے قمیض کا دامن اٹھا کر انہیں اپنے جسم پر پڑے نیل دکھائے۔ تفصیل بتاتے وقت وہ رو پڑا۔

"بھارتی سورماؤں نے اس بوڑھے ناتواں کو بھی نہیں بخشا۔ ان کے خیال میں یہ دہشت گرد ہے۔" مصطفیٰ نے بتایا۔

پھر وہ عورتیں سامنے آئیں جو تشدد کا نشانہ بنی تھیں۔

لیکن دونوں سفیر بالکل متاثر نظر نہیں آ رہے تھے۔ مصطفیٰ نے درست کہا تھا۔ زبان سے ناواقفیت سے بہت فرق پڑ رہا تھا۔ ایک تو انہیں یہ یقین نہیں تھا کہ مصطفیٰ درست ترجمانی کر رہا ہے، دوسرے انہیں یہ محض پروپیگنڈہ معلوم ہو رہا تھا۔

مصطفیٰ یہ بات جانتا تھا لیکن اس کے انداز سے نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اسے اس بات کی کوئی پروا ہے۔ وہ اپنا فرض پوری سچائی سے انجام دے رہا تھا۔

گاؤں سے رخصت ہوتے وقت وہ گاؤں کے قبرستان سے گزرے۔ گاؤں کے لوگ بھی ان کے ساتھ تھے۔ مصطفیٰ نے ہیری اور آرتھر کو پندرہ تازہ قبریں دکھائیں۔ ان پر مرجھائے ہوئے پھول پڑے تھے۔ "یہ بھارتی درندوں کا کیا دھرا ہے۔" اس نے کہا "۴۵ گھروں کے اس گاؤں سے ایک ہی دن میں یہ پندرہ جنازے اٹھے تھے اور یہ صرف چار دن پہلے کی بات ہے۔"

گاؤں کے کچھ لوگ بھنچی بھنچی آواز میں رونے لگے۔ آنکھیں تو سبھی کی نم ہو گئی تھیں۔

پہلی بار ہیری گلبرٹ اور آرتھر مور کچھ متاثر نظر آئے۔

گاؤں والوں نے انہیں رخصت کیا۔ مزید ایک گھنٹے کے بعد وہ ایک اور

گاؤں میں پہنچے۔ وہاں پہنچ کر ہیری اور آرتھر پر لرزہ چڑھ گیا۔ مصطفیٰ نے کہا "یہاں مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہے نہ آپ کو کچھ سننے کی۔ یہاں تو سب کچھ چپے چپے پر لکھا ہے......... اور اس زبان میں لکھا ہے جسے سب پڑھ سکتے ہیں۔"

وہ پورا گاؤں اجڑا ہوا تھا۔ دروازے ندارد تھے' دیواریں سیاہ ہو رہی تھیں۔ صاف پتا چلتا تھا کہ وہاں آگ لگائی گئی ہے۔ کتنی ہی دیواریں گولیوں سے چھلنی تھیں۔ خون کے دھبے بھی جا بجا نظر آرہے تھے۔ کئی جگہ بہت بڑی مقدار میں خون جما ہوا تھا اور سیاہ ہوگیا تھا۔ کئی گھروں میں چولھوں پر ہانڈیاں چڑھی ہوئی تھیں مگر انسانی زندگی کے ساتھ چولھے بھی سرد ہو چکے تھے۔

مصطفیٰ انہیں کھیتوں کی طرف لے گیا۔ وہاں ایک گڑھے میں انہیں جو منظر نظر آیا' اس نے ان کی روح تک کو لرزا دیا۔ تمام مرنے والوں کو اس ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا تھا اور مٹی تک ڈالنے کی زحمت نہیں کی گئی تھی۔ ٹارچ کی روشنی میں وہ منظر بہت خوفناک لگ رہا تھا۔

"یہ ان ملعونوں کا آج دوپہر کا کارنامہ ہے۔" مصطفیٰ نے رقت بھری آواز میں کہا۔

ہیری نے جھرجھری لیتے ہوئے پوچھا۔ "اس گاؤں میں عورتیں نہیں تھیں کیا؟" اس کی آواز لرز رہی تھی۔ "اس گڑھے میں صرف مردوں اور بچوں کی لاشیں ہیں۔"

"عورتوں اور لڑکیوں کو وہ کمینے اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔" مصطفیٰ نے بتایا "ستم تو یہ ہے کہ ہم ان مظلوموں کی تدفین بھی نہیں کر سکتے۔" یہ کہتے ہوئے وہ جھکا اور اس نے گڑھے کے کنارے جمع مٹی سے گڑھے کو پاٹنا شروع کر دیا۔ اس کے تینوں ساتھی بھی اس کی تقلید میں جھک گئے۔

دونوں سفیروں نے بھی جھک کر مٹھی بھر مٹی گڑھے میں ڈال دی۔ آرتھر کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ہیری بھی آبدیدہ تھا۔

☆==========☆==========☆

اگلی صبح ان کے درمیان اصل موضوع پر گفتگو شروع ہوئی۔ گفتگو کا آغاز خود مصطفیٰ نے کیا۔ اس نے کہا "آج رات انشاء اللہ ڈیوڈ کیلی کو آپ کے ساتھ بحفاظت آزاد

کشمیر پہنچا دیا جائے گا۔"

ہیری نے خاموشی سے دو کروڑ ڈالر کا بینک ڈرافٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔ مصطفیٰ نے ایک نظر ڈرافٹ کو دیکھا پھر اس کی چار ٹکڑے کرکے ہیری کو واپس کر دیے۔ "ہم انسانوں کی خرید و فروخت نہیں کرتے۔ انسانی جان کی قیمت سے ہم آپ سے زیادہ واقف ہیں۔ رات میں نے آپ کو صرف دو گاؤں دکھائے۔ کاش میں آپ کو پورا کشمیر دکھا سکتا۔"

"تو پھر تم کیا چاہتے ہو؟" ہیری گلبرٹ کے لہجے میں الجھن تھی۔

"میں کشمیر کی آواز امریکہ کو سنانا چاہتا ہوں۔" مصطفیٰ کے لہجے میں طوفانوں کی گھن گرج تھی۔ "میں کوئی سیاست داں نہیں' کوئی حکمراں نہیں کہ مصلحت سے کام لوں۔ میں تو مجاہد ہوں۔ کسی صورت میں نقصان میں نہیں رہوں گا۔ مجھے آزادی اور شہادت میں سے ایک سعادت ضرور ملے گی۔ نہ مجھے تمھاری امداد کی آرزو ہے' نہ تم سے اسلحے کا طلبگار ہوں۔ میں تو تمہیں آئینہ دکھانا چاہتا ہوں۔ میں اپنی قوم کی آواز ہوں۔ مجھے غور سے سنو۔

"ہم اس خوبصورت سرزمین کی مٹی سے اٹھنے والے خوبصورت لوگ' سیدھے سادے' محنتی اور جفاکش لوگ تشدد کے قائل نہیں۔ ہم پُرامن طریقے سے اپنی آواز بلند کرتے ہیں۔ ہم پر گولیاں چلائی جاتی ہیں تو ہم جواب میں گولیاں چلاتے ہیں مگر ہم غیر متعلق لوگوں کو ہدف نہیں بناتے' دہشت گردی نہیں کرتے۔ تم انسانی حقوق کے علمبردار ہو' امن عالم کے ٹھیکے دار' انصاف کے دعوے دار......... گویا خدائی فوجدار ہو۔ اقوام متحدہ تمہارے گھر کی لونڈی ہے۔ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر مسلمان ملکوں کا ناطقہ بند کرتے ہو۔ مجھے بتاؤ کہ جینے سے زیادہ بڑا اور بنیادی انسانی حق کوئی ہے؟ اور یہاں ہم سے یہ حق بھی چھینا جارہا ہے ثبوت تم رات کو دیکھ چکے ہو۔ جانتے ہو' اس بستی کا کیا قصور تھا؟ وہاں آزادی کے ایک متوالے کو پناہ دی گئی تھی۔ اس کی پاداش میں کتنے لوگوں سے جینے کا حق چھین لیا گیا' کتنی عزتیں پامال کر دی گئیں۔ اب بتاؤ......... کہاں ہے تمہاری بنیادی انسانی......... حقوق کی پاسداری؟

"مسٹر ہیری......... مسٹر آرتھر' میں چاہتا ہوں کہ تم جاکر اپنے اکابرین کو بتا دو کہ ہم مظلوم کشمیری تم پر ترس کھاتے ہیں......... اس لیے کہ تم منافق ہو۔ تمہارے قول و فعل میں تضاد ہے۔ تم خوفزدہ ہو......... احساس کمتری میں مبتلا ہو......... کس سے؟ مسلمانوں سے۔ تم عراق پر اقتصادی پابندیاں عائد کرتے ہو......... فوج کشی سے بھی باز نہیں آتے۔ افغانستان سے روس کو نکالنے کے بعد مسلمانوں کو آپس میں لڑواتے ہو۔ ایران کو دہشت گرد قرار دیتے ہو۔ لیکن بوسنیا میں نہتے مسلمانوں کا قتل عام ہوتا ہے تو تمہیں کچھ نہیں ہوتا۔ تم نے اقوام متحدہ کی قرار داد کو بنیاد بنا کر عراق کے خلاف کارروائی کی کہ عراق اس قرار داد کا احترام نہیں کرتا۔ لیکن ۴۰ سال گزرنے کے باوجود تم بھارت سے اقوام متحدہ کی قرار داد پر عمل نہیں کرا سکے۔ فلسطینی تمہارے نزدیک انسان نہیں۔ بولو......... یہ کھلی منافقت ہے کہ نہیں؟ ساری سختیاں اور زیادتیاں مسلمانوں کے لیے ہیں۔ اس لیے کہ تم ڈرتے ہو۔ ان سے ڈرتے ہو کہ انہیں ذرا سا موقع ملا تو وہ تم سے بڑی طاقت بن کر تمہیں کھا جائیں گے۔ مگر سوچو تو......... تم تاریخ کے بھی منکر ہو۔ مسلمانوں کو نہ ختم کر سکو گے' نہ دبا سکو گے۔ مسلمان تم سے بڑی طاقت بن کر ابھریں گے لیکن تمہارا خاتمہ ان کے ہاتھوں نہیں ہوگا۔ تم اپنے خوف کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ ہمیں اسی لیے تم پر ترس آتا ہے۔ تم قابل رحم ہو۔ تم جمہوریت کے چیمپئن ہو مگر تمہارا طرز عمل غیر جمہوری ہے۔ ورنہ مجھے بتاؤ' ویٹو پاور کیوں ہو کسی کے پاس؟ اقوام متحدہ میں بھی اکثریت کو ہر مسئلے کا فیصلہ کرنے دو۔ لیکن نہیں' تم جمہوریت کا لبادہ اوڑھے ہوئے آمریت ہو......... بد ترین آمریت.........

"اپنے اکابرین کو بتا دو مسٹر ہیری کہ ہم امریکی قوم کو عظیم قوم سمجھتے ہیں۔ وہ اسے عظیم رہنے دیں۔ اسے تباہی کے غار میں نہ دھکیلیں۔ پوری دنیا پر حکمرانی کے خواب دیکھنے والوں کا انجام ہمیشہ عبرتناک ہوا ہے۔ ان سے کہو' ابھی وقت ہے۔ خود کو سنبھال لیں۔ ورنہ وقت کی گرفت میں آئیں گے تو کہیں پناہ نہیں ملے گی اور بوسنیا' فلسطین اور کشمیر' کوئی بھی خطۂ زمین ہو' ظلم نہیں جیت سکے گا۔ آخری فتح مظلوموں کی ہوگی۔"

وہاں سناٹا چھا گیا تھا۔ سب سکوت کے عالم میں بیٹھے تھے۔ بس مصطفیٰ کی بپھری ہوئی

سانسوں کی آواز تھی اور کچھ نہیں۔ ہیری بینک ڈرافٹ کے ٹکڑے ہاتھ میں لیے ساکت وصامت بیٹھا تھا۔

بالآخر آرتھر نے خاموشی توڑی۔ "تو بس یہ شرط ہے تمہاری؟"

"شرط کیا' یہ بھی استدعا ہے۔" مصطفیٰ نے کہا "ڈیوڈ کیلی ہمارے پاس تمہاری امانت تھا۔ ہم اس کے عوض کچھ بھی نہیں چاہتے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری یہ آواز اپنے صدر تک ہی نہیں' تمام سیاستدانوں تک بلکہ عوام تک بھی پہنچاؤں گا۔" ہیری نے ڈرافٹ کے ٹکڑے جیب میں رکھتے ہوئے کہا "لیکن یہ تو بتاؤ کہ تمہیں زر تاوان وصول نہیں کرنا تھا تو یہ اتنا لمبا ڈراما کیوں کیا تم نے؟"

"ہم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ ہم تو بس بے غرض تمہارے کام آئے ہیں۔ ڈیوڈ کیلی کے اغوا کا منصوبہ بمبئی میں جے پال نامی ایک صحافی نے بنایا تھا۔ اس میں ایک امریکی بھی شریک تھا۔ اس کا نام سیمور کوئین تھا۔ وہ تمہاری نیوی کا بھگوڑا تھا۔ انہوں نے اپنے تحفظ کے لیے اس اغوا کو سیاسی رنگ دینے کی اسکیم سوچی۔ اس کے لیے ہم سے رابطہ کیا گیا۔ ہم اس منصوبے کو کسی بھی طرح نہیں روک سکتے تھے۔ آپ لوگوں کو خبردار کر سکتے تھے لیکن ایک تو آپ سے رابطہ دیر طلب کام تھا' دوسرے مہلت بالکل نہیں تھی۔ چنانچہ ہم ڈیوڈ کیلی کی حفاظت کو ذہن میں رکھتے ہوئے منصوبے میں شریک ہو گئے ورنہ مجرم بھارت کی کسی علیحدگی پسند تحریک سے رابطہ کر لیتے۔ اس صورت میں ڈیوڈ کیلی کی عافیت مشکوک ہی رہتی۔"

"ہم تم لوگوں کے شکر گزار ہیں مسٹر مصطفیٰ۔" ہیری گلبوٹ نے کہا "یہ بتاؤ' مجرموں کا کیا بنا؟"

"ہم نے کوشش کی تھی کہ وہ مسٹر کیلی کو ہمارے حوالے کر دیں لیکن وہ گن پوائنٹ پر انہیں یرغمال بنائے ہوئے تھے۔ مسٹر کیلی کو چھڑاتے ہوئے وہ دونوں ہمارے ہاتھ سے مارے گئے۔" مصطفیٰ نے کہا۔ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "آئیے......... آپ لوگوں کو مسٹر کیلی سے ملوا دوں۔"

☆===========☆===========☆

مصطفیٰ نے ان تینوں کو بارہ مجاہدین کی معیت میں روانہ کیا۔ رخصت کرتے وقت اس نے ہیری گلبرٹ سے کہا "میرے یہ ساتھی آپ کو خوش نصیب کشمیر یعنی آزاد کشمیر میں بھارتی فوج کی جارحیت کے نشان بھی دکھائیں گے۔ وہ بھی دیکھتے جائیے گا اور جو کچھ آپ نے یہاں دیکھا اور سنا' اسے نہ صرف یاد رکھیے گا بلکہ دوسروں تک بھی پہنچائیے گا۔ یہ آپ پر انسانیت کا قرض ہے اور یہ قرض ادا نہ کرنے والوں کو تاریخ کبھی معاف نہیں کرتی۔"

ہیری گلبرٹ کو سب کچھ یاد رہا۔ وہ یہ بات بھی کبھی نہیں بھولا کہ ان تینوں کو بحفاظت آزاد کشمیر پہنچاتے ہوئے تین مجاہدین بھارتی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔

☆===========☆===========☆

ہیری گلبرٹ اور آرتھر مور کی بھرپور کوششوں کے باوجود امریکہ کی منافقانہ پالیسی تبدیل نہیں ہوئی۔ وہ دونوں مستعفی ہوگئے۔ پھر انہوں نے امریکی عوام کو سب کچھ بتانے کا عہد کرلیا۔ انہوں نے یونیورسٹیوں میں جاکر لیکچر دیے اور انصاف کے نام پر ہونے والی بے انصافیوں کا پردہ چاک کیا۔ ان کی باتیں سچی تھیں لہٰذا وہ تحریک بنتے گئے۔ پھر انہوں نے امریکہ کی تیسری بڑی سیاسی پارٹی جسٹس پارٹی کی داغ بیل ڈالی اور انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کرلیا۔

☆===========☆===========☆

طارق بڑے انہماک سے اخبار پڑھ رہا تھا۔ اس نے اچانک سر اٹھا کر مصطفیٰ کو دیکھا "یہ ہیری گلبرٹ اپنی تقریروں میں وہی کچھ کہتا ہے جو تم سے سنا تھا۔"

"ہاں اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ سچ بے حد پُراثر ہوتا ہے۔" مصطفیٰ نے جواب دیا "اور سناؤ......... کیا پوزیشن ہے وہاں کی؟"

"ہیری گلبرٹ صدارت اور آرتھر مور نائب صدارت کے لیے مقبول ترین امیدوار ہیں۔ تازہ ترین سروے کے مطابق ان کی مقبولیت مسلسل بڑھ رہی ہے۔ ۶۲ فیصد ووٹر ان کے حق میں ہیں۔ ری پبلکن امیدوار کے حق میں ۱۷ فیصد اور ڈیمو کریٹ

امیدوار کے حق میں ۱۲ فیصد ہیں۔"

"خدا انہیں کامیاب کرے۔" مصطفیٰ نے کہا " میں تو ان کی زندگی کے لیے دعا کرتا ہوں۔ امریکہ ایسا جمہوری ملک ہے جہاں ایسے لوگوں کو بہ آسانی راستے سے ہٹایا جاسکتا ہے۔"

"انتخابات میں اب تین ماہ رہ گئے ہیں۔ انہیں کچھ ہوگیا تو........."

"ہماری جدوجہد پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔" مصطفیٰ نے تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ دی۔ "ہم نے کسی پر انحصار نہیں کیا۔ ہم صرف خدا سے تائید اور مدد طلب کرتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آزادی کی منزل اب زیادہ دور نہیں۔"

"انشاء اللہ۔" طارق نے کہا اور افق پر نظریں جمادیں جہاں شفق کی سرخی سورج کے طلوع ہونے کا اعلان کر رہی تھی۔

☆===========☆===========☆